www.KitaboSunnat.com

اسلام کا قانون وقف

مع

تاریخ مسلم اوقاف

تالیف

ڈاکٹر محمود الحسن عارف

مرکزِ تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری
نسبت روڈ ○ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (**Upload**) کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (**Download**) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا قانونِ وقف

مع

تاریخ مسلم اوقاف

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واٰتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور

تالیف

ڈاکٹر محمود الحسن عارف

www.KitaboSunnat.com

مرکزِ تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری

نسبت روڈ ○ لاہور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ مطبوعات نمبر ۴۸

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	اسلام کا قانون وقف
نام مؤلف	ڈاکٹر محمود الحسن عارف
ناشر	مرکز تحقیق (ریسرچ سیل) دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور
باہتمام	حافظ غلام حسین ڈائریکٹر ریسرچ سیل دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور
طابع	ان پریس، ۱۹- اے ایبٹ روڈ لاہور
پہلا ایڈیشن	دسمبر ۱۹۹۴ء
تعداد	۱۱۰۰
قیمت	110/00 روپے

253.6

11931

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انتساب

میں اپنی اس کتاب کو
مولانا سید محمد متین ہاشمی صاحبؒ
کے نام سے منسوب کرتا ہوں'
جو مملکت خداداد پاکستان میں
"قانون شریعت" کے نفاذ کے لئے
زندگی بھر ٹھوس کوششیں کرتے رہے۔

مؤلف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مندرجات

پیشِ لفظ ۹

مقدمہ از مصنّف ۱۱

باب اوّل:

تعریف وقف اسلامی	صفحہ
تعریف وقف اسلامی	۱۴
روح اساسی وقف اسلامی	۱۴
انفاق فی سبیل اللہ کی وسعت	۱۸
مشروعیت وحکمت	۲۰
امام ابو حنیفہ کا مسلک اور حنفی ائمہ کا عمل	۲۲
حکمت وقف اسلامی	۲۳
لغوی و اصطلاحی تحقیق	۲۴
مسالک فقہ میں وقف کی تعریف	۲۶
وقف کے مترادف الفاظ	۲۹
وقف کا حکم	۳۰
فضائل و فوائد	۳۱
حصول برکا ذریعہ	۳۱
انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ کی فضیلت	۳۱
صدقہ جاریہ کا ثواب	۳۲
انبیاء کی سُنّت	۳۲
باب دوم: اقسامِ وقف	۳۷

	صفحہ
وقف علی اللہ	۳۷
اوقاف بیت المال	۳۸
معاہدوں کی رو سے حاصل شدہ ارضی	۳۹
وقف علی الاولاد	۴۰
دیگر اقسام وقف	۴۲
حکومت کی زیر نگرانی اوقاف	۴۳
وقف اسلامی اور صنعت و تجارت	۴۳
باب سوم: شرائط وقف	۴۷
واقف کی شرائط واہلیت	۴۷
شرط ملکیت کیساتھ متعلقہ مسائل	۵۱
شئ موقوفہ کی شرائط	۵۳
موقوف علیہم کی شرائط	۵۵
الفاظ وقف کی شرائط	۵۸
وقف کے الفاظ کا: بوقت وقف کسی	
غیر موجود شرائط کیساتھ مشروط نہ ہونا	۵۸
مرنے کے بعد کی طرف منسوب نہ ہونا	۵۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صفحہ		صفحہ	
الفاظ وقف کا شرط خیار سے مشروط نہ ہونا	۵۹	موقوفہ شئے کو اجرت پر دینا	۱۰۴
کسی ایسی شرط کا نہ ہونا جو وقف کی اصلیت پر اثر انداز ہو	۶۰	مدت اجارہ	۱۰۵
معنی تابید (ہمیشگی) کا ہونا	۶۰	کرائے پر دینے کا اختیار	۱۰۷
وقف کا لزوم	۶۳	وصولی کرایہ کا حق	۱۰۸
وقف کی حیثیت	۶۷	کرایہ دار، مستاجر	۱۰۹
وقف کی تنسیخ	۶۸	اجرت، کرایہ	۱۱۰
حق تملیک	۶۹	مروجہ کرائے سے کم پر موقوفہ شئ کو کرائے پر دینا	۱۱۱
باب چہارم: ارکان وقف اسلامی	۷۲	کرائے پر دینے کے بعد، مروجہ کرائے میں کمی بیشی	۱۱۴
الفاظ وقف کا بیان	۷۲	معاہدے کے اختتام پر موقوفہ شئ میں کمی یا اضافہ	۱۱۶
مرض الوفات میں یا مرنے کے بعد کسی شئ کو وقف کرنا	۷۷	وجوب اجرت اور کرایہ دار کے لیے حق انفساخ	۱۱۹
باب پنجم: موقوفہ اشیاء کی اقسام	۸۵	تحکیر (Monoply)	۱۲۰
غیر منقولہ جائیداد	۸۵	موقوفہ اراضی کو مزارعت پر دینا	۱۲۲
منقولہ اشیاء کے وقف کا حکم	۸۸	خود کاشت کرنا	۱۲۳
درختوں اور عمارتوں کا وقف	۹۱	مضاربت اور تجارت	۱۲۴
موقوفہ اراضی میں مکان بنانے یا درخت لگانے کا حکم	۹۲	باب ہفتم: بانیان وقف کی جائز و ناجائز شرائط کا بیان	۱۲۷
مشاع (مشترک) اشیاء کے وقف کا حکم	۹۵	جواز و عدم جواز	۱۲۷
باب ششم: موقوفہ اشیاء سے استفادہ	۱۰۲	قسم اول کی شرائط	۱۲۸
ذاتی استعمال	۱۰۲		

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	صفحہ
قسم ثانی : جائز شرائط	۱۲۹
شرائط میں تبدیلی	۱۳۴
مستحقین کی تعداد میں کمی کا اختیار	۱۳۵
بعض کو دوسروں سے زیادہ حصہ دینے کی شرط	۱۳۷
کسی کو منافع / پیداوار کے لیے مخصوص کرلینا	۱۳۹
جائیداد کو دوسری جائیداد سے تبدیل کرنے کا حق	۱۳۹
تبدیلی کی درستگی کے لیے شرائط	۱۴۳
باب ہشتم : متولی وقف	
تقرری و اختیارات۔ شرائط ولایت	۱۴۶
قاضی کے اختیارات	۱۴۸
متولی اور وصی میں باہم اختلاف	۱۴۸
متولی / ناظر کی تقرری	۱۴۹
ناظر و مشرف	۱۴۹
متولی بطور وصی	۱۵۰
متولی نامزدگی کے بارے میں بانی وقف کی شرائط	۱۵۱
متولی / ناظر کے اختیارات	۱۵۴
حق توکیل	۱۵۴
تفویض	۱۵۵
المصادقة علی النظر	۱۵۵
متولی کی اجرت و مشاہرہ	۱۵۶

	صفحہ
متولی وقف کے اختیارات کی وسعت	۱۵۸
متولی وقف کا احتساب	۱۶۲
حسابات کی جانچ پڑتال	۱۶۲
متولی وقف پر تاوان	۱۶۵
متولی وقف کی معزولی	۱۶۶
باب نہم : مصارف وقف	۱۶۹
عشر	۱۶۹
بانی وقف کی ذات	۱۷۱
بانی وقف کی اولاد	۱۷۲
کسی کا اپنی نسل، اولاد، عقب، آل اور اہل قرابت وغیرہ پر کوئی شئ وقف کرنا	۱۷۶
ہمسایوں کے لیے کوئی شئے وقف کرنا	۱۷۸
متفرقات	۱۸۰
باب دہم : احکام مساجد	۱۸۳
الفاظ وقف	۱۸۳
گھر کے وسط میں مسجد کا حکم	۱۸۴
وقتی مسجد	۱۸۴
قریب المرگ شخص کا مسجد بنانا	۱۸۴
جنازگاہ اور عیدگاہ کا حکم	۱۸۵
صحن میں عمارت اور عمارت کی جگہ صحن بنانے کا حکم	۱۸۵
راستے میں مسجد بنانا	۱۸۵
بانی مسجد کی غلط شرائط	۱۸۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صفحہ

مسجد کا قبضہ ۱۸۶
حق انتظام وخطابت وامامت ۱۸۶
ویران اور غیر آباد مسجد کا حکم ۱۸۷
باب یازدہم: دعویٰ وقف ۱۹۰
دعویٰ ۱۹۰
مدعی و مدعی علیہ ۱۹۲
وہ حالات جن میں دعویٰ قابل سماعت نہیں رہتا ۱۹۴
دعوے کا اثبات ۱۹۶
شہادت ۱۹۸
گواہی کا حسب دعویٰ اور باہمدگر موافق ہونا ۲۰۰
فیصلہ ۲۰۱
حکومت کا قانون بدل دینے کی شرعی حیثیت ۲۰۲
وقف اسلامی میں حکومت کے اختیارات ۲۰۳
باب دوازدہم: صک ۲۰۶
(دستاویز وقف) کی تیاری ۲۰۶
دستاویز وقف، امام شافعیؒ کی نقل کردہ دستاویز وقف ۲۰۶
ایک پرانا وقف علی الاولاد کا وقف نامہ ۲۱۰
خیراتی وقف، وقف نامہ مسجد

صفحہ

وزیر خان لاہور ۲۱۱
دستاویز وقف سے متعلق مسائل ۲۱۲
باب سیزدہم: تاریخ مسلم اوقاف ۲۱۵
اوقاف عہد نبوی ۲۱۵
مساجد ۲۱۵
دیگر اوقاف، حضرت ابوطلحہ کا باغ ۲۱۷
حضرت عمرؓ کی وقف کردہ اراضی ۲۱۸
حضرت عثمان غنی کے اوقاف ۲۱۹
رومہ اور دیگر کنوؤں کا وقف ۲۱۹
مسجد نبوی کی توسیع ۲۲۰
غزوۂ تبوک کے موقعہ پر سامان رسد کی فراہمی ۲۲۰
حضرت علیؓ کے اوقاف ۲۲۰
وقف آل بنی ہاشم ۲۲۱
حضرت فاطمہ اور حضرت زبیر کے وقف ۲۲۱
اوقاف عہد خلافت راشدہ ۲۲۲
انفرادی اوقاف ۱۲۲
اجتماعی و سرکاری اوقاف، مذہبی اوقاف ۱۲۳
رفاہ عامہ کے اوقاف ۱۲۴
نہروں کی تعمیر، مہمان سراؤں کا قیام
سڑکوں اور پلوں کی تعمیر ۱۲۵
نئی مفتوحہ اراضی ۱۲۶
قرض حسنہ کی سکیم ۱۲۷
اوقاف اسلامی: عمومی جائزہ ۱۲۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	صفحہ		صفحہ
مذہبی اوقاف	۲۲۷	مراکش	۲۴۵
مساجد	۲۲۷	شام ۔ فلسطین	۲۴۶
اوقاف حکومت	۲۳۰	عراق	۲۴۷
اوقاف اہلیہ ۔ مدارس	۲۳۱	طرابلس و سرنیکا	۲۴۸
رفاہی اوقاف	۲۳۳	سلطنت عثمانیہ	۲۴۹
ہسپتال (بیمارستان)	۲۳۴	مملکت مصر	۲۵۰
آب رسانی	۲۳۴	روس	۲۵۱
خاندانی اوقاف	۲۳۵	برصغیر پاک و ہند (قیام پاکستان سے پہلے)	۲۵۱
نظم و نسق	۲۳۶	قائد اعظم محمد علی جناح کی قابل قدر کاوش	۲۵۴
مسلم اوقاف ۔ ترکی	۲۳۷	قیام پاکستان کے بعد کی صورت حال	۲۵۵
اوقاف پاک و ہند	۲۳۸	تتمہ ۱ مسودہ قانون جواز وقف علی الاولاد	۲۵۷
غیر مسلموں کے اوقاف ریاست اسلامی میں	۲۴۱	اغراض و مقاصد مسودہ	۲۶۱
جدید صورت حال	۲۴۲	تتمہ ۲ قائد اعظم کی تقریر	۲۶۹
الجزائر	۲۴۳	تتمہ ۳ محکمہ اوقاف پاکستان کے	
تیونس	۲۴۴	قوانین و ضوابط	۲۸۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ الذی لم یلد و لم یولد و رزقنا مالًا للتصریف فیھا بالحق و علمنا ان المال ما ینفع الناس فیمکث في الارض ، والصلوۃ والسلام علی سید الرسل الذی جاء و غلق باب النبوۃ والرسالۃ وھو النور الذی فرق بین الحق والباطل، اما بعد۔

انسانوں میں وسائل کو بروئے کار لانے کی اہلیت اور وسائل پیداوار کو کما حقہ استعمال کرکے دولت پیدا کرنے کی صلاحیت یکساں نہیں ہے۔ مشاہدہ یہی ہے کہ نا اہل آدمی جمع شدہ وسائل اور دولت کو برباد کر دیتا ہے اور صاحب اہلیت نا مساعد حالات میں بھی پیداواری ذرائع جمع کرکے کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے۔ دراصل خالق انسان نے خود ہی انسانوں کو مختلف انواع صلاحیتیں سے پیدا کیا تاکہ انسانی معاشروں میں احتیاج و ہمدردی کی باہمی انسانی قدر پروان چڑھتی رہے۔ انسانی معاشرہ میں اگر ہمدردی کا عنصر مفقود ہوجائے تو یہ سوسائٹی حیوانوں کی بھیڑ بن جائے گی۔ انسانوں میں یہ صفت پیدا ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹ حب مال ہوتی ہے اور حب مال کی مرض کا بہترین علاج جو آج تک دنیائے انسانی میں معلوم ہے وہ ہے انفاق مال۔ یعنی مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ کوئی مال جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے وہ کسی نہ کسی طرح انسانی منفعت میں استعمال ہوتا ہے اور کسی بھی انسان کا اپنے مال کو دوسرے انسان کی منفعت کیلئے خرچ کرنا ہمدردی کے سوا وقوع پذیر نہیں ہوسکتا۔

یہی سبب ہے کہ تمام انبیاء کرام کی تعلیمات میں صدقہ و خیرات کا حکم موجود ہے جو دراصل خالق کائنات کا حکم ہے۔

اسلام نے صدقہ و خیرات کا مستحکم و منظم نظام پیش کیا ہے۔ جس کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ مال کا مالک صرف اور صرف اللہ وحدہ لا شریک ہے۔ انسان اس کا امین ہے اور امین کو چاہئے کہ مالک کی رضا کے مطابق خرچ کرے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس نظام میں زکوۃ، عشر، خمس، عشور، جزیہ، صدقہ الفطر وغیرہ کے ساتھ اوقاف کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

مہمات کتب فقہ میں وقف کے احکام تو پہلے سے موجود تھے لیکن اردو دان، انگریزی خواں ماہرین قانون اور دیگر متعلقین وقف کیلئے ان تک رسائی ممکن نہ تھی۔ جناب حکیم محمد سعید صاحب کو ہمدرد ٹرسٹ کے سلسلہ میں اسلامی قوانین وقف کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے ادارہ ہذا کے سابق ڈائریکٹر مولانا سید محمد متین ہاشمی رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ اس طرف مبذول کروائی جس کے نتیجہ میں مولانا ہاشمی رحمتہ اللہ علیہ نے جناب ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب کو اس کام کیلئے منتخب کیا۔ جناب ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب نے محنت شاقہ سے ان تمام تفصیلات کو جمع کیا۔ ان تمام احوال کا بنظر عمیق مطالعہ کیا جو بدلے ہوئے ماحول میں نئی نئی صورتوں میں وقوع پذیر ہو رہے ہیں۔ پھر ان احکام کی اخلاقی مشکلات کا احاطہ کرتے ہوئے اسلامی قوانین وقف کی ایک قابل عمل صورت پیش کی ہے۔ جس کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ اردو زبان میں وقف کے موضوع پر اتنی مفصل اور مدلل تحریر ابھی تک برصغیر میں سامنے نہیں آئی تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔

ادارہ جناب ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب کا بے حد ممنون ہے کہ انہوں نے اس اہم موضوع پر بڑی عرق ریزی سے کام کیا اور ایک ایسی کتاب تیار کی جو ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔

اس کتاب کو قارئین تک پہنچانے میں میرے رفقاء کار جناب حافظ محمد سعد اللہ صاحب، ریسرچ آفیسر اور جناب حافظ عبدالحفیظ صاحب ریسرچ اسسٹنٹ نے بڑی محنت سے کام کیا۔ میں ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

کتاب کے ظاہری و باطنی حسن کو معیاری بنانے کی سعی اپنی بساط بھر ہم نے کی مگر احتمال خطا برابر موجود ہے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اگر کہیں کوئی کمی نظر آئے تو ادارہ کو ضرور مطلع کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں درست کرلی جائے۔

حافظ غلام حسین
(ناظم ادارہ)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوۃ والسلام علی نبیہ

مقدمہ

"اوقاف" کا ادارہ زندہ قوموں کے حساس قومی اور ملی جذبوں کا عکاس ادارہ ہے' اس ادارے سے معاشرے کے کمزور حصوں کو "آب حیات" ملتا ہے۔ اور اس کے ذریعے قوم کی رگوں میں زندگی کے توانا جذبوں کی نشوونما ہوتی ہے۔ یہ ادارہ قوم کے نونہالوں کو ڈاکو اور لٹیرے بنانے کے بجائے' انھیں زندگی کے وسیع میدان میں دوسروں کی ہم نوائی عطا کرتا ہے۔ اس ادارے کے ذریعے مسجدیں آباد ہوتی ہیں' مدارس اور تعلیم گاہیں قائم کی جاتی ہیں' بیماروں کے علاج معالجے کے لیے ہسپتال' شفاخانے اور طبی ادارے کھولے جاتے ہیں۔ معذوروں اور قوم کے کمزور افراد کے لیے تعلیم و تربیت کے ادارے کام کرتے ہیں' لوگوں کو روزگار اور وظائف ملتے ہیں' الغرض وہ تمام امور انجام پاتے ہیں'جن سے قوموں کو زندگی ملتی ہے اور ملتیں بقائے دوام حاصل کرتی ہیں۔

درحقیقت یہ ادارہ فلاح و بہبود کے امور کی انجام دہی کے لیے حکومت کی امداد و اعانت کرنے والا' ایک پرائیویٹ ادارہ ہے کیونکہ اسلام میں بہبود عامہ کے تمام امور کی ذمہ دار حکومت (State) کو قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسلام نے اس کے ذریعے پرائیویٹ سیکٹر (Private Sector) کو بھی حکومت کا ہاتھ بٹانے کے لیے اس کے ساتھ شریک سفر کیا ہے۔

ایک دور وہ تھا' جب انسان تو انسان رہے' جانوروں کے لیے بھی' مسلمانوں کے ہاں متعدد "اوقاف" موجود تھے۔ خود "بغداد" میں انسانی علاج معالجے کے لیے قائم اداروں کے ساتھ ساتھ "حیوانات" کے لیے بھی شفا خانے موجود تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ایک آج کا دور ہے کہ تیسری دنیا (Third World)' بالخصوص مسلم ممالک کے بیشتر لوگوں کو علاج معالجے کی سہولتیں حاصل نہیں۔ دوسری طرف تعلیمی و تربیتی اداروں کا فقدان ہی نہیں' بلکہ قحط ہے۔ انسانی ضرورتوں کے یہ شعبے روپیہ کمانے اور انسانی مجبوریوں سے فائدہ اٹھانے کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔ معذوروں اور یتیم بچوں کے لیے اول تو تربیتی ادارے ہیں ہی نہیں' اور جو ہیں' وہ معیار کے اعتبار سے بہت کم درجے کے ہیں۔

اہل علم سے یہ بات بھی مخفی نہیں' کہ اقوام متحدہ جن اداروں کے ذریعے یتیموں اور معذوروں کی کفالت کا دعویدار ہے ان اداروں کے تحت کس قسم کی تعلیم و تربیت ملتی ہے----؟ اور کس طرح قوم کے نونہالوں کو ان کے آبائی دین سے برگشتہ کرنے کی مذموم کوشش کی جاتی ہے---- اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ادارے پر غیر مسلموں کا تسلط ہے جن مشن ہے کہ زیادہ سے زیادہ مسلمان بچوں کو "غیر مسلم" بنایا جائے اور بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ اپنے اس مشن میں بڑی حد تک کامیاب ہیں اور خود مسلم ممالک میں دھڑا دھڑ مسلمانوں کو غیر مسلم بنا رہے ہیں۔

غیر مسلموں کے شائع کردہ سالانہ اعداد و شمار کو اگر مبالغے پر بھی معمول کیا جائے' تو اس سے اتنی بات تو یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ وہ اسلامی دنیا میں بالخصوص اپنے مذموم عزائم کے لیے کام کر رہے ہیں اور اس میں انہیں کامیابی بھی حاصل ہو رہی ہے۔ آخر "اسلامی امہ" کب تک اس پہلو سے مجرمانہ غفلت و لاپروائی کا سلسلہ جاری رکھے گی؟ اور وہ اپنے "اوقاف" کے اداروں کے ساتھ' اس میدان میں معذوروں اور بے کس لوگوں کی کفالت کے لیے کب اترے گی؟

اس سوال کا جواب مستقبل ہی دے گا۔ اور مجھے یقین کامل ہے کہ انشاءاللہ جواب مثبت ہی ہوگا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زیر نظر کتاب ''اسلام کا قانون وقف' مع تاریخ مسلم اوقاف'' میں اسلام کے قانون وقف کا تعارف کروانے کی کوشش کی گئی ہے' اس میں ''وقف'' کے لغوی و اصلاحی پس منظر کے ساتھ اس کے ''قوانین'' پر بھی شرح و بسط کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے۔

اس سے قبل اردو زبان میں چند معمولی رسائل یا مضامین کے علاوہ اس موضوع پر کوئی بھی قابل ذکر کتاب موجود نہیں ہے' البتہ ''عربی زبان'' میں بعض اچھی اور مفید کتابیں موجود ہیں' جن پر ہم آئندہ گفتگو کریں گے۔

چونکہ ''اوقاف'' سے متعلق ''احکام'' نہ تو درس نظامی میں خصوصیت کے ساتھ پڑھائے جاتے ہیں اور نہ ہی کسی اور ذریعے سے اس کی تعلیم دی جاتی ہے' اس لیے وقف کے متعلق عوام تو عوام' خواص بھی ضروری باتیں نہیں جانتے' جس کا عام نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ اوقاف رکھنی والی مسلم امہ میں نہ صرف یہ نئے اوقاف قائم نہیں ہو رہے' بلکہ ایک ایک کر کے پرانے اوقاف بھی نامہربان ہاتھوں کے ذریعے خورد برد کیے جا رہے ہیں۔ اور عوام میں اسے محض ایک ''متروکہ جائیداد'' کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے' جسے کوئی بھی بااثر شخص اپنے نام باسانی منتقل کراسکتا ہے۔

ایک زمانہ تھا' جب ہر مسجد اور ہر دینی مدرسہ کے ساتھ وسیع و عریض اوقاف موجود تھے' اور ہر آنے والا حکمران ان اوقاف میں اضافہ کرتا تھا' مگر آج وہ سب کے سب اوقاف لوگوں نے ہضم کرلیے اور ان اداروں کو برباد کردیا۔ جو ان اوقاف کی مدد سے چلتے تھے۔ اس کتاب میں اس عنوان پر اور اس کے تدارک پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

''اوقاف'' کے نام پر جو ادارہ قائم کیا گیا ہے' جس کا سالانہ بجٹ بلا مبالغہ کروڑوں روپوں میں ہوتا ہے' اس کے تحت جو امور انجام دیئے جا رہے ہیں اس کتاب کے ذریعے ان کے حسن و قبح کو بھی جانا جاسکے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سطور بالا میں یہ ذکر آچکا ہے کہ "عربی زبان" میں اس عنوان پر معلومات کا بیش بہا ذخیرہ موجود ہے۔ یہ ذخیرہ معلومات احکام و مسائل کی ان تمام کتب میں ملتا ہے، جو "کتب فقہ کہلاتی ہیں" مثال کے طور پر المرغینانی کی کتاب الھدایہ، الکاسانی کی البدائع، ابن عابدین کا حاشیہ ردالمختار، ابن نجیم کی البحر الرائق اور فتح القدیر، اور فتاوی عالمگیری، اور فتاوی قاضی خان وغیرہ، ان تمام کتب میں کتاب الوقف کے عنوان سے مستقل کتب اور ابواب کے تحت مسائل و احکام کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ اس عنوان پر متعدد ارباب علم کی مستقل کتابیں بھی دستیاب ہیں، جن میں سے قدیم ترین ابوبکر احناف کی کتاب "احکام الاوقاف" اور ھلال الرای کی کتاب "احکام الاوقاف" ہیں، یہ دونوں کتابیں چونکہ قدیم انداز میں لکھی گئی ہیں، اس لیے ان کتب سے اہل علم و تحقیق تو استفادہ کرسکتے ہیں، مگر "عامتہ الناس" نہیں۔

اسی طرح کی ایک کتاب "کتاب الاسعاف فی احکام الاوقاف" ہے، یہ کتاب گذشتہ دونوں کتابوں سے مختصر ہے، لیکن اس میں "ائمہ کے اصولی موقف کے مطابق، احکام و مسائل کا استنباط نہیں کیا گیا، جس کی بنا پر، اس کے مطالعہ سے قاری کو دقت محسوس ہوتی ہے۔

اسی طرح محمد قدری پاشا علی حسن نے "قانون العدل و الانصاف" اور شیخ محمد زید نے مباحث وقف کے عنوان سے اس موضوع پر داد تحقیق دی ہے۔ اور چونکہ یہ دونوں کتابیں متاخر زمانے میں لکھی گئیں، اس لیے جزوی نقائص کے علاوہ ان میں "ترتیب" کی خوبی اور معلومات کی فراوانی بھی ملتی ہے۔ تاہم اس موضوع پر سب سے بہترین کتاب عبدالجلیل عبدالرحمان **عصوب** کی "کتاب الوقف" ہے۔ جس میں مختصر اور جامع طریقے سے اس عنوان پر قلم اٹھایا گیا ہے۔ مصنف مصر کی "عدالت شرعیہ" میں قاضی (جج)، ہونے کے ساتھ ساتھ کلیہ شرعیہ (مدرسہ القضاء الشرعی) میں ایک فاضل استاد بھی رہے، اس لیے جدید تقاضوں کے ساتھ ساتھ، ان کی نظر منابع شریعت پر بھی بہت گہری تھی۔ البتہ اس میں "اوقاف" کے تاریخی و سیاسی پہلو پر بحث نہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی گئی۔ جبکہ زیر نظر کتاب میں اس خامی کو بھی پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

تصنیف کا پس منظر بھی بیان کرنا مناسب ہوگا' رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ ر ۱۹۸۸ء میں مجھے مولانا سید محمد متین ہاشمی صاحب۔ رحمتہ اللہ۔ نے "احکام و تاریخ اوقاف اسلامی" کے عنوان سے ایک مبسوط مضمون لکھنے کو کہا' راقم نے دوماہ کی مسلسل کوشش کے بعد ایک مفصل مقالہ تحریر کر دیا' جسے مولانا کی زیرادارت شائع ہونے والے سہ ماہی مجلّہ المنہاج نے جنوری ۱۹۸۹ء میں شائع کر دیا۔

الحمداللہ "اہل علم" نے اس مقالے کی پذیرائی کی۔ خود مولانا ہاشمی صاحب کو بھی تعریفی خطوط موصول ہوئے' جس کے بعد' انہوں نے اسے کتابی شکل و صورت میں شائع کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

راقم نے جب کتابی نقطۂ نظر سے اس مقالے پر نظر ڈالی' تو اس مقالے کو مبسوط (۱۱۰ صفحات پر مشتمل) ہونے کے باوجود' بہت مختصر پایا' خاص طور پر احکام و مسائل کا حصہ بہت ہی مختصر تھا' اس لیے دوبارہ از سرنو تمام ماخذ کے مطالعے کے بعد' اس کو زیر نظر صورت میں مرتب کیا۔ جس میں مجھے مولانا محمد متین ہاشمی کی سرپرستی حاصل رہی۔

چونکہ اردو زبان میں یہ پہلی کاوش ہوگی' اس لیے مجھے پیشگی یہ اعتراف کر لینا چاہیئے' کہ میں موضوع کا حق ادا نہیں کر سکا۔ امید ہے قارئین کرام میری کوتاہیوں پر صرف نظر کے ساتھ اس کو مزید بہتر بنانے کے مفید مشوروں سے نوازیں گے اور اس کاوش کو شرف پذیرائی بخشیں گے۔

۱۵ جنوری ۱۹۹۰ء

ڈاکٹر محمود الحسن عارف
دارالعرفان' رحمان پارک' گلشن راوی'
لاہور۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب اول

تعریف وقف اسلامی

اسلامی وقف کی اساسی روح

اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے' جس نے انسانوں کے سامنے "فلاح دارین" یعنی دونوں جہانوں کی کامیابی و کامرانی کا نظریہ بھرپور اور جامع طریقے سے پیش کیا ہے۔ اسی لیے اسلام میں جہاں "عاقبت" سنوارنے اور اس میں کامیابی حاصل کرنے کے طریقے سکھائے گئے ہیں' وہاں موجودہ زندگی میں بھی کامیابی و ترقی حاصل کرنے کے زریں اصول بیان کئے گئے ہیں۔ پھر اسلام نے دونوں جہانوں کی کامیابی کے نظریئے کو اس طرح باہم مربوط و متلازم کر کے پیش کیا ہے کہ ایک کے بغیر دوسرے کی کامیابی کا تصور ناممکن ہو کر رہ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں جہاں عبادت کے طور طریقے سکھائے گئے ہے' وہاں زندگی گزارنے کے گر بھی تعلیم دیئے گئے ہیں اور جہاں حقوق اللہ کا ذکر کیا گیا ہے' وہاں حقوق العباد کو بھی اساسی اہمیت دی گئی ہے۔ اسی طرح اسلام میں جہاں اپنے ماننے والوں کو "آنے والی زندگی" میں سرخروئی حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ وہاں اس دنیا کو بھی بنانے اور سنوارنے کے لئے پاکیزہ ہدایات عطا فرمائی گئی ہیں۔

"اوقاف" کا نظام بھی اسی سلسلے کی ایک "کڑی" ہے۔ جس کے ذریعے معاشرے کی کمزوریوں کی اصلاح کر کے اسے توانائی بہم پہنچائی گئی ہے اور یوں یہ سبق دیا گیا ہے کہ "چلو تو زمانے کو ساتھ لیکے چلو"۔ لیکن اسلام نے جہاں جہاں انسانی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رویۓ اوراخلاق و کردار میں کوئی کمزوری دیکھی فوراً" اس کی اصلاح کے لیے احکام و ہدایات کا نزول فرما دیا- ایسی ہی ایک بشری کمزوری "مال اور جائداد" کی محبت بھی ہے' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وانہ لحب الخیر لشدید (۱)

بے شک وہ (انسان) تو مال سے سخت محبت کرنے والا ہے-

دوسری جگہ اس سے بھی واضح تر الفاظ میں بیان کیا:

زین للناس حب الشهوات من النساء والبنین و القنا طیر المقنطرة من الذهب و الفضہ و الخیل المسومہ والانعام والحرث ط ذلک متاع الحیوة الدنیا و اللہ عندہ حسن الماب (۲)

"لوگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزیں' یعنی عورتیں' سونے اور چاندی کے بڑے بڑے ڈھیراور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی باڑی زینت دار معلوم ہوتی ہیں (مگر) یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں اور خدا کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے-"

غور طلب بات یہ ہے کہ اسلام مال کمانے' مال رکھنے اور رزق حلال کھانے سے منع نہیں کرتا' بلکہ اسے وابتغوا من فضل اللہ (۳) قرار دے کر اس کی تلاش و جستجو کی حوصلہ افزائی کرتا ہے' لہٰذا محولہ بالا آیات میں مطلق "تونگری" یا "مال داری" کی مذمت نہیں کی گئی' بلکہ اس مال داری اور تونگری کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے' جس کی بنا پر دنیا میں حرص و آز کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور جس سے لوگوں میں صحیح اور غلط' حلال اور حرام نیز اچھائی اور برائی کی تمیز ختم ہو جاتی ہے اور جو دنیا میں بڑے بڑے قارون' بڑے بڑے فرعون و شداد اور بڑے بڑے ہامان و خاقان پیدا کرنے کا ذریعہ بنتی ہے-

اسلام مل جل کر' باہمی اخوت و بھائی چارے کے ساتھ رہنے پر زور دیتا ہے' اسی لئے اس نے جہاں "محنت" کی عظمت بیان کرکے محنت مزدوری کرنے والے انسانوں کی قدر و منزلت بڑھائی اور ان کی حوصلہ افزائی کی ہے- وہاں اس نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معاشرے کے متمول اور صاحب ثروت لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ معاشرے کے غریبوں، محتاجوں اور ضرورت مندوں کو خیرات نہیں بلکہ ان کا حق ادا کریں۔ فرمایا:

وفی اموالھم حق للسائل والمحروم (۴)

"اور ان کے مال میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں دونوں کا حق ہے"۔

اسی جذبے یعنی سرمایہ پرستی اور زر اندوزی کی حوصلہ شکنی اور اخوت و بھائی چارے کے جذبے کی نشوونما کے لئے اسلام نے "انفاق فی سبیل اللہ" کا ایک مربوط نظام پیش کیا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کی وسعت:

انفاق فی سبیل اللہ بظاہر تو ایک سادہ سا مرکب لفظ ہے، جس کے معنی ہیں "اللہ کی راہ میں خرچ کرنا" مگر یہ لفظ اپنے اندر اس قدر وسعت رکھتا ہے کہ اس میں اسلام کے کئی ارکان اور معاملات کے بہت سے پہلو بخوبی سما جاتے ہیں۔ چنانچہ اس میں زکواۃ سے لے کر صدقات، ہدایا اور روز مرہ کے اخراجات تک بہت سے امور شامل ہیں۔

بعض محققین کے خیال میں صدقہ بھی اپنے اندر وہی وسعت اور عمومیت رکھتا ہے، جو انفاق فی سبیل اللہ کے لفظ میں ہے، اس اعتبار سے اسے، انفاق فی سبیل اللہ ہی کے مترادف لفظ خیال کرنا چاہئے۔(۵)

پھر لفظ صدقہ خواہ "انفاق فی سبیل اللہ" کا مترادف ہو، یا اس سے خاص، بہرصورت یہ ایسے عطیے کی غمازی کرتا ہے، جو "صدق دل" یا "صدق نیت" کے ساتھ راہ خدا میں صرف کیا جائے، گویا "صدقہ" کے لیے "خلوص نیت" کا ہونا اولین شرط ہے۔(۶)

پھر بعض صدقات تو ایسے ہیں، جو صدقہ کنندہ کی ملک سے منتقل ہو کر دوسرے شخص کی ملک میں داخل ہوجاتے ہیں، جیسے زکواۃ، صدقہ فطر اور صدقات نافلہ اور صدقات واجبہ وغیرہ، کہ ان سب میں "تملیک" یعنی دوسرے شخص کو متعلقہ شی کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مالک بنانا ضروری ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو اس صدقے کی تکمیل نہیں ہوتی۔ جبکہ ان کی دوسری قسم ایسے صدقات پر مشتمل ہوتی ہے جو صدقہ کنندہ کی ملک سے تو بے شک خارج ہو جاتے ہیں، مگر کسی دوسرے فرد کی ملکیت قرار نہیں پاتے، بعض فقہاء (مثلاً احناف میں سے امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ) نے صراحت کی ہے کہ ایسا صدقہ براہ راست اللہ تعالی کی ملک میں منتقل ہو جاتا ہے اور کسی انسان کی ملک میں باقی نہیں رہتا۔ صدقات کی اس نوع کو وقف (جمع اوقات) کہا جاتا ہے۔ اس طرح لفظ صدقہ اور لفظ وقف میں باہم "عام اور خاص" کی نسبت ہے، یعنی ہر وقف صدقہ ہے، مگر ہر صدقے کا وقف ہونا ضروری نہیں۔

اس تفصیل سے ایک شبہے کا جواب بھی آگیا، وہ یہ کہ آخر کیا وجہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں لفظ "وقف" اس خاص مقصد کے لیے مستعمل نہیں ہے، بالفاظ دیگر قرآن و حدیث میں "وقف" کے عدم ذکر کی وجہ کیا ہے؟ تو چونکہ قرآن و حدیث میں بے شمار مقامات پر "انفاق فی سبیل اللہ" اور "صدقہ" کرنے کا ذکر آیا ہے، تو اس لیے بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن و حدیث میں معنوی طور پر "وقف" کا ذکر موجود ہے یا یہ کہ قرآن و حدیث میں گو اس مقصد و مفہوم کے لیے لفظ وقف تو کہیں استعمال نہیں کیا گیا، تاہم اس کا بنیادی تصور کئی مقامات پر شرح و بسط کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ تفصیل آگے آئے گی۔

اس پس منظر میں وقف کی اصل روح کا تلاش کرنا بھی مشکل نہیں رہا۔ اس لیے کہ وقف کی اصل روح لفظ صدقہ اور انفاق فی سبیل اللہ میں تلاش کی جاسکتی ہے، جس کا مقصد محض اور محض رضائے خداوندی کا حصول ہے، جس کا ذکر سورۃ اللیل میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے:

وسیجنبها الاتقی الذی یوتی ماله یتزکی وما لاحد عنده من نعمة تجزی ○ الا ابتغاء وجه ربه الأعلی ولسوف یرضی۔(۷)

"اور جو بڑا پرہیزگار ہے، وہ اس جہنم سے بچالیا جائے گا۔ جو اپنا مال دیتا ہے،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تاکہ پاک ہو' اور (اس لیے) نہیں دیتا کہ اس پر کسی کا احسان (ہے) جس کا وہ بدلہ اتارتا ہے۔ بلکہ اپنے خداوند اعلیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے اور وہ عنقریب خوش ہو جائے گا"۔

(ب) مشروعیت و حکمت:

"قانون وقف" کی ابتدا کا "دور نبویؐ" ہی سے مسلم ہے' اس لحاظ سے اس کی مشروعیت اور اجازت ہر شک و شبہے سے بالاتر ہے' تاہم مصادر سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی زمانے میں وقف کی قانونی حیثیت مختلف فیہ رہی ہے' گو اس کے بعد تمام مسالک کے فقہا اس کی بنیادی باتوں پر متفق نظر آتے ہیں۔

"قانون وقف" کے ضمن میں ابتدائی دور کا مذکورہ بالا اختلاف' جس کی تفصیل ہمیں امام شافعیؒ کی کتاب الام میں' سوال و جواب کی صورت میں ملتی ہے' درحقیقت اس بارے میں چند شبہات' یا زیادہ بہتر الفاظ میں' خلط مبحث' پر مبنی تھا۔ ہمارے خیال میں یہ "خلط مبحث" زیادہ تر اصطلاح کی تبدیلی (صدقہ سے وقف) سے پیدا ہوا۔ اختلاف کو رفع کرنے میں احناف میں سے امام ابو یوسفؒ اور شوافع میں سے خود امام شافعیؒ نے قائدانہ کردار ادا فرمایا' جس کے لیے بجا طور پر وہ ستائش کے مستحق ہیں۔

امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الام میں اس مکالمے کی پوری تفصیل لکھی ہے' جو ان کا کسی مخالف کے ساتھ ہوا تھا۔ جس کا نام انہوں نے نہیں لیا' اس بحث کی ابتدا کرتے ہوئے امام لکھتے ہیں:

> "بعض لوگ صدقات محرمات (اوقاف) میں ہمارے مخالف ہیں اور کہتے ہیں کہ جس شخص نے کوئی صدقہ محرمہ (وقف) کیا' تو اس کا یہ صدقہ باطل ہوگا اور صدقہ کردہ شی زندگی میں بدستور اس کی اور اس کی موت کے بعد اس کے ورثاء کی ملکیت ہوگی' خواہ اس نے اس پر قبضہ کیا ہو' یا نہ"(۸)

"قانون وقف" کی مخالفت کرنے والوں کی اس فہرست میں سب سے پہلا نام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مشہور تابعی "قاضی شریح" اور "امام شعبی" کا لیا جاتا ہے۔ ان دونوں ائمہ کا خیال تھا کہ وقف کر دینے سے مذکورہ شی متعلقہ فرد کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتی بلکہ وہ بدستور اس کا مالک و متصرف رہتا ہے اور اگر وہ چاہے تو اسے فروخت بھی کر سکتا ہے۔ ان دونوں جلیل القدر ائمہ کا استدلال یہ تھا کہ:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حبیس (وقف شدہ) اشیاء کو فروخت فرمایا"(۹) علاوہ ازیں وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک (مرفوع و موقوف) روایت سے بھی استشہاد کرتے تھے اور جس میں مذکور ہے کہ:

لا حبس عن فرائض اللہ۔ (۱۰)

اللہ تعالیٰ کے فرائض (مقرر کردہ شرعی حصوں) سے کوئی شی روک نہیں سکتی۔

امام شافعیؒ اور دیگر فقہاء ان دونوں باتوں کی تردید فرماتے ہیں' امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الام میں نام لیے بغیر اپنے مخالفین سے جس مناظرے کا ذکر فرمایا ہے' اس میں انہوں نے مذکورہ بالا دونوں اقوال پر بھی کھل کر بحث کی ہے۔(۱۱)

امام شافعیؒ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب عمل کا یہ جواب دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن احباس (اوقاف) کو فروخت یا آزاد فرمایا' ان کا تعلق مشرکین کی بیہودہ رسوم سے تھا۔ مثال کے طور پر قرآن مجید میں مشرکین کے بحیرہ' سائبہ' وسیلہ اور حام نام کے جانوروں کے بارے میں یہ مذکور ہوا ہے کہ ان جانوروں کو آزاد اور کھلا چھوڑنے کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی حیثیت نہیں۔(۱۲) تاہم اس سے آگے کوئی حکم مذکور نہیں ہے۔ جبکہ آنحضورؐ نے اس حکم کا عملی نفاذ فرمایا اور ایسے تمام جانوروں کو ان کے سابقہ مالکان کی جانب لوٹا دیا یا فروخت کر دیا۔ اس کی تائید اس ناقابل تردید شہادت سے بھی ہوتی ہے کہ دور جاہلیت میں جائیداد کی قسم کے اوقاف بالکل ہی موجود نہ تھے۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ آنحضورؐ نے جن احباس (اوقاف) کو فروخت فرمایا تھا' ان کے عدم جواز کا ابھی تک وہی حکم ہے جو آپؐ کے زمانے میں تھا۔(۱۳)۔ شمس الائمہ السرخسی امام شافعیؒ کے مذکورہ موقف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی تائید کرتے ہوئے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مذکورہ قول کو بھی اسی پر محمول کرتے ہیں کہ اس سے مراد باطل اوقاف ہیں، جائز اوقاف نہیں۔(۱۴)

امام ابوحنیفہ کا مسلک اور حنفی ائمہ کا ردعمل

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی شریح اور امام شعبی کی طرح "وقف" کے متعلق بعض دیگر بزرگوں کا ذہن بھی صاف نہ تھا، ان میں "امام ابوحنیفہؒ" جیسی مقتدر شخصیت بھی شامل ہے۔

امام صاحب کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ "وقف" کو نہ تو انتقال ملکیت کا ذریعہ سمجھتے تھے اور نہ ہی وہ اس کو عقد لازم قرار دیتے تھے، ان کے ہاں "وقف" کے لزوم کی دو صورتیں ہیں: اولاً یہ کہ قاضی اس کے لزوم کا فیصلہ کر دے اور ثانیاً یہ کہ "واقف" کی موت واقع ہو جائے، ان دو صورتوں کے علاوہ ان کے ہاں واقف کو اپنے وقف کے متعلق جملہ قسم کے حقوق تصرف حاصل رہتے ہیں، وہ اسے فروخت کر سکتا ہے اور ہبہ بھی۔ تاہم ان کے ہاں "مسجد" اس کلیے سے مستثنیٰ ہے۔(۱۵)

امام صاحب کا یہ موقف چونکہ قرآن و سنت کی صحیح نصوص کے خلاف ہے اور پھر بجائے خود تضاد بیانی کا مظہر بھی ہے (کہ عام اوقاف کے لیے الگ حکم ہے اور مساجد کے لیے الگ)، اس لیے ان کے اس مسلک کو نہ صرف یہ کہ حنفی فقہا نے اختیار نہیں کیا،(۱۶) بلکہ خود امام صاحب کے عزیز ترین شاگردوں نے اس پر کھل کر تنقید کی ہے، مثال کے طور پر امام صاحب کے انتہائی معتمد علیہ شاگرد امام محمدؒ نے وقف کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کی رائے کو رد کرتے ہوئے، اس رائے پر سخت ترین تبصرہ کیا ہے۔ مثلاً وہ وقف کے متعلق فرماتے ہیں:

> "لوگوں نے امام ابوحنیفہؒ اور ان کے رفقا کا مسلک اس لیے اختیار کیا ہے، کیونکہ ان کے ہاں لوگوں پر تحکم (ذاتی حکم) نہیں پایا جاتا، لیکن اگر یہ لوگ بھی لوگوں پر، بغیر حدیث یا قیاس کے تحکم چلانے لگ جائیں، تو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لوگ ان کی تقلید بھی چھوڑ دیں گے اور اگر تقلید ہی کرنا ہو (دلیل کی بات درمیان میں نہ ہو) تو امام ابو حنیفہؒ سے پہلے کے بزرگ، مثلاً حسن بصریؒ اور ابراہیم النخعیؒ وغیرہ اس کے زیادہ مستحق تھے۔"(۱۷)

گویا امام محمدؒ کے خیال میں امام ابوحنیفہؒ کا وقف کے متعلق یہ قول بے اصل ہونے کی بنا پر محض تحکم (ذاتی رائے) کی حیثیت رکھتا ہے۔ بقول سرخسی امام محمدؒ نے اسی بنا پر امام ابوحنیفہؒ کے مذکورہ قول کو چنداں اہمیت نہ دی اور اس سے مسائل متفرع نہ کئے اور یہ کام صاحبین کے شاگردوں الخصاف اور ہلال (۱۸) وغیرہ نے انجام دیا۔

القصہ مذکورہ بالا تین بزرگوں اور بعض مالکیہ کے سوا جمہور فقہاء اور جمہور امت کے نزدیک "قانون وقف" پوری طرح ثابت شدہ اور ایک مسلمہ ضابطہ شریعت ہے۔

امام شافعیؒ اور نامور حنفی عالم سرخسی نے "قانون وقف" کی مشروعیت کے حق میں حسب ذیل دلائل پیش کیے ہیں:

ا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور جمہور امت کا تعامل۔

ب۔ قانون وقف مساجد سے استدلال۔

ج۔ لوگوں کی اقتصادی، معاشی اور دینی ضروریات کا اقتضاء (۱۹)

ان میں سے ہر ایک دلیل اس پائے کی ہے کہ اس سے "قانون وقف" کی تمام جزئیات کی مشروعیت ثابت کی جاسکتی ہے۔

حکمت وقف اسلامی

سطور بالا میں دی گئی تفصیل سے اسلام میں اوقاف کی حکمت و مصلحت پر بھی روشنی پڑتی ہے، وہ اس طرح کہ نظام "اوقاف" سے جس طرح انسانوں کی دینی اور مذہبی ضروریات پوری ہوتی ہیں (مثلاً مساجد، مدارس اور خانقاہیں وغیرہ تعمیر ہوتی ہیں)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح اوقاف سے انسانوں کی طبعی و معاشی ضروریات کی بھی کفالت ہوتی ہے۔ کیونکہ اوقاف کے ذریعے نہ صرف یہ کہ زمینیں وقف کی جاتی ہیں بلکہ کنوئیں' چشمے' حوض' پانی نکالنے اور ذخیرہ کرنے کے دیگر ذرائع' نیز سڑکیں' شاہراہیں اور اسی طرح کی بے شمار ایسی اشیاء وقف کی جاسکتی ہیں۔ جو بلا امتیاز لوگوں کے لیے انتہائی مفید اور نفع مند ہوتی ہیں۔ پھر "وقف شدہ" شی چونکہ بذات خود قائم رہتی ہے' اور فقط منافع میں عوامی شرکت کا ذریعہ بنتی ہے۔ اسی لئے اس کے فوائد و ثمرات تا دیر جاری و ساری رہتے ہیں اور لوگوں کو طویل مدت تک اس سے استفادے کا موقعہ ملتا رہتا ہے۔

لغوی و اصطلاحی تحقیق

لغوی تحقیق: یہ عجیب بات ہے' کہ لفظ وقف (مصدر' ج: اوقاف) کو تاریخ اسلام میں جس مفہوم اور جس مقصد کے لیے عام استعمال کیا جاتا ہے' قرآن مجید' حدیث نبویہؐ اور قدیم ادب عربی میں اس کا اس مفہوم میں استعمال کہیں نظر نہیں آتا۔ قرآن مجید میں یہ لفظ استعمال ضرور ہوا ہے' مگر فقط اپنے لغوی تناظر' یعنی "ٹھہرنے اور روکنے" کے مفہوم میں مثلاً:

وقفوا هم انهم مسئولون (۲۰) اور ان کو ٹھہراؤ کہ ان سے کچھ پوچھنا ہے۔

اسی طرح ذخیرہ احادیث میں بھی' گو یہ مادہ بکثرت مستعمل ہوا ہے' مگر ہمیشہ اپنے لغوی مفہوم میں' مثال کے طور پر فرمان نبویؐ ہے:

لو يعلم المارين يدى المصلى ماذا عليه من الا ثم لكان ان يقف اربعين خيرا" له ....(۲۱)

"اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جانتا کہ اس پر کتنا گناہ ہوگا' تو وہ چالیس تک کھڑے رہ کر انتظار کرتا"۔ (چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال)

اسی طرح شعرائے جاہلیت نے بھی اس لفظ سے اپنے اشعار و قوافی کو مزین

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ضرور کیا ہے' مگر ہمیشہ اس کے لغوی سیاق و سباق میں مثال کے طور پر مشہور جاہلی شاعر امروء القیس کہتا ہے:

قفا نبک من ذکرای حبیب و منزل

بسقط اللوی بین الدخول فحومل (۲۲)

ایک اور شاعر اپنی ناقہ کے بارے میں زمزمہ سنج ہے:

وقفت علی اربع لمیہ ناقتی　　　فما زلت ابکی عندہ واخاطبہ (۲۳)

جبکہ اس کے اصطلاحی مفہوم یعنی "صدقہ کرنے" کا کسی جگہ ذکر نہیں ملتا۔

اسلامی تاریخ کے ابتدائی سالوں' یعنی عہد نبوی یا عہد ابی بکر تک وقف کے سابقہ معانی (ٹھہرنے' رکنے) ہی برقرار رہے' مگر پھر جلد ہی اس میں تبدیلی آئی اور لفظ "وقف" کو اپنے لغوی مفہوم کے ساتھ ساتھ اس کے اصطلاحی مفہوم میں بھی استعمال کیا جانے لگا' یہ تبدیلی غالباً" عہد خلافت راشدہ میں اور خلافت راشدہ میں سے بھی تعیین کے ساتھ "عہد فاروقی" میں عمل میں آئی۔

۲ ۔ اصطلاحی مفہوم: اصطلاحی طور پر وقف بہ معنی موقوف (وقف شدہ شی) استعمال ہوتا ہے' اسے Endowment or analieble property کہنا چاہئے' بقول شمس الائمہ السرخسی وقف کے معنی "کسی شی کو محفوظ کرنے اور کسی تیسرے فرد کی ملکیت میں جانے سے بچانے کے ہیں (ھو حبس المملوک عن التملیک من الغیر (۲۴)" آگے چل کر اس کے مفہوم میں مزید وسعت پیدا ہوئی اور اس سے درج ذیل اشیاء مراد ٹھہرائی جانے لگیں:

(۱) وہ اراضی جو مسلمان باقاعدہ جنگ میں کامیابی اور غلبے کے ذریعے حاصل کریں' یا ایسی زمین کہ جس کے مالکان مسلمانوں کے ساتھ خراج ادا کرنے کی شرط پر مصالحت کرلیں۔ ایسی تمام زمینیں سرکاری بیت المال یا مسلم حکومت Muslim State کی ملکیت ہوتی ہیں اور وقف عام بھی (۲۵)

(۲) ایک یا ایک سے زیادہ افراد کی جانب سے کسی چیز کا فی سبیل اللہ نیک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مقاصد اور رفاہ عامہ کے لئے وقف کیا جانا' مثال کے طور پر مساجد' مدارس' ہسپتالوں' قلعوں' سراؤں' قبرستانوں' پانی پینے کے ذرائع' اور غرباء کے لیے دیگر رفاہی کاموں کا اجراء۔

۳۔ مسالک فقہ میں وقف کی تعریف: وقف کے بنیادی تصور' اس کے مقاصد اور طریقہ کار میں اتفاق کے ساتھ ساتھ فقہی مسالک میں وقف کی تعریف میں جزوی اختلاف پایا جاتا ہے' مثال کے طور پر امام ابو حنیفہؒ وقف کی یہ تعریف فرماتے ہیں:

هو حبس العين على ملك الواقف والتصدق بالمنفعة بمنزلة العارية (۲۶)

"وقف کسی شی کو وقف کنندہ کی ملکیت میں روک دینا اور اس کے فوائد (ثمرات) کو صدقہ کر دینا ہے' جیسے عاریتاً" لی ہوئی شی۔"

اس تعریف سے واضح ہوتا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک "وقف" کردینے سے (مساجد کے سوا) موقوفہ شی وقف کنندہ (واقف) کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتی' بلکہ وہ بدستور اسی کی ملکیت میں رہتے ہوئے' اس کے فوائد و ثمرات کے صدقہ کا ذریعہ قرار پاتی ہے' یہی وجہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک واقف کو اس وقت تک اپنی موقوفہ شی کو فروخت کرنے یا ہبہ کرنے کا حق باقی رہتا ہے' جب تک کہ "قاضی" اس وقف کے استحکام کا فیصلہ نہ کردے یا پھر واقف وقف کے لئے ایسے الفاظ استعمال نہ کرے جو وصیت کے قائم مقام ہوں' مثال کے طور پر وہ یوں کہے کہ "میں اس مکان میں موجود غلے کے ذخیرہ کے متعلق یہ وصیت کرتا ہوں ..... پھر واقف کی موت واقع ہو جائے۔ تاہم امام صاحبؒ کی یہ رائے چونکہ جمہور اور خود حنفی فقہا کے بھی خلاف ہے' اس لیے اس کو مرجوح سمجھنا چاہیئے۔ (۲۷)

امام ابو یوسفؒ اور امامؒ محمد دونوں کے نزدیک وقف نام ہے:

هو حبس العين على حكم ملك الله تعالى على وجه تعو والمنفعة الى العباد (۲۸)

"کسی شی کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے حکم پر اس طرح روک دینا کہ اس کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منافع لوگوں کی طرف لوٹائے جا سکیں۔"

گویا ان ائمہ کرام کے نزدیک کسی شی کو وقف کردینے سے' وہ شی واقف کی ملکیت سے نکل کر اللہ تعالی کی ملکیت میں منتقل ہوجاتی ہے اور اپنی بقا تک اس حالت میں برقرار رہتی ہے اور متعلقہ افراد کے لئے استفادے کا ذریعہ بنی رہتی ہے' بنا بریں وقف شدہ چیز کو اس کا سابق مالک نہ تو فروخت کرسکتا ہے اور نہ ہی اسے ہبہ کرسکتا ہے اور نہ ہی کسی اور طریقے سے اس پر اپنی ملکیت جتلا سکتا ہے (۲۹) اور جیسا کہ اوپر گزرا' احناف کے ہاں مفتی بہ قول یہی ہے' لہٰذا اسی کو احناف کا اجتماعی مسلک خیال کرنا چاہئے۔

امام شافعیؒ نے وقف کی تعریف ایک اور نہج سے فرمائی ہے' وہ اس طرح کہ وہ فرماتے ہیں:

العطایا التی تتم بکلام المعطی دون ان یقبضھا المعطی (۳۰)

"وقف ان عطیات میں سے ہے کہ جو معطی کے محض کہنے سے مکمل ہو جاتے ہیں' ان پر کسی کا قبضہ ضروری نہیں ہوتا۔"

گویا امام شافعیؒ کے نزدیک بھی "موقوفہ" شی پر کسی انسان کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی' اسی لیے اس کی صحت کے لیے قبضے کی شرط ضروری نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام شافعیؒ کا مسلک بھی جمہور احناف کے قریب تر ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کے مسلک پر اس کی جامع مانع تعریف یوں کی گئی ہے:

ھو تحبیس الاصل و تسبیل الثمرہ (۳۱)

"اصل شی کو محفوظ رکھنا اور اس کے منافع کو تقسیم کرنا وقف ہے۔"

امام مالکؒ کے مسلک پر وقف (یا حبس) کی تعریف حسب ذیل طریقے پر کی گئی ہے:

قال یونس قال ربیعہ کل ما جعل صدقتہ حبسا" او حبس ولم تسم فیہ صدقہ فھو کلا صدقہ تنفذ فی موا ضع الصدقہ وعلی وجہ ما ینتفع بذالک فیہ ان کانت دواب ففی الجھاد وان کانت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غلہ اموال فعلی منزلتہ ما یری الوالی من وجہ الصدقہ (۳۲)

"یونس ربیعہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہر وہ شی جسے "صدقہ حبس" کے عنوان سے صدقہ کیا جائے' یا وہ "حبس" کی نیت سے صدقہ کرے اور "صدقہ" کا نام نہ لے' تو ایسی تمام اشیا صدقہ ہی ہو نگی' جنہیں مواقع صدقہ ہی میں صرف کیا جاسکے گا' نیز اس طرح کہ اس سے لوگ مستفید ہوں' مثال کے طور پر اگر وہ چوپائے ہوں' تو انہیں جہاد میں استعمال کیا جائے اور اگر "غلہ" ہو تو اسے والی ر حاکم جہاں مناسب سمجھے خرچ کرسکتا ہے۔"

اس عبارت کے چند سطروں کے بعد امام ابن القاسم صاحب مدونہ مزید صراحت فرماتے ہیں:

وسئل مالک عن الرجل اوصی بوصیتہ واوصی فیھا بامور فکان فیما اوصی بہ ان قال داری حبس ولم یجعل لھا مخرجا" فلا ندری اکان ذالک عنہ نسیانا" اوجھل الشھود ان یذکرون ذالک فقال مالک اراھا حبسا" فی الفقراء والمساکین- (۳۳)

"امام مالک سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے چند وصیتیں کیں۔ جن میں سے ایک وصیت یہ بھی تھی کہ میرا یہ گھر حبس (وقف) ہوگا۔ مگر اس کا مصرف اس نے بیان نہ کیا' مجھے علم نہیں کہ آیا وہ بھول گیا تھا یا گواہوں کو اس کا علم نہ ہوسکا کہ وہ اسے یاد رکھ سکتے۔ اس پر امام مالکؒ نے کہا کہ میرے خیال میں وہ مکان فقراء اور مساکین پر وقف ہوگا۔"

مذکورہ بالا دونوں عبارتوں سے مترشح ہوتا ہے کہ امام مالکؒ کا مسلک اس ضمن میں "بین بین" ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک ایک طرف تو "موقوفہ" شی صدقے کے حکم میں ہے۔ یعنی صدقے کی طرح وہ اس کے سابق مالک کی ملکیت سے خارج ہوجاتی ہے' تاہم اس سے آگے انہوں نے اس کی تفصیل بیان نہیں فرمائی کہ آیا وہ متعلقہ لوگوں کی ملکیت ہو جاتی ہے یا پھر وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں برقرار رہتی ہے۔

دوسری طرف امام مالکؒ' امام ابوحنیفہؒ کی طرح کسی شی کو بطور "وصیت" وقف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنے سے اس کی موقوفانہ حیثیت کو مستحکم خیال کرتے ہیں اور اس کا منافع فقراء و مساکین پر صرف کرنے کے حامی ہیں خواہ اس بارے میں "موصی" (وصیت کنندہ) کی طرف سے اس کی صراحت ملے یا نہ ملے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وقف (جمع اوقاف) سے مراد ایسی شی ہے جو خود کو قائم رکھتے ہوئے۔ بعض فوائد و منافع کے حصول کا ذریعہ بنے۔ مثال کے طور پر زمین ر جاگیر ہونے کی صورت میں غلہ' باغ ہونے کی صورت میں پھل وغیرہ اور جانوروں کی صورت میں ان کا دودھ' کرایہ وغیرہ۔ اور اس کا سابقہ مالک کلی طور پر ان منفعتوں سے دستبردار ہو جاتا ہے۔ اور وہ ان کے منافع کے متعلق شرط لگا دیتا ہے کہ وہ مطلوبہ کارخیر میں صرف ہوتے رہیں۔

وقف کے مترادف الفاظ

جیسا کہ سطور بالا میں گزرا۔ اس خاص مفہوم میں وقف کا لفظ رفتہ رفتہ استعمال ہونے لگا' اسی لیے ہمیں اس خاص مفہوم کو بیان کرنے کے لیے دیگر الفاظ بھی ملتے ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ **تحبیس :** تحبیس کا مادہ "حبس" ہے حبس کے معنی ہیں : "قید کرنا۔ عن الشئی۔ روکنا۔ الشی پورے طریقے سے حفاظت کرنا الشئی بالشئی' پورے طریقے سے ڈھانپنا یا احاطہ کرنا المال علی کذا وقف کرنا"

جبکہ اصطلاحی طور پر "**تحبیس**" کا لفظ مال کو راہ خداوندی میں وقف کرنے کے لیے ہی مستعمل ہے--- اور جیسا کہ اوپر گزرا مالکی فقہ میں' اور کسی حد تک شافعی فقہ میں بھی وقف کے بجائے "حبس" کا لفظ ہی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ مصر سمیت بعض افریقی ممالک' مثلاً مراکش اور الجزائر میں "وقف" کو "**الحبس**" کہا جاتا ہے جس کا واحد حابس ہے۔ اسی بنا پر فرانس کی قانونی زبان میں اسے Habous ہی کہتے ہیں۔

۲۔ **تسبیل :** تسبیل کا مادہ سبل (س ب ل) ہے۔ اور سبل (**از باب تفعیل**) کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معنی ہیں: اللہ کی راہ میں خیرات کرنا' الشی- مباح کرنا' الستر پردہ لگانا- اور جب یہ لفظ اسی سیاق و سباق میں استعمال کیا جائے تو اس صورت میں تسبیل سے فقط اول الذکر معانی ہی مراد ہوتے ہیں- یعنی کوئی شی اللہ کی راہ میں خیرات کر دینا یا اللہ کی راہ میں کوئی شی صدقہ کر دینا وغیرہ-

۳- تحریم: تحرم کا مادہ حرم (ح ر م) ہے جس کے لغوی معنی شی کے حرام ہونے کے ہیں- تاہم اصطلاحی طور پر اس سے مراد ہوتا ہے "کسی شی کو روک دینا" یعنی اس کی خرید و فروخت اور انتقال جائیداد کے دیگر ذریعے- اس شی کی حد تک ممنوع اور حرام ہو جاتے ہیں- اسی لیے وقف کرنے کے لیے "صدقہ محرمہ" کا جملہ استعمال کرنا بھی درست ہو سکتا ہے-

۴- تحریر: تحریر کا لفظ حر (ح ر ر) سے ہے- جس کے معنی آزاد ہونے کے ہیں' تاہم باب تفعیل (تحریر) سے اس کا مفہوم "کسی شی کو آزاد کرنے" کا ہے- یعنی کسی شی کو اللہ تعالی کے لیے وقف یا آزاد کر دینا- قرآن مجید میں حضرت مریمؑ کی والدہ (حنہ' زوجہ عمران) کی زبانی یہ نقل کیا گیا ہے:

"اذ قالت امرة عمران رب انی نذرت لک مافی بطنی محررا فتقبل منی-" (۳۴)

"(وہ وقت یاد کرنے کے لائق ہے) جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے پروردگار جو (بچہ) میرے پیٹ میں ہے' میں اس کو تیری نذر کرتی ہوں اسے دنیا کے کاموں سے آزاد رکھوں گی' تو اسے میری جانب سے قبول فرما"-

اسی بنا پر وقف کو "صدقہ محررہ" بھی کہا جاتا ہے اور "تحریر" کے الفاظ سے بھی وقف کرنے کی گنجائش ہے-(۳۵)

وقف کرنے کا حکم:

اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ وقف کرنے سے اشیاء وقف ہو جاتی ہیں' اور ان کا وقوع حسب شرائط درست ہوتا ہے' البتہ اختلاف اس کے لزوم و

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وجوب میں ہے' امام ابو حنیفہؒ کے ہاں وقف کی حیثیت محض ایک عاریت کی ہے' لہٰذا مالک اپنی موقوفہ شے میں جو چاہے تصرفات کر سکتا ہے' یعنی وہ اسے فروخت بھی کرسکتا ہے' عاریت پر بھی دے سکتا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے نزدیک وقف کا لزوم نہیں ہوتا۔ جبکہ صاحبین اور جمہور فقہاء کے نزدیک وقف سے متعلقہ شی واہب کی ملکیت سے خارج ہو جاتی ہے اور اسے اس پر تصرف کرنے کا حق حاصل نہیں رہتا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک وقف سے اس کا لزوم ہو جاتا ہے۔ اسی قول پر فتویٰ ہے اور امت مسلمہ کا تعامل بھی یہی ہے۔

(د) فضائل و فوائد:

شریعت اسلامیہ میں "خدا کی راہ" میں "اوقاف" وقف کرنے کے بے شمار فوائد و فضائل بیان ہوئے ہیں۔ ان کی تفصیل دینا نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی مقصود۔ چند اشارات پر اکتفا کرنا مناسب ہوگا:

۱۔ اس کا حصول بر کا ذریعہ ہونا:

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔" (۳۶)

"جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمہیں عزیز ہیں (راہ خدا میں) صرف نہ کرو گے کبھی نیکی حاصل نہ کرسکو گے۔"

روایات کے مطابق جب یہ آیت نازل ہوئی' تو حضرت طلحہ انصاریؓ نے مدینہ منورہ میں موجود اپنا باغ راہ خدا میں وقف فرما دیا۔ اور چونکہ یہ عمل آنحضورؐ کے حکم کے مطابق تکمیل پذیر ہوا تھا۔ لہٰذا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وقف کا عمل خاص طور پر "حصول بر" کا ذریعہ ہے۔

۲۔ انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ کی فضیلت:

علاوہ ازیں جیسا کہ سطور بالا میں بیان ہوا' "وقف" انفاق فی سبیل اللہ اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"صدقہ" ہی کی ایک قسم ہے' اس طرح گویا وہ تمام فضائل' جو صدقہ کرنے والے اور انفاق فی سبیل اللہ کرنے والے کو حاصل ہوتے ہیں' مثلاً ثواب میں دس گنا (۳۷)' یا سات سو گنا (۳۸)' یا کئی کئی گنا (۳۹) کا اضافہ ہونا' اس کے ذریعے گناہوں کی معافی (۴۰)' مصیبتوں اور پریشانیوں کا موقوف ہونا اور سب سے بڑھ کر اس کا رضائے خداوندی کا ذریعہ ہونا' وغیرہ وہ "وقف" کرنے والے شخص کو بھی پوری طرح حاصل ہوتے ہیں۔

۳۔ صدقہ جاریہ کا ثواب:

ان فضائل و ثمرات کے ساتھ ساتھ "وقف" کی ایک خصوصی فضیلت بھی ہے اور وہ اسکا صدقہ جاریہ ہونا ہے' جیسا کہ کتب حدیث میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل ہوا ہے:

"جب انسان مرجاتا ہے' تو انسان کا ہر عمل منقطع ہو جاتا ہے' الایہ کہ اس کا کوئی نیک فرزند ہو' جو اس کے لیے دعا کرے' یا وہ ایسا علم چھوڑ جائے' جو لوگوں کے لیے فائدہ مند ہو' یا پھر قیامت تک رہنے والا کوئی صدقہ جاریہ ہو۔"(۴۱)

اور چونکہ "وقف" ہی "صدقہ جاریہ" کا مصداق ہے' کیونکہ اس میں "اصل شی" محفوظ رہتی ہے اور فقط اس کے فوائد صدقہ کیے جاتے ہیں' اس لحاظ سے یہ حدیث نبویہ وقف کی خصوصی فضیلت کی غماز سمجھی گئی ہے اور سرخسی وغیرہ نے اسے بطور دلیل بھی پیش کیا ہے۔

۴۔ انبیاء کی سنت:

مزید براں "وقف" کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے' کہ یہ انبیاء کی سنت اور ان کا طریقہ ہے' کیونکہ انبیاء علیہم السلام ہی "سلسلہ اوقاف" کے بانی ہیں۔ جیسا کہ سرخسی نے تصریح کی ہے کہ وقف کی ابتدا سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمائی (۴۲)۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاریخ اسلام میں "مسجد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نبوی" اور دیگر مساجد کی تعمیر و تکمیل فرما کر اس کار خیر کی تاسیس فرمائی' نیز اپنی جملہ جائیداد کو بحق اسلام وقف کرنے کا اعلان فرمایا کہ:

"انا معشر الانبیاء لا نورث ماتر کناہ صدقہ" (۴۳)

"ہم گروہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے' ہم جو چھوڑ جاتے ہیں' وہ صدقہ ہوتا ہے"۔

اس طرح "وقف" کرنا گویا پیغمبروں اور رسولوں کی سنت ہے اور یوں ہر واقف (وقف کنندہ) درحقیقت انبیاء کی سنت کو زندہ کرتا ہے۔

فوائد:

"اوقاف" کا سلسلہ نبی نوع انسانی کے لیے جتنا فائدہ مند ہے' شاید ہی کوئی اور سلسلہ اس قدر سود مند اور نفع مند ثابت ہوا ہو۔ اسی بنا پر "قانون وقف" کو ایک عالمگیر حیثیت حاصل ہے۔ اور اسی لیے ہمیں دنیا کے ہر مذہب اور ہر علاقے میں "اوقاف" کا سلسلہ ملتا ہے' یہ بابرکت سلسلہ ماضی اور حال کے مابین ایک پل کا کام بھی دیتا ہے' پچھلی نسل کو اگلی نسل سے اور اگلی نسل کو پچھلی نسل سے رابطہ قائم کرنے میں اس سے مدد ملتی ہے۔ یہ گزرنے والی نسل کی جانب سے آنے والی نسل کے لیے پیار' محبت اور امن و آشتی کا پیغام بھی ہے۔

تعلیقات و حواشی

۱۔ العادیات : ۸

۲۔ آل عمران : ۱۴

۳۔ الجمعہ : ۱۰

۴۔ الذاریات : ۱۹

۵۔ انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ پر امام ابوعبید القاسم بن سلام نے "کتاب الاموال"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں مفصل بحث کی ہے (مطبوعہ اسلام آباد)

۶۔ ابو عبید القاسم بن سلام : کتاب الاموال' اردو ترجمہ' مطبوعہ اسلام آباد' بحث صدقہ۔

۷۔ اللیل : ۲۱

۸۔ کتاب الام' مطبوعہ مکتبہ الازھری قاہرہ' ۴ : ۵۲

۹۔ السرخسی : المبسوط' مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳ : ۲۷ ۔ ۲۸

۱۰۔ ایضاً" ۱۳ : ۲۸ ۔ ۲۹

۱۱۔ کتاب الام' ۴ : ۵۲ ۔ ۵۳

۱۲۔ اس سے مراد بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے اونٹ یا اونٹنیاں تھیں' جن کی تفصیل کتب تفسیر میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۱۳۔ کتاب الام' ۴ : ۵۳

۱۴۔ المبسوط' ۱۳ : ۲۹

۱۵۔ فتاوی عالمگیری' مطبوعہ لاہور

۱۶۔ کیونکہ احناف کے ہاں اس بارے میں تعامل صاحبین کی رائے پر ہے (فتاوی عالمگیری ۲ : ۲۵۱)

۱۷۔ السرخسی : المبسوط' ۱۳ : ۲۸

امام محمدؒ نے اپنے عالی مرتبت استاد کے متعلق اس موقع پر جتنی سخت رائے کا اظہار کیا ہے' اتنی سخت رائے ہمیں کسی اور جگہ نہیں ملتی۔ اس سے اس بات کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ احناف میں شخصی تقلید کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ جبکہ امرواقعہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے عزیز ترین شاگرد بھی بغیر دلیل کے ان کی بات ماننے پر تیار نہیں ہیں۔

۱۸۔ ان کا پورا نام ہلال بن یحیی بن سلمہ البصری (م ۲۴۵ھ) تھا' انہوں نے امام محمد کے انداز میں احکام وقف پر ایک مستقل کتاب تالیف فرمائی تھی' جس کا نام کتاب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

احکام الوقف ہے' یہ کتاب حیدر آباد دکن سے ۱۳۵۰ھ میں طبع ہو چکی ہے۔

۱۹۔ کتاب الام' ۴ : ۵۲ - ۵۴' المبسوط' ۱۳ : ۲۸ - ۲۹

۲۰۔ الصافات : ۲۴

۲۱۔ البخاری : الجامع الصحیح' کتاب الصلاۃ' باب ۱۰۱ ص ۱۳۸۔

۲۲۔ اے میرے دونوں ساتھیو! ذرا ٹھہرو : تاکہ ہم اپنے محبوب اور اس کے مکان کو یاد کرکے روئیں۔ مقام سقط اللوی میں جو دخول اور حومل کے مابین ہے۔

۲۳۔ "میں اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر کھڑا ہو گیا۔ پھر میں اس کے پاس رونے اور اسے مخاطب کرنے لگا (لغوی تحقیق اور تفصیل کے لیے دیکھئے ابن منظور الافریقی : لسان العرب' بذیل مادہ؟ تاج العروس' بذیل مادہ) اس کی نمایاں وجہ یہ ہے کہ بقول امام شافعیؒ دور جاہلیت میں' سرزمین عرب میں عربوں کے اوقاف موجود نہ تھے۔ (کتاب الام : ص ۵۲)

۲۴۔ المبسوط' مطبوعہ حیدر آباد دکن' : ۱۳ : ۲۷

۲۵۔ الماوردی : الاحکام السلطانیہ' طبع Enger' ۲۳۷۔ جیسا کہ عہد فاروقی میں سواد عراق کو سرکاری ملکیت قرار دیا گیا۔

۲۶۔ المرغینانی : ہدایہ' ۱ : ۶۱۲' کتاب الوقف۔

۲۷۔ ایضاً

۲۸۔ فتاوی عالمگیری۔ مطبوعہ لاہور' ۲ : ۳۵۰'

۲۹۔ ایضاً

۳۰۔ الشافعیؒ : کتاب الام' ۴ : ۵۱

۳۱۔ معجم الفقہ الحنبلی' ۲ : ۱۰۵۴

۳۲۔ المدونہ الکبری' ۶ : ۹۸۔ کتاب الحبس' مطبوعہ قاہرہ ۱۳۲۳ھ

۳۳۔ ایضاً' : ۹۱

۳۴۔ آل عمران : ۳۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۵۔ دیکھئے : لسان العرب و تاج العروس، بذیل مادہ ۔

۳۶۔ آل عمران : ۹۲

۳۷۔ الانعام : ۱۶۰

۳۸۔ آل عمران : ۲۶۰

۳۹۔ البقرہ : ۲۴۴

۴۰۔ ہود : ۱۱۴

۴۱۔ المبسوط، : ۱۳ : ۳۲۔ دوسری روایت میں سات اشیاء کا ذکر ہے، ان میں نہر، کنویں، سرائے اور مصحف قرآن کا بھی اضافہ ہے، جس سے "وقف" کے لیے مزید بنیاد ثابت ہوتی ہے (حوالہ مذکور)

۴۲۔ المبسوط، : ۱۳ : ۲۹

۴۳۔ ایضاً" : ۳۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

اقسام وقف اسلامی

اسلام میں وقف کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں :

(الف) وقف علی اللہ :

یوں تو، جیسا کہ سطور بالا میں بیان ہوا، ہر وقف ہی "وقف علی اللہ" ہے، کیونکہ ہر وقف کا مقصد محض رضائے خداوندی کا حصول ہے اور اگر بالفرض کسی وقف کا یہ مقصد نہ ہو، تو ایسا وقف سرے سے ہی درست نہیں ہوتا۔ اسی لیے اکثر ائمہ نے "وقف شخصی" یعنی اپنی ذات پر وقف کو ناجائز قرار دیا ہے۔ تاہم چونکہ بعض اقسام میں یہ مقصد زیادہ نمایاں نظر نہیں آتا۔ اس لئے کتب فقہ میں یہ عنوان الگ سے ملتا ہے اور اس سے مراد یہ ہے، کہ "موقوفہ شی" خدا تعالی کی عبادت یا اس کے دین کی سربلندی یا اجتماعی امور کے لیے مستعمل کی جاتی ہو، جیسے مساجد، عیدگاہیں، جنازگاہیں، کفن و دفن کا سامان، دینی مدارس، شفا خانے، (ہسپتال)، سواری کے جانور یا گاڑی — جائیداد، اراضی، پل، ذخائر آب، قبرستان، قرآن مجید کے نسخے وغیرہ۔

اوقاف کی یہ قسم چونکہ اعلی ترین دینی و ملی مقاصد کے لیے ہوتی ہے، اس لیے اس کو "وقف خیری" بھی کہا جاتا ہے۔

وقف علی اللہ حسب ذیل الفاظ سے ثابت ہوتا ہے:

۱۔ وقف کنندہ یہ کہے کہ "یہ شی ہمیشہ کے لیے خدا تعالی کے لیے وقف ہے۔" یا "خدا تعالی کے لیے صدقہ ہے" (ھی موقوفۃ للّٰہ تعالی، صدقۃ للّٰہ اوصدقۃ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

موقوفہ للہ تعالی) (۱) اس صورت میں مذکورہ شی "وقف علی اللہ" ہوگی' اور جمہور ائمہ کے نزدیک ایسا کرنا درست ہوگا۔

۲۔ علاوہ ازیں اگر بانی وقف "اللہ تعالی کے لیے" کے بجائے محض وقف یا ہمیشہ کے لیے صدقہ کے الفاظ استعمال کرے' مثلاً یہ کہے کہ "یہ شی ہمیشہ کے لیے میری جانب سے صدقہ ہے میری زندگی میں بھی اور میرے مرنے کے بعد بھی" (ھذہ صدقہ محررۃ موبدۃ حال حیاتی و بعد و فاتی)' یا پھر یہ کہ یہ شی ہمیشہ کے لیے صدقہ وقف و حبس ہے' میری زندگی میں بھی اور میرے مرنے کے بعد بھی (ھذہ صدقہ موقوفہ محبوسہ موبدۃ حال حیاتی و بعد وفاتی) مختصراً" یہ کہ وہ ہمیشہ کے لیے صدقے یا وقف یا حبس کے الفاظ استعمال کرے' تو ایسی شی وقف علی اللہ ہی ہوگی۔(۲) اور اسے مساکین' فقرا اور دیگر افراد کے مصرف میں لایا جاسکے گا۔ مصارف کی تفصیلی بحث ہلال الرائے کی "کتاب الوقف" (۳) اور "فتاوی عالمگیری" وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

(ب) اوقاف بیت المال:

اسلامی حکومت کے بیت المال (State Bank) کے اوقاف حسب ذیل ہیں:

۱۔ مسلمانوں کی مفتوحہ اراضی:

یعنی وہ اراضی جو مفتوح و مسخر ہونے پر بہ سبب حصول غلبہ "ملت اسلامیہ" کی ملک قرار پائیں۔ (۴)

ایسی اراضی کے متعلق عہد نبوی میں دو طرح کے احکام دیکھنے میں آتے ہیں:

اولاً خیبر کی مفتوحہ اراضی' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین میں تقسیم فرما دی تھی۔

ثانیاً ارض فدک' دیتماء وغیرہ' جو آپؐ نے اپنے انتظام میں رہنے دی تھی اور اس کے منافع آپؐ حسب موقع فقراء و مساکین میں تقسیم فرماتے تھے' مگر جب عہد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فاروقی میں "سواد عراق" کا بہت بڑا علاقہ فتح ہوا۔ تو یہی سوال دوبارہ زیر بحث آیا کہ مسلمانوں کو ایسی اراضی کا کیا کرنا چاہئے' بحث مباحثے کے بعد یہی طے پایا کہ بزور شمشیر فتح کردہ اراضی بدستور "ملت اسلامیہ" کی ملک رہے گی اور اس کے منافع تمام مسلمانوں میں صرف کئے جائیں گے۔ (۵)

حضرت عمر فاروقؓ کی قیادت میں صحابہ کرامؓ کا یہ فیصلہ انقلابی نوعیت کا حامل تھا' جس سے ایک طرف اسلام میں بڑی بڑی زمینداریوں کا انسداد ہوا اور دوسری جانب اس کے ذریعے عامتہ المسلمین کی فلاح و بہبود کے لیے بڑی مضبوط بنیاد فراہم ہوگئی۔ عہد فاروقی کے اگر اسی فیصلے پر بعد میں بھی عمل جاری رکھا جاتا تو آج دنیائے اسلام کا نقشہ بڑی حد تک مختلف ہوتا۔

۲۔ معاہدوں کی رو سے حاصل شدہ اراضی:

بیت المال کی ملکیت میں آنے والی اراضی کی دوسری قسم وہ ہے جو مسلمان کسی قوم سے معاہدے یا صلح نامہ کے ذریعے اس شرط پر حاصل کریں کہ ان اراضی پر ان کے سابقہ مالکان ہی قابض رہیں گے۔ البتہ وہ اسلامی حکومت کو خراج (لگان) دینے کے پابند ہوں گے۔ نیز وہ اس اراضی کو نہ تو اپنے طور پر فروخت کرسکیں گے اور نہ ہی اسے رہن رکھ سکیں گے۔(٦) اس حکم کی بنیاد خود قرآن حکیم' سورۃ الحشر(۷) کی آیات پر ہے' جن میں "مال فے" یعنی بذریعہ صلح حاصل شدہ مال غنیمت کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی ملک قرار دیا گیا ہے: چنانچہ ایسی تمام اشیاء مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت میں رہتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بعد خلفائے راشدین کے انتظام میں رہیں۔ جس سے نہ صرف یہ کہ اجتماعی ملکیت کا تصور پیدا ہوا' بلکہ اجتماعی فلاح کا نظریہ بھی پروان چڑھا' اور جیسا کہ اوپر بیان ہوا وقف اسی کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے۔

۳۔ علاوہ ازیں اگر بیت المال سے یا مسلمانوں کے اجتماعی فنڈ سے کوئی جائیداد خریدی یا حاصل کی گئی ہو تو وہ بھی بیت المال ہی کی ملکیت ہوگی' اسے بھی نہ بیچا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جاسکتا ہے اور نہ ہی ہبہ کیا جاسکتا ہے۔

(۳) وقف علی الاولاد:

وقف اسلامی کی ایک اور قسم "وقف علی الاولاد" بھی ہے، وقف "علی الاولاد" کا بنیادی تصور "قرون اولی" میں موجود تھا، چنانچہ جیسا کہ آگے بیان ہوگا "حضرت زبیرؓ بن العوام نے اپنے مکان اپنی ان بیٹیوں کے لیے وقف فرما دیئے تھے، جو کسی وجہ سے اپنے گھروں سے نکال دی جائیں" (۸) اسی طرح حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ نے اپنے اوقاف خاندان بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب کے لیے "مخصوص" فرما دیئے تھے۔ (۹) نیز حضرت عمر فاروقؓ نے آنحضورؐ کے مشورے سے "خیبر" میں جو وقف قائم کیا تھا، ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے "خاندان فاروقی" کے مستحق افراد کو بھی اس میں حصے دار قرار دیا تھا۔ (۱۰) امام شافعیؒ نے کتاب الام میں "وقف" کی جس دستاویز کا ذکر کیا ہے۔ جسے ہم آگے دستاویز وقف کے عنوان کے تحت نقل کریں گے، اس میں بھی وقف علی الاولاد کا ذکر ہے۔ (۱۱) جس سے پتہ چلتا ہے کہ شرعی طور پر اپنی آل اولاد کے لیے بھی وقف قائم کرنا جائز ہے۔

اسی بنا پر ہر دور کے فقہاء اور محدثین نے اس قسم کے اوقاف کو درست اور جائز تسلیم کیا ہے، ہلال الرائے بصری اپنی کتاب میں اس مسئلے کو بصورت مکالمہ یوں بیان فرماتے ہیں:

"میں نے کہا: اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ یہ زمین میری اولاد اور میری نسل پر صدقہ ہے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

امام نے کہا کہ یہ وقف جائز اور صحیح ہے" (۱۲)

کتب تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ قرون وسطی کے، بالخصوص ترقی یافتہ علاقوں، مثلاً بغداد، مصر اور شام وغیرہ میں اس نوع کے اوقاف بکثرت قائم کئے گئے تھے۔ جس کے بظاہر دو مقاصد تھے: اولاً اپنی جائیداد کو قانون وراثت کے تحت تقسیم ہونے سے بچانا اور اسے محفوظ و مصئون رکھنا۔ ثانیاً متلون مزاج حکمرانوں کی دار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

و گیر سے بچنا' جو ناراض ہو جانے کی صورت میں زیر عتاب شخص کی تمام منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کو ضبط کر لیتے تھے- اور چونکہ وقف کردہ جائیداد پر تسلط قائم کرنے کا کوئی راستہ موجود نہ تھا' لہٰذا سمجھدار لوگ اس طرح اپنی جائیداد کو "نامہربان" ہاتھوں کی دست برد سے بچانے کے لیے یہی طریقہ اختیار کرتے تھے-

"وقف علی الاولاد" کا ایک فائدہ یہ بھی ہے' کہ اس کے ذریعے موقوف علیہ (جن افراد کے لیے وقف کیا گیا ہے) کو "وقف" سے مساوی طور پر استفادے کا موقع ملتا ہے- چنانچہ اگر وقف مطلقاً اولاد اور اپنی نسل کے لیے قائم کیا گیا ہو' تو اس سے بیٹوں' بیٹیوں اور پوتوں وغیرہ کو مساوی حصہ ملتا ہے' یہاں قانون وراثت کی طرح نہ تو قریبی اور دور کی اولاد میں کوئی امتیاز کیا جاتا ہے اور نہ ہی مرد و عورت کے حصوں میں کوئی تفاوت ہوتا ہے- حتی کہ فقہاء کی تصریح کے مطابق مذکورہ صورت میں اور "بیٹوں اور بیٹیوں" کی تصریح کی صورت میں مخنث اولاد بھی غیر مخنث اولاد کے مساوی تصور ہوتی ہے- (۱۳)

اسی طرح اگر اس نے مالدار اولاد (اغنیاء) کو مستثنیٰ نہ کیا ہو' تو اس وقف سے اولاد میں غنی اور فقیر دونوں مستفید ہوسکتے ہیں- تاہم اگر "بانی وقف" یہ شرط لگا دے کہ یہ وقف اولاً میری اولاد کے لیے اور اس کے بعد فقرا اور مساکین کے لیے- تو اس صورت میں بیٹوں کی اولاد وقف سے استفادے کی حقدار نہ ہوگی- (۱۴)

البتہ اگر کوئی شخص اپنی ذات کے لیے کوئی جائیداد وقف کرے' تو جمہور امت کے نزدیک ایسا وقف باطل ہے (مگر امام ابو یوسفؒ اس کے جواز کے حق میں ہیں)(۱۵) گو بعض فقہاء نے اس کے لیے بعض حیلے بھی بیان کیے ہیں- جن کے ذریعے ایسا وقف درست ہو جاتا ہے' مثلاً شوافع کے ہاں یہ حیلہ اختیار کیا جاتا ہے کہ جس چیز کو وقف کرنا مقصود ہو' وہ کسی دوسرے شخص کو ہبہ کر دی جائے' یا برائے نام قیمت پر بیچ دی جائے- بعدازاں موہوب لہ یا مشتری اسے اصل مالک کے نام پر وقف کر دے-" ابن حجر نے ایک اور حیلے کا بھی ذکر کیا ہے' وہ یہ کہ "واقف" متعلقہ شی کو اپنے باپ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی اولاد کے نام پر وقف کر دے اور پھر دستاویز وقف میں خود اپنا نام صراحت سے لکھ دے۔ تاہم اس حیلے کو باقی فقہاء نے تسلیم نہیں کیا۔ (۱۶) مگر بایں ہمہ اس سے اس کا جواز مشکوک ہی رہتا ہے۔

یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب وہ مکمل طور پر کسی شی کو اپنی ذات کے لیے وقف کرے اور اگر اس نے مذکورہ شی وقف تو دوسرے افراد کے لیے کی ہو' مگر واقف بذات خود اس سے استفادہ کرنے کی شرط رکھ دے' تو فقہ میں اس کی گنجائش موجود ہے۔ امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ کے متعلق یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے ایک مکان راہ خداوندی میں وقف کیا تھا۔ مگر جب کبھی بھی وہ مذکورہ جگہ تشریف لاتے تو اپنے اسی مکان میں قیام فرمایا کرتے تھے۔ (۱۷) ایک اور مقام پر امام بخاری اس واقعے سے بھی استدلال فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بدنہ (قربانی کے لیے اونٹ) لے جا رہا ہے اور خود اس کے ساتھ ساتھ پیدل سفر کر رہا ہے' اس پر آپؐ نے اسے فرمایا کہ تو اپنے اونٹ پر سوار ہو جا' مگر اس نے یہ کہا کہ یا رسول اللہ یہ قربانی کے لیے (بدنہ) ہے' مگر آپؐ نے اسے ہدایت فرمائی کہ تو اس پر سوار ہو جا آپ اور اس بدو میں یہ مکالمہ تین مرتبہ ہوا۔ چوتھی بار آپؐ نے یہ ہدایت قدرے سختی کے ساتھ فرمائی اور فرمایا: "تیرا ناس ہو' سوار ہو جا" (۱۸) جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وقف کنندہ کے لیے اپنے قائم کردہ وقف سے استفادہ کرنا جائز ہے۔

(۴) دیگر اقسام وقف:

اپنی آل و اولاد کے لیے وقف قائم کرنے کے علاوہ دیگر افراد اور گروہوں کے لیے بھی "اوقاف" مخصوص کرنا درست ہے' مثلاً اپنے قرابت داروں (باپ اور ماں دونوں کی جانب سے رشتے داروں) اپنے ضرورت مند رشتہ داروں' اپنے ہمسایوں' اپنے "اہل بیت" اپنی آل' اپنی جنس' اپنے اخلاف' اپنے لونڈی غلاموں یا مدبر و مکاتب غلاموں یا غربا' مساکین اور عوام کے لیے "وقف" قائم کرنا جائز ہے اور ان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تمام صورتوں میں "واقف" کی شرائط کی پابندی ضروری ہوگی۔ (۱۹)

(۵) حکومت کی زیرِ نگرانی اوقاف:

اسلامی حکومت "بیت المال" کے اوقاف کے علاوہ ایسے اوقاف کی نگران اور منتظم بھی ہوتی ہے جن کے وقف کنندگان نے متعلقہ اوقاف قائم کر کے حکومت کے سپرد کر دیئے ہوں' یا پھر اس وقف کا کوئی اور ناظر یا منتظم نہ رہا ہو۔ تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں "اوقاف علی اللہ" پر حکومت کے مرکزی کنٹرول کا بھی پتہ چلتا ہے۔ مثال کے طور پر مصر میں فاطمیوں کے عہد میں اوقاف کے سلسلے میں ایک مرکزی نظام اپنایا گیا تھا۔ جس کے تحت "اوقاف" اوقاف خیریہ یا اوقاف علی اللہ کو تین شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا' جس کی دلچسپ تفصیل المقریزی نے بیان کی ہے اور جس کا آئندہ اوراق میں بعنوان "اوقاف کی تاریخ" ذکر کیا جائے گا۔ اس طرح لاوارث اوقاف یا ایسے اوقاف جن کے نظم و نسق میں کوئی گڑبڑ ہو' قاضی کی وساطت سے حکومت اپنی تحویل اور نگرانی میں لے سکتی ہے۔

(٦) وقف اسلامی اور صنعت و تجارت:

اب رہا یہ سوال کہ کسی وقف یا اس سے حاصل شدہ منافع سے "صنعت و تجارت" کرنا جائز ہے' یا نہیں؟ اس سوال کا ہمیں دو ٹوک جواب تو نہیں ملتا' تاہم اگر حسب ذیل تصریحات و امور پر نظر رکھی جائے' تو اس کا جواب تلاش کیا جاسکتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے بیت المال کا ایک شعبہ "قرض حسنہ" کے لیے مختص کر رکھا تھا! اگر کوئی فرد رعیت غیر پیداواری ضرورت کے لیے قرض لیتا' تو وہ صرف اصل زر واپس کرتا۔ یہ طریقہ کار سودی کاروبار کرنے والوں کے لیے ضرب کاری ثابت ہوا اور ملک سے سود خوروں کا خاتمہ ہو گیا۔ اگر کوئی شخص قرض لے کر اس سے تجارت کرتا ہے تو حضرت عمر فاروقؓ اس سے منافع کا نصف اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اصل زر دونوں وصول فرماتے اور اگر اسے خسارہ ہوتا تو وہ صرف اصل کا ضامن سمجھا جاتا۔ (۲۰) حضرت عمر فاروقؓ خود بھی اسی طرح قرض لیتے اور اگر کبھی اتفاقاً ادائیگی میں تاخیر ہو جاتی تو افسر بیت المال ان سے بھی آکر تقاضا کرتا اور انہیں بھی کسی نہ کسی طرح ادائیگی کرنا پڑتی۔ چنانچہ مروی ہے کہ وفات کے وقت آپ کے ذمہ بیت المال کے اسی (۸۰) ہزار درہم ادا طلب تھے' جس پر آپؓ نے بستر شہادت پر اپنے بچوں کو حکم دیا کہ وہ جلد از جلد اس کی ادائیگی کر دیں۔ (۲۱)

امام ابوعبید القاسم بن سلام نے اس سلسلے میں یہ عجیب و غریب حکایت لکھی ہے کہ سوس کی فتح کے وقت وہاں حضرت دانیال کی قبر پائی گئی' جس میں ایک خزانہ بھی تھا اور اس کے ساتھ ایک رقعہ تھا' کہ اس سے جو چاہے معینہ مدت کے لیے قرض لے سکتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت دانیال کی لاش کو عزت و احترام کے ساتھ دفن کر دیا اور خزانہ بیت المال میں منتقل فرما دیا (۲۲) اور غیر سودی قرض کے لیے اس رقم سے استفادہ کیا جانے لگا۔ اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ "اوقاف" کی آمدنی کو صنعت و تجارت کے لیے مصرف میں لایا جا سکتا ہے۔

اس سلسلے کا دوسرا نکتہ حضرت ہلال الرائے کی تصریحات ہیں' کیونکہ ہلال الرائے نے وقف شدہ مکان کو کرائے (اجارہ) پر اور زمین کو معاملے یا مزارعت پر دینے کو جائز قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ مذکورہ صورتوں میں حاصل شدہ اجرت سے' سب سے پہلے تو مکان یا زمین کی ضروریات پوری کی جائیں گی اور بعد ازاں اس سے فاضل آمدن کو غرباء اور مساکین پر صرف کیا جا سکے گا۔ (۲۳) اسی طرح اگر "وقف" سے حاصل شدہ رقم ایک سال تک پڑی رہے' تو اکثر فقہاء کے نزدیک اس پر زکوٰۃ واجب الادا ہو جاتی ہے۔ (۲۴)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ "اوقاف کی آمدن سے حسب شرائط و مقاصد:

- اولاً بغور قرض حسنہ دینا جائز ہے۔
- ثانیاً اس سے مضاربت یا مشارکت کے اصول پر تجارت کرنا بھی درست

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے اور ثالثاً

○ اس سے صنعت و حرفت کو فروغ دینا بھی مناسب ہے' بشرطیکہ عہد فاروقی کی شرائط ملحوظ خاطر رہیں۔

○ راہ اوقف شدہ اراضی یا جائیداد کو بھی کرائے یا منافع (مضاربت) پر دینا درست ہے۔

تعلیقات و حواشی

۱۔ فتاوی عالمگیر' ۲: ۳۵۸ ۔ ۳۸۹
۲۔ ایضاً" ۲: ۳۵۷
۳۔ کتاب الوقف' مطبوعہ حیدر آباد دکن
۴۔ الماوری: الاحکام السلطانیہ' طبع Enger' ص ۲۳۷۔ ببعد
۵۔ تفصیل کیلئے دیکھئے شبلی نعمانی: الفاروق' مطبوعہ اعظم گڑھ : ڈاکٹر محمد حمید اللہ: عمرؓ بن الخطاب' در اردو دائرۃ معارف اسلامیہ' بذیل مادہ۔
۶۔ الماوردی' ص ۲۳۷ وببعد
۷۔ الحشر: ۶ ۔ ۷
۸۔ البخاری' ۲: ۱۹۶
۹۔ الشافعی: کتاب الام' ۴: ۵۲ تا ۵۵
۱۰۔ البخاری' ۲: ۱۹۶
۱۱۔ الشافعی: کتاب الام' ۴: ۵۶
۱۲۔ احکام الوقف' مطبوعہ حیدر آباد دکن' : ۴۶
۱۳۔ فتاوی عالمگیری' ۲: ۳۷۱ ببعد: ہلال الرائے: احکام الوقف' : ۴۶
۱۴۔ ایضاً"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۵- ایضاً" ۲ : ۳۹۷

۱۶- جمال الدین یوسف الاردبیلی الشافعی: الانوار لعمل الابرار ۱ : ۴۳۳ : نیز القزوینی کتاب الحیل، طبع Schacht، ۴ : ۴۵

۱۷- البخاری- ۲ : ۱۹۶

۱۸- البخاری، ۲ : ۱۹۰ هل ینتفع الواقف بوقفہ

۱۹- فتاوی عالمگیری، ۲ : ۳۹۰ - ۳۹۳

۲۰- امام مالک: الموطا، کتاب القراض

۲۱- ڈاکٹر محمد حمید اللہ: مقالہ عمر بن الخطاب، در اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۱۴/۲ : ۲۲۲

۲۲- کتاب الاموال، ف ۸۷۶

۲۳- ہلال الرائے احکام الوقف، : ۲۰۶ - ۲۱۴

۲۴- ایضاً" ، : ۲۱۳ - ۲۱۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

شرائط وقف

" وقف " بھی دیگر معاملوں کی طرح کا ایک معاملہ ہے' لہٰذا اس کی بھی چند شرائط ہیں' ان میں سے بعض شرائط کا تعلق "بانی وقف" سے ہے' بعض کا موقوف لہ سے اور بعض کا موقوفہ شی سے اور اگر ان شرائط کی پابندی نہ کی جائے تو اس کا وقف ہونا درست نہ ہوگا: تفصیل حسب ذیل ہے۔

ا۔ واقف (وقف کنندہ) کی شرائط:

شرعی طور پر "وقف" کی صحت کے لئے بانی وقف میں حسب ذیل امور کا پایا جانا ضروری ہے:

(ا) عاقل و بالغ ہونا

یعنی وقف کنندہ نہ تو مخبوط الحواس ہو اور نہ دیوانہ ہو اور نہ ہی بچہ (ا) لیکن اگر کسی "صاحب جائیداد نابالغ بچے" نے کوئی شی وقف کردی' تو اس کا کیا حکم ہے؟

فقیہہ ابوبکر اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کا وقف باطل ہوگا' الایہ کہ اس نے قاضی کی اجازت سے وقف کیا ہو' جبکہ فقیہ ابوالقاسم کے نزدیک کہ خواہ قاضی اجازت دے بھی دے' تب بھی اس کا وقف باطل ہوگا۔ اس لئے کہ اس کی جانب سے یہ عمل محض "تبرع" (نیکی) ہے (۲) اور یہی مسلک صحیح ہے۔ چنانچہ عبدالجلیل صاحب "کتاب الوقف" لکھتے ہیں کہ "بچے کا وقف کرنا درست نہیں ہے' خواہ بچہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صاحب شعور ہو' یا صاحب شعور نہ ہو' خواہ اس کو تصرفات کی اجازت ہو یا نہ ہو' اس لئے کہ وہ تمام معاملات میں اس کا اہل نہیں ہے" (۳) اسی طرح اگر کسی ایسے شخص نے وقف قائم کیا' جو عقل و شعور سے بیگانہ ہو' تو اس کا وقف بھی درست نہ ہوگا' کیونکہ "وقف" کرنا ایک معاملہ (تصرف) ہے اور وہ بے عقل و بے شعور ہونے کے باعث اس کا اہل نہیں ہے' تاہم اگر اس پر جنوں اس کے وقف کے بعد طاری ہوا' تو یہ جواز وقف سے مانع نہ ہوگا۔

(۲)--------آزاد ہونا :

لہٰذا کسی غلام کی جانب سے کسی شی کا وقف کرنا جائز نہ ہوگا۔ تاہم اگر اس کے مالک نے اس کو اس کی اجازت دے دی ہو' تو اس کا وقف درست ہوگا بشرطیکہ وہ اپنی تمام دولت کے برابر مقروض نہ ہو' کیونکہ ایسی صورت میں باوجود مالک کی اجازت کے اس کا وقف درست نہ ہوگا۔

وقف کنندہ کے لئے مسلمان ہونا شرط نہیں ہے' لہٰذا غیر مسلم کی طرف سے بھی وقف کا اجراء درست ہے اور اس کا برقرار رہنا بھی۔ مثال کے طور پر اگر کسی ذمی نے اپنی آل و اولاد کے لئے کوئی وقف قائم کیا یا اس نے فقراء اور مساکین کے لئے کوئی شی وقف کی' تو یہ وقف شرعی طور پر درست ہوگا--- اور اس کے قائم کردہ وقف سے مسلم اور غیر مسلم دونوں ہی یکساں مستفید ہوسکتے ہیں۔ اور اگر اس نے فقط ذمیوں (غیر مسلموں) کے لئے اسے وقف کیا ہو' کہ ایسی صورت میں فقط ذمی یعنی یہود و نصاریٰ اور مجوسی ہی اس کے مستحق ہوں گے۔ پھر اگر اس نے ان میں سے کسی ایک نوع کو مخصوص کردیا' تو ایسی صورت میں اگر وقف کے منتظم نے ان کے علاوہ کسی اور کو کچھ دیا' تو وہ ضامن ہوگا۔

اگر کسی ذمی نے وقف کرتے ہوئے یہ کہا کہ "یہ وقف فقط اس کے ہم مذہب بیٹوں' اس کی نسل اور پھر فقراء کے لئے ہے تو اگر اس کی اولاد میں سے کوئی شخص مسلمان ہوگیا تو وہ اس کے استحقاق سے محروم ہوجائے گا" اور اس صورت میں اس کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شرط نافذالعمل ہوگی۔ (۴)

(۳) تصرف کے وقت اس کے اس عمل کا فی نفسہ نیکی اور ثواب ہونا:

لہٰذا اس شرط کی رو سے کسی مسلمان یا ذمی کا کسی بیعہ (یہودیوں کی عبادت گاہ) اور کنیسہ (عیسائیوں کی عبادت گاہ) کے لئے کوئی وقف قائم کرنا درست نہ ہوگا' اسی طرح دار الحرب کے فقراء و مساکین کے لئے بھی کوئی وقف قائم کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ اگر کسی شخص نے ان الفاظ کے ساتھ کوئی وقف قائم کیا کہ "اس کا غلہ فلاں بیعہ پر خرچ کیا جائے اور اگر وہ "بیعہ" منہدم ہوجائے' تو اس کو فقراء و مساکین پر خرچ کیا جائے"--- تو اس صورت میں بیعہ کی بجائے اس کے مستحق فقط غرباء اور مساکین ہی ہوں گے۔

اسی طرح اگر اس نے کوئی شی اپنے ہمسایوں کے لئے وقف کی اور اس کے ہمسایوں میں مسلمان بھی ہوں اور غیر مسلم بھی' اور اس کا کچھ حصہ اس نے فقراء اور مساکین کے لئے وقف کرنے کو کہا ہو' تو اس صورت میں اس کا وقف جائز ہوگا' اور اس غلے کو اس کی ہدایت کے مطابق دونوں طرح کے لوگوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

اور اگر کسی "ذمی" نے اپنا وقف اس مقصد کے لئے قائم کیا کہ اس سے مرنے والوں کی قبریں کھودی جائیں اور ان کے لئے کفن اور دوسری ضروری اشیاء خریدی جائیں' تو اس کی یہ شرط جائز ہوگی۔

اگر کسی ذمی نے مسجد بنائی' اور اس میں اپنی زندگی میں اذان دلوائی' یا اس میں مسلمانوں نے نماز شروع کردی' پھر وہ ذمی مرگیا' تو تمام فقہاء کے نزدیک وہ مسجد اس کے ورثہ کی ملکیت میں چلی جائے گی۔ (۵)

(۴) مالک ہونا:

صحت وقف کے لئے چوتھی شرط یہ ہے کہ بانی وقف "بوقت وقف" اس شی کا جائز اور قانونی مالک ہو' لہٰذا اگر کسی نے "معضوبہ" (غصب کردہ) شی وقف کردی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اور اس کے بعد اس کے مالک سے اس شی کو خرید لیا' یا اس کے مالک کو کچھ مال دیکر اسے راضی کرلیا' تو اس صورت میں اس کا یہ وقف درست نہ ہوگا کیونکہ وقف کے وقت وہ اس کا جائز مالک نہ تھا--- اسی طرح اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کی مملوکہ زمین کو وقف کردیا اور پھر وہ خود اس زمین کا مالک ہوگیا' تو تب بھی وقف جائز نہ ہوگا---- ہاں البتہ اگر مالک نے اس کو جائز اور درست قرار دے دیا' تو وقف جائز ہوگا۔ (٦)

○ اگر کسی شخص نے ایک جگہ کسی کو دینے کی وصیت کی' تو جیسے ہی موصی لہ (جس کے حق میں وصیت کی گئی ہو) کو پتہ چلا اس نے اس جگہ کو راہ خداوندی میں وقف کر دیا' بعدازاں وصیت کنندہ کا انتقال ہوگیا' تو تب بھی یہ وقف درست نہ ہوگا۔ اس لئے کہ بوقت وقف وہ اس کا مالک نہ تھا۔

○ علی ہذا القیاس اگر کسی نے کسی جگہ کا سودا کیا اور اس میں بائع (فروخت کنندہ) نے اپنے لئے اختیار رکھ لیا--- مگر مشتری نے سودا ہوتے ہی اس جگہ کو وقف کردیا--- پھر بائع نے اس فروخت کو درست قرار دے دیا' تو تب بھی درست اور جائز نہ ہوگا۔

○ اسی طرح اگر کسی کو کوئی زمین بطور ھبہ ملی اور اس نے قبضہ سے قبل اس جگہ کو وقف کردیا' تو تب بھی وقف درست نہ ہوگا---- اس لئے کہ ھبہ قبضہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتا---- تاہم اگر اس کو وہ جگہ "ھبہ فاسدہ" کے طور پر ملی ہو' اور اس نے اس پر قبضہ کرلیا ہو' پھر اسے اس نے وقف کردیا ہو' تو اس کی جانب سے یہ وقف درست ہوگا۔ اور وقف کنندہ پر اس کی قیمت کی ادائیگی ضروری ہوگی--- یہی حکم "بیع فاسد" کی صورت میں کسی جگہ کو خریدنے اور وقف کرنے کا ہے' کہ اگر اس نے قبضہ کرلیا' تو وقف درست ہوگا اور اس پر "مارکیٹ ریٹ کے مطابق اس کی قیمت لازم ہوگی"۔

○ اگر کسی نے کسی زمین کا جائز طریقے سے سودا کیا-- اور پھر قبضے اور رقم کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ادائیگی سے قبل اس جگہ کو اس نے وقف کردیا' تو اس کا وقف ہونا موقوف ہوگا: اگر تو اس نے اپنی وفات سے قبل رقم کی ادائیگی کردی اور جگہ پر قبضہ کرلیا' تو وقف درست ہوگا' اور اگر اس سے پہلے ہی اس کا انتقال ہوگیا اور اس نے اپنے پیچھے اتنا مال و متاع نہ چھوڑا کہ جسے فروخت کرکے اس کی قیمت ادا کی جاسکے' تو یہ وقف باطل ہوگا۔

ملکیت کی اسی شرط پر یہ مسائل بھی مستنبط کئے گئے ہیں' کہ:

○ حکومت کی جانب سے دی جانے والی جاگیروں (اقطاع) کو وقف کرنا جائز نہیں--- ہاں البتہ اگر وہ زمین بنجر ہو' یا پھر وہ زمین حاکم وقت کی مملوکہ ہو اور وہ اس میں سے کسی کو بطور جاگیر دیدے' تو اس صورت میں اس کا وقف جائز ہوگا۔

○ اسی طرح امام یا حاکم اعلی ارض حوز (خاصہ اراضی) کو بھی وقف نہیں کرسکتا' اس لئے کہ وہ اس کا مالک نہیں ہے۔ (۷)

○ اسی طرح اگر کسی مرتد نے اپنے زمانہ ارتداد میں کسی شی کو ان الفاظ کے ساتھ وقف کردیا کہ اگر وہ قتل کردیا گیا یا مرگیا' تو اس کی وہ جگہ وقف ہوگی' تو اس کا وقف بھی درست نہ ہوگا کیونکہ اس کے مرجانے کی صورت میں اس پر سے اس کی ملکیت ختم ہوجائے گی اور زندہ رہنے کی صورت میں اس کا یہ وقف "وقف موقوف" ہے۔ تاہم اگر وہ مسلمان ہوجائے' تو اس کا یہ وقف درست اور جائز ہوگا۔

○ اگر کوئی مسلمان مرتد ہوجائے (العیاذ باللہ) تو اس کا وقف باطل ہو جاتا ہے۔ (۸) اور اس کا یہ وقف اس کے ورثہ کی میراث ہوجائے گا--- خواہ وہ زمانہ ارتدار میں قتل کردیا جائے۔ یا از خود مرجائے--- تاہم اگر وہ مسلمان ہوجائے' تو اس کا یہ وقف دوبارہ بحال ہوجائے گا۔

○ البتہ اگر عورت مرتد ہوئی ہو' تو اس کا وقف متاثر نہیں ہوتا' اس لئے کہ جرم ارتداد میں عورت کو قتل نہیں کیا جاتا۔

شرط ملکیت کے ساتھ متعلقہ مسائل:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صحت وقف کے لئے جائز اور شرعی ملکیت کا ہونا ضروری ہے' البتہ اس شی کے ساتھ کسی دوسرے شخص کے حق کا غیر متعلق ہونا ضروری نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اگر وہ شی اس نے کسی کے پاس رہن رکھوائی ہوئی ہو' یا اجارے پر دی ہوئی ہو' تو بہرصورت اس کا وقف درست ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی نے کوئی جگہ دو سال کے لئے کرائے ر اجارے پر دی اور اسی اثناء میں مالک نے اس جگہ کو وقف کردیا' تو وقف درست ہوگا' تاہم اس سے اجارے کا باطل ہونا لازم نہیں آتا--- اور مدت مکمل ہو جانے کے بعد اس جگہ کے متعلق مالک کا تصرف موثر ہوجائے گا--- اسی طرح اگر کوئی زمین کسی کے پاس رہن رکھوائی ہو' بعد ازاں وہ اس جگہ کو وقف کردے' تو اس کا وقف درست ہوگا۔ لیکن وقف کی بنا پر اس کا "رہن" ہونا باطل نہ ہوگا' اور اگر مدت گزرنے کے بعد اس نے وہ جگہ "مرتہن" کے ہاتھ سے چھڑا لی' تو اس پر فوراً" مالک کا سابقہ تصرف نافذ ہو جائے گا---- اور اگر مالک اپنی زمین چھڑانے سے قبل مرگیا' تو پھر دیکھا جائے گا: اگر اس نے اپنے پیچھے اتنا مال چھوڑا ہو' جس سے اس جگہ کو چھڑایا جا سکتا ہو' تو اس کو چھڑالیا جائے گا' اور اگر اس نے اپنے پیچھے اتنا مال نہ چھوڑا ہو' تو پھر اس جگہ کو فروخت کردیا جائے گا اور وقف باطل ہوجائے گا۔ (۹) جبکہ "کرائے ر اجارے" کی صورت میں اگر دونوں میں سے کوئی ایک مرگیا' تو عقد اجارہ باطل ہو جائے گا اور وہ جگہ وقف شمار ہوگی۔

(۵)------ مجور علیہ نہ ہونا:

وقف کرنے کے لئے "بانی وقف" کی پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ اپنی کم عقلی (سفاہت) یا مقروض ہونے کی بنا پر عدالت کی جانب سے مالی تصرفات کرنے سے مجور (روکا ہوا) نہ ہو--- تاہم اگر وہ اپنی سفاہت (کم عقلی) کی بنا پر تصرفات کرنے سے مجور ہو اور وہ اسی حالت میں اپنی کوئی شی وقف کردے' تو اس صورت میں اگر حاکم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

نے اس کے حق میں فیصلہ دیکر اسے درست قرار دے دیا تو بالاتفاق یہ وقف درست ہوگا۔

الخصاف نے یہ حکم علی الاطلاق بیان کیا ہے۔ جبکہ صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں کہ اگر اس نے اپنی زندگی تک اپنے لئے اور اپنے بعد "جہت بر" (راہ نیکی) میں وقف کیا، تو یہ وقف درست ہوگا۔

(٦)---- شی موقوفہ کی شرائط :

شی موقوفہ میں حسب ذیل چار شرائط کی موجودگی ضرور ہے :

۱ - "شی موقوفہ" "مال متقوم" (Valuable property) ہو، خواہ وہ منقولہ جائیداد (Moveable property) ، ہو یا غیر منقولہ (Immoveable property)۔ پھر منقولہ اشیاء کے لئے ضروری ہے کہ وہ پائیدار اقسام کی ہوں اور ان سے منافع کا حصول ممکن ہو---- اسی لئے اس پر تمام فقہا متفق ہیں، کہ عام خوردو نوش کی اشیاء اور نقد روپیہ پیسہ وقف نہیں کیے جاسکتے، کیونکہ یہ جلد تلف ہوجانے والی اشیاء ہیں۔ البتہ اگر وہ ضمنی طور پر وقف کردیئے جائیں، ان کا وقف درست ہوگا۔ (۱۰)

۲ - عدم جہالت : یعنی وہ شی وقف کے وقت پوری طرح معلوم و متعارف ہو، لہٰذا اگر اس نے اپنی زمین کا کچھ حصہ وقف کیا، مگر اس کی تعیین نہ کی بلکہ صرف کہا کہ اس نے "یہ زمین یا یہ زمین وقف کی" تو جہالت کی بنا پر اس کا وقف درست نہ ہوگا۔ (۱۱)

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح اگر اس نے کسی جگہ "قطعہ ارضی کو وقف کیا، مگر اس میں سے اس نے درختوں کو مستثنیٰ کردیا، تو چونکہ درختوں کے ساتھ، ان کی جگہیں بھی اس استثنا (Exception) میں شامل ہوجائیں گی۔ اور اس سے "شی موقوفہ" میں جہالت پیدا ہو جائے گی لہٰذا یہ وقف بھی درست نہ ہوگا --- اس میں بعض دوسرے اقوال بھی ملتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تاہم اگر اس نے کہا "میں نے اس قطعہ ارضی میں موجود اپنے حصے کو وقف کیا" تو اگرچہ اس نے اس میں اپنے حصے کی وضاحت نہ کی ہو' تب بھی استحسان کی رو سے یہ وقف درست ہوگا۔ کیونکہ اگرچہ یہاں اس نے اس کی وضاحت نہیں کی ہے' مگر واقعتہ اس کے حصے کی تفصیل معلوم و متعین ہے' لہٰذا یہ جہالت اس کے جواز سے مانع نہ ہوگی۔

اسی طرح "اراضی" وقف کرنے کے لئے اس کی حدود اربعہ کی تفصیل بیان کرنا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی حدود اربعہ "وقف کنندہ" کے علم میں ہوتی ہیں' البتہ "حدود اربعہ" کی تفصیل "قبول شہادت" کے لیے شرط ہے' لہٰذا اگر گواہ یہ کہیں کہ "نہ تو وقف کنندہ نے اس کی حدود اربعہ کی تفصیل بیان کی تھی اور نہ ہی اس کی حدود اربعہ معلوم و متعارف تھیں" تو اس سے اس وقف کے متعلق ان کی گواہی معتبر نہ ہوگی' تفصیل آگے آئے گی۔

شی موقوفہ کا مفرز ہونا:

مفرز ہونے سے مراد ہے کہ وہ شی "مشاع" (متعدد حصے داروں کی ملکیت) نہ ہو' خاص طور پر اگر اس کو "مسجد" یا قبرستان کے لئے وقف کیا جارہا ہو--- اس لیے کہ ایسی صورت میں اس جگہ کا خالص اللہ تعالٰی کے لیے ہونا ممکن نہ ہوگا۔ (۱۲) مثال کے طور پر اگر وہ جگہ دو افراد کی ملکیت ہو اور دونوں کا حصہ غیر تقسیم شدہ ہو اور ایک حصے دار اپنے حصے کو قبرستان کے لیے وقف کردے اور دوسرا حصے دار ایسا نہ کرے' تو گویا ایک سال اس میں مردوں کو دفنایا جائے گا اور اگلے سال میں دوسرا حصے دار زراعت کرے گا' یا مسجد ہونے کی صورت میں اس جگہ کو کچھ وقت کے لیے نماز کی ادائیگی اور کچھ وقت کے لیے بطور اصطبل استعمال کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ البتہ اگر وہ شی مسجد کے علاوہ ہو' تو اس میں صحیح قول یہ ہے کہ "افراز" (عدم شیوع) کا ہونا شرط نہیں ہے (۱۳) تفصیل آگے آئے گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

موقوف علیہم کی شرائط:

"موقوف علیہم" یعنی ان افراد میں' جن کے لئے اسے وقف کیا جارہا ہو' حسب ذیل امور کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔ ان پر وقف کرنا رضائے خداوندی کا ذریعہ ہو:

یعنی وہ ایسے افراد ہونے چاہئیں' جن پر خرچ کرنا رضائے خداوندی کا ذریعہ ہو' لہٰذا ہر وہ صورت جہاں یہ شرط التزامی طور پر نہ پائی جائے گی' وہاں وقف درست اور جائز نہ ہوگا۔

مثلاً اگر کسی شخص نے محض مالداروں کے لیے کوئی شی "وقف کی' تو چونکہ ایسا وقف رضائے خداوندی اور حصول ثواب کا ذریعہ نہیں ہے۔ بلکہ مالداروں کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا ایسا "وقف درست نہ ہوگا۔ البتہ ہبہ کے لئے غریب یا مالدار ہونے کی شرط نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی شخص نے کہا:

"میں نے فلاں شی زید کی اولاد پر وقف کی"۔

حالانکہ زید کی تمام اولاد مالدار ہو' یا ان میں بعض لوگ مالدار ہوں اور بعض غریب و مفلس ہوں' تو ایسی صورت میں اگر ان کی تعداد بہت زیادہ ہو' تو وقف درست نہ ہوگا' اور اگر ان کی تعداد "محدود" ہو' تو وقف درست ہوگا اور مذکورہ بالا افراد کے بعد وہ شی فقراء اور اہل حاجت کے لیے وقف شمار ہوگی (۱۴)

○ بعض فقہا نے اس ضمن میں بطور "اصول" اس کلیے کا ذکر کیا ہے کہ "اگر تو اس کا بیان کردہ مصرف صحیح ہو' تو فبہا ورنہ اس کا مصرف غربا اور مساکین ہی ہونگے" ' الایہ کے عرف عام میں اس کے استعمال کے لئے امیر اور غریب دونوں یکساں ہوں' مثال کے طور پر رباط' سرائیں' قبرستان' پانی کے حصول کے ذرائع' مسجدیں' چکھل' قرآن مجید کے نسخے اور علمی کتب وغیرہ' کہ ان اشیاء کا استعمال محض فقراء تک محدود نہیں ہوتا بلکہ ان کے استعمال میں امیر و غریب دونوں طبقے یکسان تصور کیے جاتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔

اور اگر واقف نے موقوفہ شی کا کوئی "مصرف" بیان کیا' تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ آیا اس مصرف کے منقطع ہونے کا کبھی احتمال ہے یا نہیں---- اگر تو وہ مصرف ایسا ہو' جو کبھی منقطع ہونے والا نہ ہو' تو ایسی صورت میں وقف کی صحت کے لیے یہ لازم ہے کہ "الفاظ وقف" میں حقیقی طور پر یا عرفی طور پر اہل حاجت کا ذکر کیا گیا ہو۔ حقیقی ذکر سے مراد یہ کہ وہ فقراء اور مساکین کی صراحت کردے اور کہہ دے کہ اس قائم کردہ وقف سے فقراء اور مساکین ہی مستفید ہونے کے اہل ہوں گے' عرفی ذکر سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسے الفاظ استعمال کرے۔ جن میں فقراء اور اہل ضرورت کا غلبہ ہو۔ مثال کے طور پر وہ یتیموں' معذوروں' طالب علموں' اندھوں اور مسافروں کی صراحت کرے' تو چونکہ یہ الفاظ امیرو غریب دونوں میں استعمال ہوتے ہیں' لیکن عرفی طور پر ان سے اہل فقرو حاجت ہی مراد لیے جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں یہ وقف بلاشبہ درست ہوگا اور اگر اس نے دوسرے اہل حاجت کی تصریح نہ کی نہ حقیقی طور پر اور نہ ہی عرفی طور پر اور وہ لا محدود تعداد میں ہوں' تو ایسی صورت میں وقف درست نہ ہوگا' مثال کے طور پر اگر کسی نے کوئی شی عورتوں' مردوں' یا بنو ہاشم' یا اہل مکہ' یا اہل محلّہ کے لئے وقف کی' تو چونکہ ان کی تعداد لا محدود ہے' لہٰذا یہ وقف باطل ہوگا۔ اس لیے کہ یہاں مصرف حصول ثواب کا ذریعہ نہیں ہے۔ اور اگر اس "مصرف" کے کبھی منقطع ہونے کا احتمال ہو' تو وقف درست ہوگا۔ خواہ اس میں اہل حاجت کی صراحت ہو یا نہ ہو تو ایسی صورت میں موقوف علیہ افراد کے بعد اہل فقرو حاجت ہی اس کا "مصرف" ہوں گے۔

رہا یہ مسئلہ کہ موقوف علیھم کے "محدود" ہونے سے کیا مراد ہے؟۔ بعض فقہا فرماتے ہیں کہ دس تک۔ بعض کے نزدیک چالیس تک اور بعض کے ہاں اسی (۸۰) تک کی تعداد محدود ہے۔ جبکہ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اس کی تعداد کا فیصلہ "حاکم مجاز" کی صوابدید پر منحصر ہو گا۔ (۱۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس تمام تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ وقف کی صحت کے لئے اس کا حسب ذیل تین اقسام پر مشتمل ہونا ضروری ہے:

۱۔ یا تو وہ فقط فقراء کے لیے ہو' یا پھر

۲۔ پہلے امراء کے لیے اور بعد ازاں فقراء کے لیے یا پھر

۳۔ اس میں امیر اور غریب سب یکساں ہوں' جیسے سرائیں اور قبرستان وغیرہ۔

لہٰذا محض امراء پر وقف کرنے سے کوئی شی وقف نہیں ہوتی'

مذکورہ بالا شرط سے ایسے اوقاف کا حکم بھی معلوم کیا جاسکتا ہے' جنہیں اگر کسی مسلمان یا کسی غیر مسلم نے کسی گرجا یا کسی بیعہ (یہودیوں کے معبد) یا کسی مندر کے لیے یا "دارالحرب" کے فقراء کے لیے وقف قائم کیا ہو۔ ایسا وقف بھی درست نہ ہوگا۔ اس لیے کہ مذکورہ بالا صورتوں پر وقف کرنا نہ تو "باعث ثواب" ہے اور نہ ہی قرب خداوندی کا ذریعہ۔ (۱۶)

اس عبارت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر مسلموں کے اوقاف سرے سے ہی درست نہیں ہوتے' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی شرعا کوئی حیثیت نہ ہوگی' تاہم اسلام چونکہ ہمیں دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کا احترام کرنے کا حکم دیتا ہے' خاص طور پر ایسے ممالک ہیں جہاں مسلمان اور غیر مسلم باہم ملے جلے رہتے ہیں' نیز جہاں ایسے احکام و مسائل کا قریبی ممالک کے مسلمانوں پر اثر پڑتا ہو' تو حکومت کے لئے غیر مسلموں کے اپنی عبادت گاہوں کے لیے قائم کردہ "اوقاف" کو بھی تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ جیسا کہ ہمیں عہد نبوی اور عہد صحابہ میں غیر مسلموں کے ساتھ ہونے والے تمام معاہدات میں قدر مشترک کے طور پر یہ بات ملتی ہے کہ ان کی عبادت گاہوں کا احترام کیا جائے گا--- علاوہ ازیں فی الوقت غیر مسلموں کے اوقاف کا تسلیم کرنا یا نہ کرنا ایک ملک کا اندرونی معاملہ نہیں رہا بلکہ اسے دوسرے ملک یا ممالک کے ساتھ تعلقات میں کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ البتہ اس تفصیل سے اسلام کی اس خواہش کا ضرور اظہار ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کے اوقاف کے بارے میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"مسلم حکومت" کو محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اوقاف کے اس نظام کو غیر مسلم اپنے باطل مذہب کی مؤثر طور پر ترویج و اشاعت کے لیے قوی ذریعہ بنا لیں۔ جیسا کہ فی الوقت اسلامی ممالک میں غیر مسلموں کی پرا سرار سرگرمیاں اس گمان کی تقویت کا باعث ہیں۔

اسی طرح یہ بھی لازم ہے کہ فی نفسہ نیک اور قابل ثواب عمل ہونے کے باوجود وقف کنندہ کے نزدیک بھی وہ شی باعث ثواب ہو۔ مثال کے طور پر اگر کوئی غیر مسلم کوئی شی مسجد کے لیے وقف کرنا چاہے۔ تو اسے اس کی اجازت نہ ہوگی۔ اس لئے کہ اس کے اپنے عقیدے کی رو سے یہ عمل نہ تو ذریعہ ثواب ہے اور نہ نیکی۔ مسجد بیت المقدس اس کلئے سے مستثنیٰ ہے۔

البتہ وقف کے جواز کے لیے "موقوف علیہ" کا اسے قبول کرنا ضروری نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی نے کوئی شی زید و عمرو کے لیے اور ان کے بعد فقراء کے لیے وقف کی۔ تو اگرچہ زید و عمرو نے اسے قبول نہ بھی کیا تب بھی اس کا وقف کرنا جائز اور درست ہوگا۔ قبولیت کی شرط ان کے مابین تقسیم منافع کے لیے ہے۔ نہ کہ صحت وقف کے لیے۔ اسی طرح یہ بھی لازم نہیں کہ وقف کے وقت "موقوف علیہم" موجود ہوں، مثال کے طور پر اگر کسی نے زید کی اولاد کے لیے کوئی شی وقف کی، حالانکہ اس وقت زید کی کوئی اولاد موجود نہ تھی، تو بھی وقف درست ہوگا اور اس کے منافع فقراء اور اہل حاجت پر تقسیم ہوتے رہیں گے اور جب زید کے ہاں اولاد ہوجائے گی۔ تو وہ اس کی مستحق قرار پائے گی۔

۴۔ صیغہ وقف یعنی الفاظ وقف کی شرائط:

صیغہ وقف میں حسب ذیل شرائط کی موجودگی ضروری ہے:

۱۔ وقف کے الفاظ کا بوقت وقف کسی غیر موجود شی کے ساتھ مشروط نہ ہونا:

مطلب یہ ہے کہ وقف کے الفاظ، کسی غیر موجود شی کے ساتھ معلق اور مشروط نہ کیے گئے ہوں، مثال کے طور پر وہ کہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"اگر میرا بیٹا آگیا' یا جب کل آئے گی' یا اگر میں اس کا مالک ہوگیا' تو فلاں شی وقف ہوگی"

تو ان تمام صورتوں میں وقف باطل ہوگا--- اس لیے کہ وقف تو ایک تبرع (رضا کارانہ نیکی) ہے اور تبرع' مثلاً هبه' صدقہ وغیرہ کو کسی شرط کے ساتھ مشروط و معلق کرنا درست نہیں ہوتا' ماسوائے وصیت کے۔ (۱۷)

○ لیکن اگر الفاظ وقف کو کسی ایسی شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا' جو وقف کے وقت موجود ہو' تو اس کا وقف درست اور جائز ہوگا۔ مثال کے طور پر اگر اس نے کہا:

"اگر یہ زمیں میری ملک ہو' تو وہ وقف ہے"

بعد ازاں تحقیق کی گئی' تو پتہ چلا کہ وہ جگہ واقعی اس کی ملکیت تھی' تو اس صورت میں اس جگہ کا وقف ہونا درست ہوگا۔

(۲) ۔ اس کا واقف کی موت سے مشروط نہ ہونا:

دوسری شرط یہ ہے کہ بانی وقف کے الفاظ اس کی موت سے مشروط نہ ہوں' مثال کے طور پر اگر اس نے کہا:

"میرے مرنے کے بعد یہ زمین فقراء کے لئے وقف ہوگی" ۔ تو ایسی صورت میں مذکورہ جگہ وقف نہ ہوگی اور اس کا اس سے رجوع کرنا درست ہوگا' تاہم اگر وہ اپنی وفات تک اپنے اس قول پر قائم رہا' تو ایسی صورت میں یہ "وقف" کرنے کی وصیت ہوگی' جو اگر تو ایک تہائی مال کی مجموعی قیمت کے مساوی ہو' تو **فبها** ورنہ اس کی صحت اس کے ورثہ کی اجازت پر' موقوف ہوگی اگر ورثہ اس کی اجازت دے دیں' تو وہ تمام رقبہ وقف شمار ہوگا' ورنہ فقط ایک تہائی تک کا رقبہ وقف اور باقی' ورثہ کی وراثت تصور ہوگا۔ (۱۸)

(۳)۔ الفاظ وقف کا شرط خیار سے مشروط نہ ہونا:

اگر اس کے الفاظ شرط خیار کے ساتھ مشروط ہوں تو ایسی صورت میں امام محمدؒ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے نزدیک وقف اور شرط دونوں باطل ہوں گے' اور یہی قول مختار ہے' مگر امام ابو یوسف کے ہاں اگر تو شرط خیار کی مدت معلوم و متعین ہو' تو ایسی صورت میں وقف اور شرط دونوں درست اور جائز ہوں گے--- اور اگر مدت مجہول ہو تو بالاتفاق شرط اور وقف دونوں باطل ہوں گے--- یہ حکم اس وقت ہے' جب موقوفہ شی مسجد نہ ہو' اور اگر وہ مسجد ہو' تو بالاتفاق شرط' باطل اور وقف صحیح ہو گا- (۱۹)

(۴) ---- کسی ایسی شرط کا نہ ہونا جو وقف کی اصلیت پر اثر انداز ہو:

مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کہے کہ:

"اس نے اس شرط پر یہ اراضی وقف کی کہ جب وہ چاہے اس کو فروخت کردے گا اور اس کی قیمت کو صدقہ کردے گا یا اس کو اختیار ہو گا کہ وہ جب چاہے اسے ہبہ کردے گا' یا اس کو رہن رکھ دے گا' یا اس کی اولاد میں سے اگر کسی کو کوئی حاجت پیش آجائے تو وہ اس کو فروخت کرسکتا ہے' اور اس کی قیمت اپنی ذاتی ضرورت میں لگا سکتا ہے" - تو ایسا وقف بھی باطل ہو گا--- یہ حکم اس صورت میں ہے' جب "موقوفہ" شی مسجد کے علاوہ کوئی اور شی ہو' اگر وہ مسجد ہو' تو ایسی صورت میں وقف صحیح اور شرط باطل ہو گی- (۲۰)

اور اگر وہ شرط "اصل وقف" پر اثر انداز نہ ہو بلکہ اس کی منفعت پر اثر انداز ہو' **مثلاً** "وہ شرط لگا دے کہ اس وقف کا منتظم وہ خود رہے گا اور خواہ وہ خیانت کا مرتکب ہو' اسے معزول نہ کیا جاسکے گا" - وغیرہ' تو ایسی ہر شرط باطل ہو گی البتہ وقف صحیح ہو گا-

(۵)---- معنی تابید (ہمیشگی) کا ہونا:

اس سے مراد یہ ہے کہ وقف کے الفاظ اس کا عارضی اور وقتی نوعیت کا ہونا ظاہر نہ کریں- اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس بارے میں کسی امام کا کوئی اختلاف نہیں کہ "وقف کے الفاظ" ایسے ہونے چاہئیں' جن میں تابید' یعنی ہمیشگی' کا مفہوم پایا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہو' البتہ یہ امر مختلف فیہ ہے کہ آیا الفاظ میں "ابد" (ہمیشہ) یا اس کے کسی قریبی یا قائم مقام لفظ کا ہونا ضروری ہے یا نہیں---- ؟

امام محمدؒ کا مسلک یہ کہ کہ بانی وقف کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے جملے میں ابد (ہمیشہ) یا اس کا کوئی قائم مقام لفظ استعمال کرے' اور اس کے بعد ایسی کوئی بات نہ کہے' جس سے وقف کے انقطاع کا پہلو نکلتا ہو' مثال کے طور پر اگر اس نے کہا:

"ارضی ھذہ صدقۃ موقوفۃ او صدقۃ محرمۃ

(میری یہ زمین صدقہ وقف یا صدقہ محرمہ ہے)- تو چونکہ یہاں اس نے لفظ صدقہ استعمال کیا ہے' صدقہ کا اصل مصرف فقراء اور اہل حاجت ہی ہیں- اس لیے ایسی صورت میں لفظ "ابد" (ہمیشہ) کے نہ ہونے سے کوئی فرق نہ پڑے گا' اسی طرح اگر اس نے کہا:

موقوفۃ للہ او لوجہ اللہ (یہ زمین اللہ کے لیے یا لوجہ اللہ "وقف ہے")- تو چونکہ جو کچھ اللہ تعالی کے لئے دیا جاتا ہے' اس پر فقراء ہی کا استحقاق ہوتا ہے لہٰذا یہاں بھی لفظ ابد (ہمیشہ) کے استعمال کی ضرورت نہ ہوگی--- اسی طرح اگر اس نے کہا یہ اراضی فقراء پر (موقوفۃ للفقراء) یا علی وجھہ البر (نیکی کے راستے پر)' یا علی الخیر (بھلائی کے راستے پر) وقف ہے تو چونکہ اس کے یہ تمام الفاظ فقراء کے لیے ہی ہونے پر دلالت کرتے ہیں' اس لیے ان تمام صورتوں میں لفظ "ابد" (ہمیشہ) کے عدم استعمال سے کوئی فرق نہ پڑے گا--- اسی طرح کسی وقف کا مساجد کے لیے' قلعوں کی تعمیر کے لیے اور "فی سبیل اللہ جہاد" کے لیے ہونا بھی اسی زمرے میں شامل ہے' کیونکہ ان صورتوں میں بھی "وقف" کا مسلسل جاری رہنا ثابت ہوتا ہے اور کسی بھی مرحلے پر اس کا منقطع ہونا ثابت نہیں ہوتا- اور اگر اس نے اپنی عبارت میں نہ تو لفظ ابد (ہمیشہ) استعمال کیا اور نہ ہی اس کا کوئی قائم مقام لفظ استعمال کیا' مثال کے طور پر اس نے کہا:

"میری یہ زمین وقف ہے' یا حبس شدہ (حبیس) ہے' یا حرام شدہ (محرمہ)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہے"

اور اس کے بعد اس نے اس کے کسی ایسے مصرف کا ذکر کیا' جو منقطع ہو سکتا ہو' مثلاً وہ کہے :

"میری یہ اراضی زید پر' یا میرے غریب رشتہ داروں پر یا فلاں اولاد پر' بشرطیکہ وہ محدود تعداد میں ہوں' وقف ہے" اور اس نے مذکورہ افراد کے بعد وقف کے امور خیر میں جاری رہنے کا ذکر نہ کیا' تو اس صورت میں بھی وقف درست ہو گا' اور مذکورہ افراد کے بعد اس کے منافع (غلے) کو فقراء میں تقسیم کیا جانا ضروری ہو گا--- کیونکہ "صدقہ" کا حقیقی مصرف فقراء اور مساکین ہیں' تو گویا یہاں اس نے یہ کہا ہے :

"میری یہ زمین فقراء پر وقف ہو گی- لیکن جب تک زید حیات ہے یا میرے غریب رشتہ دار زندہ ہیں' ان پر اس کے غلے کو صرف کیا جائے"

اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مذکورہ صورت میں وقف مکمل طور پر درست ہوتا ہے- (۲۱)

لیکن اگر بانی وقف نے وقف کا کوئی مصرف تو بیان کیا' لیکن اس کے (ہمیشہ) ہونے پر صاد نہ کیا' مثلاً اس نے کہا "میں نے اس جگہ کو زید پر وقف کیا" تو اس سے وہ وقف باطل ہو جائے گا'

اس تمام تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے مابین حسب ذیل صورتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے :

(۱) --- وقف کنندہ وقف کی عبارت میں "ابد" (ہمیشہ) یا اس کے کسی قائم مقام لفظ کی صراحت تو کرے' مگر وقف کے مصارف کا ذکر نہ کرے' مثال کے طور پر وہ کہے : "میری یہ زمین صدقہ وقف ہے"

(۲) --- اسی طرح اس صورت میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے' کہ اگر اس نے "موقوف علیہ" کی تعین و تصریح تو کی' مگر وقف کی ہمیشگی کا ذکر نہ کیا' اور نہ ہی اس کے کسی قائم مقام کا تذکرہ کیا--- تو اس صورت میں وقف باطل ہو گا- مثال

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے طور پر اگر اس نے کہا:

"میں نے یہ اراضی زید پر یا میرے ضرورت مند قرابت داروں پر وقف کر دی"

تو اس کا یہ وقف باطل ہوگا۔ البتہ دونوں ائمہ کرام کے نزدیک حسب ذیل دو صورتیں مختلف فیہ ہیں۔

ا ----- وقف کنندہ نے وقف کی عبارت میں فقط لفظ "وقف" کا ذکر کیا اور اس کے ساتھ' اس کے کسی مصرف کا تذکرہ نہ کیا۔

۲ ----- اسی طرح اس نے لفظ ابد یا اس کے قائم مقام لفظ کے ساتھ وقف کو مؤلد تو کیا ہو' مگر اس کا جو مصرف بیان کیا وہ منقطع ہو جانے والا تھا۔ ان دونوں صورتوں میں امام ابو یوسفؒ نے وقف کو جائز قرار دیا ہے' مگر امام محمدؒ نے اس کا ابطال کیا ہے۔

ان دونوں اقوال میں سے محقق علماء کے نزدیک امام ابو یوسف کی رائے زیادہ قرین صواب اور عوام و خواص کے لیے زیادہ سود مند ہے۔(۲۲)

لفظ ابد (ہیشگی) کی اس بحث سے یہ مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے وقف کے لیے ایک خاص مدت مقرر کر دی' مثال کے طور پر اگر اس نے کہا کہ میری یہ اراضی ایک ماہ تک وقف ہوگی" تو اس کے متعلق صاحبین سے کوئی قول نہیں ملتا' ان کے تلامذہ میں سے خصاف کے نزدیک اس صورت میں قطعاً وقف درست نہ ہوگا' البتہ ہلال الرای کے نزدیک اگر اس نے اس کے بعد وقف کے باطل اور ختم کرنے کی صراحت نہ کی تو مذکورہ وقف باطل ہوگا--- اور اگر اس نے صراحت کر دی' تو یہ وقف درست اور جائز ہوگا۔

۶۔ وقف کا لزوم:

رہا یہ مسئلہ کہ وقف کا لزوم کب ہوتا ہے' تو اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

امام ابو حنیفہؒ کے ہاں لزوم وقف کے لیے تین باتوں میں سے کسی ایک بات کا پایا جانا ضروری ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ اولاً دعوائے صحیح اور ضروری شہادت کی روشنی میں حاکم مجاز یا اس کا قائم مقام فیصلہ کردے--- تو وقف کا معاملہ محکم ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ "مجتهد فيه" ہے اور جو مسئلہ "مجتهد فيه" ہو' اس میں حاکم مجاز کے فیصلے سے اختلاف رفع ہو جاتا ہے۔

مثال کے طور پر اگر بانی وقف اپنی شی موقوفہ کو متولی کے سپرد کردے' بعد ازاں وہ اپنے وقف سے رجوع کرے اور یہ کہے کہ وقف کردینے سے اس کا لزوم نہیں ہوتا۔ جس پر "متولی وقف" مقدمہ عدالت تک لیجائے' اور عدالت شہادتوں کی روشنی میں اس کے لزوم کا فیصلہ کردے---- تو یہ وقف یقینی طور پر محکم ہو جائے گا۔

یہاں حاکم مجاز سے مراد کوئی ایسا حاکم ر قاضی ہے' جس کی تقرری بادشاہ یا اس کے نائب کی طرف سے ہوئی ہو---

۲۔ لزوم کی دوسری صورت یہ ہے کہ وقف کنندہ مسجد کے لیے جگہ وقف کردے' تو جیسے ہی وہاں اذان کہی جائے گی اور با جماعت یا مطلق نماز ادا کی جائے گی' تو اس جگہ کا مسجد ہونا یقینی ہو جائے گا' امام صاحب کے نزدیک مسجد ہونے کی صورت میں کسی حاکم مجاز کے فیصلے کی اس لیے ضرورت نہیں ہوتی' کیونکہ جب کوئی شخص کہتا ہے کہ میں نے اس جگہ کو مسجد بنا دیا ہے تو اس کے بعد اس کی ملکیت کو باقی رکھنے کی کوئی وجہ نہیں رہتی' لہٰذا یہاں اس کے لیے حاکم کے فیصلے کی ضرورت نہ ہوگی۔

۳۔ وقف کے مستحکم ہونے کی تیسری صورت یہ ہے کہ وقف کنندہ بطور وصیت وقف کرنے کا اظہار کرے' مثلاً "جب میں مرجاؤں' تو میری یہ زمین فقراء پر وقف ہوگی"

تاہم اس آخری صورت میں اگر تو وصیت ایک تہائی مال تک ہو' تو درست ہوگی ورنہ اس کا نفاذ اس کے ورثہ کی مرضی پر موقوف ہوگا۔ (۲۳)

صاحب الاسعاف نے اس پر مزید یہ اضافہ کیا ہے کہ "اگر وقف کنندہ خود مجتهد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو' اور اس کی اپنی رائے لزوم وقف کی ہو' تو اس صورت میں اس کی اپنی رائے ہی معتبر ہوگی اور موقوفہ شی سے اس کی ملکیت رفع ہوجائے گی' یا اگر وہ مقلد ہو اور اس سے کسی نے مسئلہ پوچھا ہو اور اس نے اس کے جواز (لزوم) کا فتویٰ دیا ہو تو اس صورت میں بھی مذکورہ وقف محکم ہو جائے گا اور اس سے اس کا رجوع درست نہ ہوگا"

علامہ ابن العابدین شامی نے اس رائے کو درست قرار دیا ہے اور اسے امانت و دیانت پر مبنی قرار دیا ہے۔ (۲۴) اس طرح گویا لزوم وقف کی یہ چوتھی صورت ہوگی۔

یہ تو امام ابو حنیفہؒ کا مسلک تھا' جبکہ صاحبین کے ہاں لزوم "وقف" پر اتفاق کے باوجود دونوں میں خفیف سا اختلاف پایا جاتا ہے' وہ یہ کہ امام محمدؒ کے ہاں "وقف کی تکمیل کے لیے اس کی تسلیم (سپرداری' قبضہ وغیرہ) ضروری ہے۔ اور ہر تسلیم (سپرداری) اسی شی کے مطابق ہونی چاہیے' مثال کے طور پر اگر موقوفہ شی مکانات ہیں' یا اراضی ہے' تو اس صورت میں تسلیم کی صورت یہ ہوگی کہ وقف کنندہ اس پر سے اپنا قبضہ ختم کردے اور وقف کے متولی کو انہیں سونپ دے---- اور اگر قبرستان ہے' تو تسلیم کی صورت یہ ہوگی کہ اس میں کسی میت کو دفن کردیا جائے' اور اگر سرائے ہے' تو اس میں کسی مسافر کے اترنے سے اس کی تسلیم ہو جاتی ہے' جبکہ مسجد میں نماز کی ادائیگی یا اذان دینا اس کی تسلیم ہے----

تسلیم (سپرداری' قبضے) کے لازم ہونے کی امام محمدؒ یہ وجہ بیان فرماتے ہیں کہ وقف تو اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور چونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کو تملیک کرانا ارادۃً" ممکن نہیں ہے' اس لیے کہ وہ تو پہلے ہی ہر شی کا مالک ہے' لہٰذا اگر مذکورہ شی متولی (ناظم) کو سپرد کردی جائے' تو اس سے "تملیک" کا مقصد طبعاً" حاصل ہو جاتا ہے' جیسا کہ زکوۃ اور صدقات واجبہ میں یہی حکم ہے۔ لہٰذا تسلیم ضروری ہوگی۔

امام ابو یوسفؒ کا موقف یہ کہ وقف میں تسلیم یا سپرداری غیر ضروری امور ہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اور وقف تو محض زبان سے کہنے سے ہی مکمل ہو جاتا ہے' اس لیے کہ یہ تو محض اپنی ملکیت کو ختم کرنا ہے' اور اس کے کسی ہونے والے مالک کو سونپنا نہیں ہے' لہٰذا یہ صورت آزادی غلام کے مشابہ ہوگی۔ (۲۵)

دیگر ائمہ میں سے قاضی ابن ابی لیلیٰ نیز امامیہ کے نزدیک بھی وقف کی تسلیم (سپرداری' قبضہ) ضروری ہے' یعنی یہ کہ متعلقہ لوگوں تک اس وقف کی اطلاع پہنچانا یا کم از کم وقف کے ناظم کو اس کا انتظام سپرد کرنا' وقف عامہ یعنی مسجد یا قبرستان ہونے کی صورت میں محض ایک فرد کے استعمال سے بھی تسلیم ہوجاتی ہے۔ جبکہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل و غیرہم کے نزدیک امام ابو یوسف ہی کی طرح واقف کے اعلان کے ساتھ ہی "وقف" ہو جاتا ہے اور اس کو کسی کی سپرداری میں دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ (۲۶)

امام شافعیؒ نے اپنی "کتاب الام" میں نام لیے بغیر حنفی فقہا کی تسلیم والی شرط کو ہدف تنقید بنایا ہے کیونکہ بقول ان کے عہد نبوی اور عہد صحابہؓ میں جتنے اوقاف قائم ہوئے ان میں "تسلیم" کی یہ شرط کہیں بھی نہیں پائی جاتی۔ البتہ وہ امام ابو یوسفؒ کا نام لے کر ان کی مذکورہ رائے کی تعریف فرماتے ہیں کہ ان کی رائے بہت مناسب ہے۔ (۲۷) امام شافعیؒ کی ان تنقیدات کے حنفی فقہاء بالخصوص امام سرخسی نے مفصل جوابات لکھے ہیں' اپنی اس تمام بحث کا خلاصہ سرخسی نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

وکان القاضی ابو عاصم رحمہ اللہ یقول قول ابی یوسف من حیث المعنی اقوی لمقاربتہ بین الوقف والعتق من حیث انہ' لیس فی کل واحد منھما معنی التملیک وقول محمد اقرب الی موافقۃ الاثار۔ (۲۹)

"قاضی ابو عاصم فرمایا کرتے تھے کہ معنوی طور پر امام ابو یوسفؒ کا قول زیادہ قوی ہے' کیونکہ معنوی طور پر وقف اور غلام کی آزادی ایک جیسے امور ہیں' کیونکہ ان دونوں میں کسی دوسرے شخص کو مالک بنانا نہیں پایا جاتا' البتہ روایات اور اقوال صحابہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں موافقت پیدا کرنے کے نقطہ نظر سے امام محمد کا قول زیادہ بہتر ہے۔"

اسی طرح گویا حنفی فقہا کے ہاں حسب موقع و محل ان دونوں اقوال پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔ البتہ بعض فقہاء نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ اس بارے میں امام ابو یوسف کے قول پر ہی عمل کیا جائے' تاکہ وقف کے نام پر مختص کی جانے والی جائیداد کو لوگ مختلف حیلوں اور بہانوں سے خورد برد نہ کر سکیں۔

۷۔ وقف کی حیثیت:

وقف کبھی تو "مباح" ہوتا ہے۔ کبھی مستحب اور کبھی واجب۔ اگر تو اس وقف کے ساتھ "رضائے خداوندی" کی نیت نہ پائی جائے تو' اس وقف کو "وقف مباح" کہیں گے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی غیر مسلم کوئی شی وقف کرے' تو اسے "وقف مباح" کہا جائے گا' کیونکہ اس کا یہ عمل' باوجود فی نفسہ نیکی ہونے کے اس کے لیے باعث ثواب نہیں ہے۔

اور اگر ایسا وقف ہو' جس کے ساتھ "رضائے خداوندی" کی نیت درست طور پر پائی جائے' تو اس وقف کو "وقف مستحب" کہیں گے---- جیسے کہ مسلمانوں کے اکثر اوقاف اسی اصول پر پورا اترتے ہیں-----

اور اگر کسی نے وقف کی نذر مانی اور اس کی نذر پوری ہو گئی' تو اس پر اپنی نذر کے مطابق "وقف" کا قیام واجب اور ضروری ہو گا---- اس آخری صورت میں وقف کنندہ پر لازم ہو گا کہ وہ مذکورہ "وقف" فقط مستحقین زکواۃ کے لیے قائم کرے' اگر اس نے اپنی اولاد اور اپنے خاندان کے لیے "وقف" قائم کر دیا' تو اس کا "وقف" اپنی جگہ درست' مگر اس کی "نذر" بدستور اس کے ذمہ واجب الادا رہے گی۔ (۲۹)

امام ابو حنیفہؒ کے ہاں' جیسا کہ اوپر مذکور ہوا' "وقف" ایک "قابل فسخ" قانونی معاملہ ہے' یعنی یہ کہ اس کا سابق مالک جب چاہے اس کو منسوخ کر سکتا ہے' البتہ دو باتوں سے یہ معاملہ مستحکم ہو جاتا ہے: اولاً یہ کہ اس کا سابق مالک فوت ہو جائے۔ تو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اندریں صورت اس کے ورثا کو یا کسی اور شخص کو اس معاملے کی تنسیخ کا حق باقی نہیں رہتا۔ ثانیاً یہ کہ کوئی عدالت صاحبین کے قول کے مطابق اس معاملے کے محکم ہوجانے کا فیصلہ صادر کردے' تو گویا امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق وقف کے ناظر کو' اس مقصد کے لیے عدالت کی جانب رجوع کرنا چاہیۓ اور عدالت کے فیصلے کے بعد' یہ معاملہ ان کے نزدیک بھی ناقابل فسخ ہو جاتا ہے۔ (۳۰) جبکہ صاحبین کے نزدیک' خفیف سے اختلاف کے ساتھ' ایک ناقابل فسخ معاملہ ہے---- اسے مستحکم ہوجانے کے بعد کوئی شخص بھی ختم نہیں کرسکتا۔ البتہ مالکیہ کے نزدیک اس کو ایک قابل تنسیخ قانونی معاملہ خیال کیا جاتا ہے اور تنسیخ کا حق نہ صرف یہ کہ اس کے سابق مالک کو حاصل ہوتا ہے' بلکہ اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء کو بھی تنسیخ و ابطال کا حق منتقل ہو جاتا ہے۔ (۳۱) اس طرح مختصر طور پر یہ کہا جاسکتا ہے' کہ تین اہل مسالک کے نزدیک تو مکمل طور پر وقف ایک ناقابل تنسیخ معاملہ ہے۔ مگر مالکیہ کے ہاں اس کی تنسیخ محتمل ہے' گو اس کے لیے بھی عدالت کی طرف مرافعہ کرنا پڑتا ہے۔

۹۔ وقف کی تنسیخ :

وقف کا اعدام فقط اسی ایک صورت میں ممکن ہے' کہ اگر خدانخواستہ "بانی وقف" اسلام سے مرتد ہو جائۓ' تو اس صورت میں وقف باطل ہو جاتا ہے اور موقوفہ جائیداد کی ملکیت کا حق اس کے ورثہ کی جانب منتقل ہو جاتا ہے' تاہم اگر کسی وقف کا مقصد فوت ہوجائۓ۔ یعنی یہ کہ جن لوگوں کے لیے اسے وقف کیا گیا ہو' وہ باقی نہ رہیں۔ تو اس صورت میں وقف بدستور قائم رہتا ہے اور اس کے مصارف میں غریب اور نادار لوگ شامل ہوجاتے ہیں اور اگر سابق مالک کے ورثہ بھی مفلس ہو جائیں' تو انہیں بھی اس کے مصارف میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ ورنہ نہیں گویا اس صورت میں وقف کو قائم رکھتے ہوئۓ اس کے مصارف میں تبدیلی کی جاسکتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تاہم حکومت وقت کسی صورت میں بھی انہیں ضبط نہیں کر سکتی (اعدام پر مفصل بحث آگے متفرقات کے عنوان کے تحت آئے گی)۔

۱۰۔ حق تملیک:

یہاں یہ سوال بھی اٹھایا گیا ہے' کہ "وقف" کی ملکیت کا حق کس کو حاصل ہوتا ہے' اس ضمن میں تین مکاتب فکر ہیں:

پہلے مکتب فکر' جس میں امام ابو یوسف' امام محمدؒ' متاخرین' احناف اور شوافع کا مسلک یہ ہے' کہ "وقف شدہ شئی" کی ملکیت اس کے سابق مالک سے "اللہ تعالیٰ" کی جانب منتقل ہوجاتی ہے' لہٰذا اس کے سابق مالک یا اس کے ورثہ کو' اس میں تصرف کرنے کا حق نہیں رہتا۔ (۳۲)

اس مکتب فکر کے خیال میں "وقف" کا معاملہ ناقابل تنسیخ معاملہ ہے اور اس پر نظر ثانی یا تبدیلی کرنے کا کسی بھی شخص کو حق باقی نہیں رہتا۔

دوسرا مکتب فکر حنابلہ کا ہے' ان کے نزدیک اس کی ملکیت' اس کے سابق مالک سے' موقوف علیہم (جن لوگوں کے لیے وقف کیا گیا ہو) کی جانب منتقل ہو جاتی ہے۔ (۳۳)

اس طرح گویا اس شئی پر موقوف علیہم کو تصرف کا حق حاصل ہوجاتا ہے' تیسرا مکتب فکر امام ابو حنیفہ۔ (۳۴) مالکیہ اور ایک قول کی رو سے حنابلہ کا ہے' جن کا خیال یہ ہے کہ وقف شدہ شئی کی ملکیت بدستور سابق مالک ہی کے پاس رہتی ہے۔ مگر اس پر اسے تصرف کرنے کا حق نہیں رہتا' تاہم اس کلیے سے "مساجد" مستثنیٰ ہیں' ان ائمہ کے خیال میں اگر کسی مسجد میں ایک شخص نے بھی نماز ادا کرلی' تو اب اس کے مالکانہ حقوق اس کے سابق مالک کے پاس نہیں رہتے۔ (۳۵) اس طرح گویا مساجد کے معاملے میں چاروں مکاتیب فکر باہم متفق الخیال ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعلیقات و حواشی

۱۔ البدائع، ۷: ۲۱۹۔ ۲۲۰۔

۲۔ فتاوی عالمگیری، ۲: ۳۵۲

۳۔ کتاب الوقف، مطبوعہ قاھرہ، ص ۱۵

ر۔ فتاوی عالمگیری، ۳: ۳۵۳

۵۔ **الخصاف**: کتاب الوقف، امام محمد: الزیادات، فتاوی عالمگیری ۲: ۳۵۳۔

۶ ۔ فتاوی قاضی خان: کتاب الوقف

۷۔ فتاوی، عالمگیری، ۲: ۳۵۴ "ارض حوز" سے مراد ایسی اراضی ہے۔ کہ جس کا مالک اس زمین میں کاشت کرنے اور خراج کی ادائیگی کرنے سے قاصر ہو جائے اور وہ اپنی زمین حاکم اعلی کو دیدے تاکہ اس کے منافع سے خراج کی رقم پوری کی جاسکے (فتاوی عالمگیری، ۲: ۳۵۴)

۸۔ **الخصاف**: النہر النصائق، یہ حکم غالبا امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق ہے۔

۹۔ فتاوی عالمگیری — ۲: ۳۵۴۔ ۳۵۵

۱۰۔ ایضا" ، ۳: ۳۵۲ ـ ۳۵۴

۱۱۔ البحر الرائق، لابن **نجیم المصری**، کتاب الوقف۔

۱۲۔ عبدالجلیل: کتاب الوقف، ص ۱۷

۱۳۔ الکاسانی: البدائع **الصنائع**، ۷: ۲۲۰

۱۴۔ عبدالجلیل: کتاب الوقف، ص ۲۶

۱۵۔ ایضا" ، ص ۲۵۔ ۲۷

۱۶۔ فتاوی عالمگیری، ۲: ۳۵۳

۱۷۔ ایضا": ۲: ۳۵۲ ـ ۳۵۴

۱۸۔ عبدالجلیل: کتاب الوقف، ص ۲۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۹- ایضاً"-

۲۰- کتاب الوقف' ص ۲۱

۲۱- ایضاً" ' ص ۲۳

۲۲- ایضاً" ' ص ۲۴

۲۳- ایضاً" ' ص ۱۲

۲۴- حاشیہ ردالمختار' ۴ : ۳۴۴

۲۵- نیز دیکھئے ردالمختار ' ۴ : ۳۴۴- ۳۴۵

۲۶- سرخسی : المبسوط' مطبوعہ حیدر آباد دکن' ۱۲ : ۳۳- ۳۵-

۲۷- کتاب الام- مطبوعہ قاہرہ' ۴ : ۵۴- ۵۵

۲۸- المبسوط' ۱۲ : ۳۶ بیعد

۲۹- عبدالجلیل : کتاب الوقف' ص ۱۳- ۱۴

۳۰- ہدایہ' ۲ : ۶۱۲- ۶۱۴

۳۱- خلیل : المختصر ترجمہ Santillana' ۳ : ۵۶۰- ۵۶۱

۳۲- المبسوط : ۱۲ : ۳۰ - ۳۵

۳۳- معجم الفقہ الحنبلی : ۱۰۶۰ - کویت

۳۴- المرغینانی : ہدایہ' ۲ : ۶۱۲- ۶۱۳

۳۵- البدائع و الصنائع' ۷ : ۲۱۸- ۲۲۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

باب چہارم

ارکان وقف اسلامی

الفاظ وقف کا بیان

وقف اسلامی کے ارکان وہ الفاظ ہیں جو "وقف" کیے جانے پر دلالت کرتے ہیں' اس ضمن میں اصول یہ ہے' کہ الفاظ جتنے واضح' صاف اور مفید مطلب ہوں گے' اتنا ہی "وقف" کا وقوع یقینی اور محکم ہوگا۔

۱۔ عام طور پر "وقف" کا مفہوم ادا کرنے کے لیے تین الفاظ کا سہارا لیا جاتا ہے' یعنی "وقفت" (میں نے وقف کردیا)' حبست (میں نے فلاں شی روک دی' وقف کردی)' سبلت (میں نے یہ چیز راہ خداوندی میں دے دی)' تاہم ان صریح الفاظ کے بجائے۔ اگر کنایات سے کام لیا جائے' مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے صدقہ موقوفہ' یا محبوسہ' یا مسبلہ یا محرمہ یا موبدہ کردیا ہے' تو ان الفاظ سے کسی شیٔ کو وقف کرنا بھی درست ہوگا البتہ اس صورت میں یہ بھی لازم ہوگا کہ وہ وقف کی نیت کرے اور ان مذکورہ الفاظ و کنایات کے ساتھ ایسے الفاظ بھی استعمال کرے' جن سے وقف کے پہلو کو تقویت اور تائید حاصل ہوتی ہے' مثلاً:

اسے نہ بیچا جائے' نہ ھبہ کیا جائے اور نہ وراثتاً دی جائے۔ (۱)

اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے:

مثال کے طور پر اگر اس نے کہا:

لرضی هنه صدقه محرمة موبدة حال حیاتی و بعد وفاتی اوقال لرضی هذه صدقه موقوفه محبوسه موبدة حال حیاتی و بعد وفاتی اوقال هذه صدقه محبوسه موبدة اوقال حبیسه موبدة

www.KitaboSunnat.com

حال حیاتی و بعد وفاتی یصیر وقفا جائزا لازما علی الفقراء۔ (۲)

"یہ میری زمین ہمیشہ کے لیے آزاد کردہ صدقہ ہے' میری زندگی میں بھی اور میرے مرنے کے بعد بھی یا اس نے کہا میری یہ زمین صدقہ وقف و حبس ہے' ہمیشہ کے لیے میری زندگی میں بھی اور میرے مرنے کے بعد بھی' یا اس نے کہا "یہ صدقہ حبس ہے' ہمیشہ کے لیے' یا اس نے کہا یہ ہمیشہ کے لیے حبس (وقف) ہے۔ میری زندگی میں بھی اور میرے مرنے کے بعد بھی۔ تو وہ وقف جائز ہوگا جس کی تقسیم فقراء پر ضروری ہوگی۔"

ان تمام صورتوں میں جمہور فقہاء اور صاحبین کے نزدیک تو اس کا وقف ہونا ہر شک و شبہے سے بالا تر ہے' البتہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی زندگی میں اس کی حیثیت "صدقہ نذر کی سی ہوگی اور اسے اپنے صدقہ میں اپنی وفات تک رجوع کا حق حاصل رہے گا اور اگر اس نے رجوع نہ کیا' تو پھر ایک تہائی مال تک وقف درست ہوگا۔ اس سے زیادہ کے لیے ورثہ کی رضامندی ضروری ہوگی۔

○ اگر اس نے کہا "صدقہ" "موقوفہ" موبدۃ (صدقہ وقف ہمیشہ کے لیے) اس صورت میں جمہور فقہاء کے نزدیک وقف درست ہوگا۔ مگر امام محمدؒ کے نزدیک اس پر قبضہ ضروری ہوگا۔ جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس صورت میں اس کی زندگی میں اس کی حیثیت محض "صدقہ نذر کی ہوگی اور اس کی وفات کے بعد اس پر ورثہ کا حق ہوگا۔ (۳)

اگر اس نے باقی الفاظ تو استعمال کیے۔ مگر "موبدہ" (ہمیشہ کے لیے) کا لفظ استعمال نہ کیا' تو یہ اکثر علماء کے نزدیک درست ہوگا' مگر خصاف اور اہل بصرہ اسے وقف تسلیم نہیں کرتے' اس لیے کہ ان کے نزدیک وقف کا جواز ہیشگی کے ساتھ مشروط ہوتا ہے ---- تاہم اگر اس نے موبدہ (ہمیشہ کے لیے) کے بجائے "ھذہ صدقۃ موقوفۃ" علی المساکین (یہ مساکین کے لیے صدقہ وقف ہے) کے الفاظ استعمال کیے' تو اس صورت میں بالاجماع وقف جائز ہوگا۔ اس لیے کہ مساکین کا لفظ "ہیشگی" کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لفظ کے مترادف ہے۔ (۴)

○ اور اگر اس نے صدقہ کا لفظ استعمال نہ کیا' بلکہ کہا کہ "یہ وقف ہے۔ یا میں نے اپنی اس زمین کو وقف کردیا ہے" تو اس صورت میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ وقف فقراء و مساکین کے لیے ہوگا۔ صدرالشہید اور مشائخ بلخ امام ابو یوسفؒ کے اس قول کے مطابق فتوی دیا کرتے تھے اور ہم بھی انہی کے قول کے مطابق فتوی دینے کے قائل ہیں' کیونکہ عرفاً" وقف اسی مفہوم میں مستعمل ہے اور اگر اس نے کہا میری یہ زمین فقراء پر وقف ہے یا اسی طرح اس نے باقی کے تین الفاظ استعمال کیے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وقف درست ہوگا' اسی طرح ھلال الرائے کا بھی یہی قول ہے' کیونکہ لفظ فقراء کی بنا پر احتمال ختم ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس نے کہا:

ھی موقوفۃ للّٰہ تعالی ابدا (یہ اللہ تعالی کے لیے ہمیشہ کے لیے وقف ہے) تو یہ وقف درست ہوگا گوکہ یہاں اس نے صدقے کا ذکر نہیں کیا' اور یہ فقراء پر وقف ہوگا۔

○ اور اگر اس نے بوقت وقف یہ کہا:

حرمت ارضی ھذہ اوھی محرمۃ

(میں نے اس زمین کو حرام کردیا' یا یہ زمین حرام ہے۔)

تو فقیہ ابو جعفرؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق مذکورہ صورت بھی "موقوفہ" (وقف) کہنے کے مماثل ہوگی۔ اسی طرح اگر اس نے یہ الفاظ استعمال کیے:

موقوفۃ محرمۃ حبیس او موقوفۃ حبیس محرمۃ لا تباع ولا تورث ولا توھب

(یہ زمین) وقف حرام کردہ حبس ہے' یا وقف' حبس اور حرام کردہ ہے' نہ اسے فروخت کیا جائے' نہ وراثتہ" تقسیم ہو' اور نہ کسی کو ھبہ کی جائے۔ تو اس میں بھی مذکورہ بالا اختلاف ہے --- یاد رہے کہ ان تمام اختلافی صورتوں میں فتوی امام ابویوسفؒ ہی کے قول پر ہے۔ (۵)

○ علی ھذا القیاس اگر اس نے کہا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ارضی ھذہ موقوفۃ علی فلاں او علی ولدی او علی فقراء قرابتی وھم یحصون او علی الیتامی ولم یرد بہ جنسہ

(میری یہ زمین فلاں شخص پر یا میرے بیٹے پر' یا میرے قرابت دار فقراء پر (جبکہ ان کی تعداد محدود ہو' یا یتیموں پر (جن کی تفصیل اس نے بیان نہ کی ہو) وقف ہے)

لہٰذا ان الفاظ کے ساتھ وقف درست نہ ہوگا' مگر چونکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وقف کا ہمیشہ کے لیے ہونا یعنی اس میں "تابید" کے پہلو کی موجودگی ضروری نہیں ہے' لہٰذا ان کے یہاں یہ وقف مکمل طور پر صحیح ہوگا۔

الکردری نے اپنی کتاب الوجیز میں صراحت کی ہے کہ اگر کسی نے وقف کسی خاص شخص یا مخصوص اشخاص پر کیا ہو' تو اس کے مرنے کے بعد اس شی کے منافع فقراء و مساکین پر تقسیم کیے جائیں گے۔

○ رہا وقف میں نیکی یا ثواب کی نیت کا ہونا' تو اس کی صورت یہ ہے کہ واقف (وقف کنندہ) یہ کہے:

ارضی ھذہ صدقۃ للّٰہ او موقوفۃ للّٰہ او صدقۃ موقوفۃ للّٰہ تعالی

(میری یہ زمین اللہ کے لیے صدقہ' یا اللہ کے لیے وقف ہے یا یہ اللہ تعالی کے لیے صدقہ وقف ہے)

تو ان الفاظ کے ساتھ قائم کردہ وقف درست ہوگا۔

○ اسی طرح اگر اس نے "للہ" (اللہ کے لیے) کے بجائے یہ کہا "علی وجہ الخیر والبر" (خیر اور بر کے لیے) تو تب بھی وقف درست ہوگا۔

اور اگر اس نے کہا:

ارضی ھذہ سبیل (یہ میری اراضی راہ خداوندی) کے لیے ہے۔ تو اس صورت میں دیکھا جائے گا۔ اگر تو اس علاقے میں ان الفاظ کے ساتھ اوقاف قائم کیے جاتے ہوں' تو ان سے وقف درست ہوگا' ورنہ اس سے پوچھا جائے گا کہ اس سے اس کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کیا نیت تھی' اگر تو اس نے وقف کی نیت کی' تو وقف سمجھا جائے گا اور اگر اس نے کہا کہ اس کی کوئی نیت نہ تھی' تو اس صورت میں یہ نذر ہوگی ---- اور اسے یہ اختیار ہوگا' کہ چاہے تو وہ اس زمین کو صدقہ کردے اور چاہے وہ اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت صدقہ کردے ---- یہی حکم اس صورت میں ہے' جب اس نے کہا کہ میں نے "اس زمین کو فقراء کے لیے دیا" ---- کہ اس میں بھی مذکورہ بالا دونوں احتمال ہوں گے۔ (۶)

○ اور اگر کسی نے کہا:

"میرا یہ حجرہ (کمرہ) مسجد کے تیل کے لیے ہے"

تو فقیہ ابو جعفرؒ کے بقول محض ایسا کہنے سے وہ حجرہ وقف ہو جائے گا ---
بشرطیکہ وہ اس کو مسجد کے متولی کے سپرد کردے۔

اگر کسی نے اپنی بیماری میں کہا:

"اس گھر کے غلے سے' ہر ماہ دس درہموں کے بدلے روٹیاں خریدی جائیں اور انہیں فقراء میں تقسیم کردیا جائے" تو اس صورت میں مذکورہ گھر "وقف" شمار ہوگا۔(۷)

○ علی ھذا القیاس اگر کسی شخص نے کہا:

میں نے اپنی وفات کے بعد فلاں چیز وقف کردی' یا اس نے کہا "میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات کے بعد فلاں چیز وقف کی جائے" تو یہ وقف بھی درست ہوگا' البتہ اس کا نفاذ اس کے ایک تہائی (۱/۳) حصے سے ہوگا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ---

○ اور اگر اس نے کہا "میرا ایک تہائی مال وقف ہے" اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا' تو اس کے متعلق ابونصر فقیہ فرماتے ہیں' کہ اگر تو اس کا مال نقدی کی شکل میں ہو' تو یہ وقف باطل ہوگا اور اگر سامان کی شکل میں ہو تو جائز ہوگا۔ بعض فقہاء فرماتے ہیں' کہ فتویٰ اس پر ہے کہ یہ صورت جائز نہ ہوگی۔ تاوقتیکہ وہ اس کا مصرف بیان نہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرے۔ (۸) جیسا کہ اوپر شرائط الفاظ کے ضمن میں بیان ہوا (۹) فتاوای عالمگیری میں نقل کیا گیا ہے کہ :

اگر کسی شخص نے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ ہے۔ تو یہ زمین وقف کے بجائے محض "نذر" ہوگی۔ لہٰذا اسے اجازت ہوگی کہ خواہ وہ اسے بعینہ صدقہ کردے' یا اس کی قیمت راہ خداوندی میں خرچ کر دے۔

○ علی ہذا القیاس اگر کسی شخص نے اس کے ساتھ علی الفقراء (فقراء پر) کا اضافہ کرکے کہا: "یہ میری زمین مساکین پر صدقہ ہے"۔

تو اس صورت میں بھی مذکورہ اراضی وقف کے بجائے نذر ہوگی ---- جس کی تعمیل میں وہ یا تو بعینہ وھی جگہ صدقہ کر دے۔ یا پھر اس کی قیمت فقراء میں بانٹ دے۔ تاہم اگر اس نے ایسا نہ کیا' تو اس کی یہ اراضی وراثت میں اس کے ورثہ کو منتقل ہوجائے گی۔ اور قاضی بھی اس کو اس کی تعمیل پر مجبور نہیں کر سکتا۔ (۱۰)

۲ --- مرض الوفات میں یا مرجانے کے بعد کسی شی کو وقف کرنا :

جیسا کہ سطور بالا میں اس ضمن بیان ہوا کہ "وقف" کی صحت و درستگی کے لیے لازم ہے کہ "بانی وقف" اسے اپنی صحت و سلامتی کے زمانے میں وقف کرے۔ تاہم اگر اس نے اس شی کو مرض الوفات میں وقف کیا' یا اس کے وقف کرنے کی وصیت کی' تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ ---- اس ضمن میں امام ابو یوسفؒ و محمد کے شاگرد ھلال الرائے اپنی کتاب الوقف میں تحریر فرماتے ہیں :

"میں نے پوچھا کہ اگر کسی شخص نے اپنی زمین کو اپنی بیماری میں فقراء اور مساکین پر وقف کیا' تو اس کا کیا حکم ہے؟

امام نے کہا کہ ایک تہائی مال میں سے وقف جائز ہے۔

میں نے پوچھا کہ اگر اس نے اپنے مرنے کے بعد اپنی اراضی کے وقف کرنے کی وصیت کی تو اس کا کیا حکم ہے ؟

امام نے کہا کہ وہ بھی ایک تہائی مال میں جائز ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں نے پوچھا کہ اگر اس کی "وصیت" ایک تہائی مال سے پوری نہ ہوتی ہو، تو کیا کیا جائے؟

امام نے کہا میرے نزدیک اس کی فقط ایک تہائی سے اجازت ہے اور اس سے زیادہ جو کچھ ہو، اس پر اس کے ورثہ کا حق ہے۔ الایہ کہ وہ اس کی اجازت دے دیں۔

میں نے پوچھا کہ اگر اس پر اتنا قرض ہو، جو اس کے مجموعی مال سے زیادہ نہ ہو، تب؟ امام نے کہا قرض منہا کرنے کے بعد ایک تہائی مال سے وصیت جائز ہوگی۔

(۱۱)

مرض الوفات میں وقف کرنے کی مزید تفصیل اس طرح سے ہے کہ اگر کسی ایسے مریض نے جو قریب المرگ ہو، کوئی شی وقف کی، تو وہ دو حال سے خالی نہ ہوگی، یا تو اس نے فوری طور پر اس کو "وقف" کرنے کو کہا ہوگا اور یا پھر اسے اپنی وفات سے متعلق کیا ہوگا۔

۱ ۔ اول الذکر صورت میں پھر یا تو اس پر اس کے مال کی مجموعی قیمت سے زیادہ قرض ہوگا، یا پھر اس سے کم قرض ہوگا۔

اگر تو اس پر اتنا قرض ہو، جو اس کے مجموعی مال سے زیادہ ہو، تو ایسی صورت میں اس کا کیا ہوا وقف باطل ہوگا اور اس کی موقوفہ شی کو فروخت کرکے قرض خواہوں کا قرض اتارا جائے گا۔ بشرطیکہ وہ اس کا مطالبہ کریں۔

پھر اگر مذکورہ شی کو فروخت کرنے کے بعد اس کا کچھ اور مال نکل آیا۔ جس سے اس کا قرض بھی چکایا جا سکتا ہو، اور وقف شدہ شی کو اس کے ایک تہائی مال سے نکالا جاسکتا ہو، تو ایسی صورت میں زمین کی بیع کو فسخ نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اس کی قیمت سے متبادل جگہ خرید کر وقف کردی جائے گی۔

۲ ۔ اور اگر اس پر قرض تو ہو، لیکن اس کی تعداد اس کے متروکہ مال کی مجموعی مالیت سے کم ہو، تو ایسی صورت میں اس کے وقف کا وہی حکم ہوگا، جو قرض نہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہونے کی صورت میں ہے یعنی فقط ایک تہائی مال تک جائز اور اس سے زیادہ ورثہ کی صوابدید پر منحصر ہو گا۔

۳۔ اور اگر اس پر کوئی قرض نہ ہو' تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ اس نے (ا) کسی اجنبی پر وقف کیا ہے۔ یا (ب) اپنے کسی وارث پر یا (ج) اپنے کسی وارث اور اجنبی دونوں پر' ان میں سے ہر ایک صورت کا حکم مختلف ہے:

ا ۔ اگر تو اس نے کسی اجنبی کے لیے اسے وقف کیا ہو اور وہ اس کے مجموع مال کے ایک تہائی سے کم یا اس کے مساوی ہو' یا وقف کی مالیت زیادہ ہے مگر باقی وقف کا کوئی بھی وارث نہ ہو' تو دونوں صورت میں وقف فوراً" ہی نافذ العمل ہو جائے گا۔

ب ۔ اسی طرح اگر اس کے وارث ہوں اور وہ اس وقف کی اجازت دے دیں' تو تب بھی یہی حکم ہو گا۔ اور اگر وہ وقف ایک تہائی مال سے زیادہ ہو' اور ورثہ اس کی اجازت نہ دیں۔ تو ایسا وقف فقط ایک تہائی مال تک نافذالعمل ہو گا۔ اور اگر بعض ورثہ نے اجازت دی اور بعض نے اجازت نہ دی' تو اجازت دھندہ کا حصہ ایک تہائی حصے سے زیادہ تصور ہو گا' اس سے کم نہیں۔

(ج) اور اگر اس نے اسے اپنی مرض الوفات میں ایک یا زیادہ وارثوں اور ان کے بعد اسے فقراء کے لیے وقف کرنے کا اعلان کیا' تو اگر اس وقف کی تمام ورثہ نے اجازت دے دی تو وہ درست ہو گا۔ خواہ وہ وقف ایک تہائی مال سے کم ہو یا زیادہ۔

لیکن اگر انہوں نے اجازت نہ دی' تو وقف فقط ایک تہائی مال تک نافذالعمل ہو گا' اس سے زیادہ میں نہیں اور یہ ضروری ہو گا کہ "موقوفہ شی" کے منافع "موقوف علیہم" پر' مساوی طور پر تقسیم ہوں' جیسا کہ شریعت نے ان کا ترکے میں حصہ رکھا ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک فوت ہوجائے' تو اس کا حصہ اس کے ورثہ کو دیا جائے گا۔ تاوقتیکہ موقوف علیہم میں سے کوئی ایک فرد زندہ اور موجود ہو ---- اور جب آخری موقوف علیہ فرد فوت ہو جائے' تو اس کے بعد اس کے ایک تہائی منافع

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غرباء اور اہل حاجت میں "حسب شرائط وقف تقسیم ہوں گے --- جبکہ بقیہ دو تہائی حصے اس کے وارثوں میں ملکیت و اختصاص کی بنیاد پر تقسیم کردیئے جائیں گے۔ اور اگر اس کے بعد اس کا کچھ اور مال نکل آیا۔ جس کو اس کے مال کے ساتھ شامل کر لینے سے مذکورہ وقف اس کے تہائی حصے کے مساوی قرار پاتا ہو' تو ایسی صورت میں مذکورہ وارثوں سے وقف کے تقسیم شدہ دو تہائی حصے واپس لے لیے جائیں گے اور اسے حسب شرائط' وقف میں شامل کرلیا جائے گا۔ اور اگر ان میں سے کسی ایک نے اپنا حصہ بیچ دیا' تو اس کی بیع کو باطل قرار نہیں دیا جائے گا' بلکہ اس سے اس کی قیمت واپس لیکر متبادل جگہ خرید کرلی جائے گی---- اور اگر بعض وارثوں نے اجازت دی' اور بعض نے اجازت نہ دی' تو ایسی صورت میں اجازت دینے والے کا حصہ ایک تہائی حصے کے علاوہ شمار ہوگا۔

○ علی ھذا القیاس اگر اس کا ایک ہی وارث ہو' اور اس نے اپنی تمام جائیداد اسی پر وقف کردی' تو تب بھی یہی حکم ہوگا' کہ اگر اس نے وقف کو درست قرار دیا' تو اس کی تمام جائیداد وقف شمار ہوگی' اور اگر اس نے اجازت نہ دی' تو فقط ایک تہائی حصہ وقف اور دو تہائی اس کی ملکیت ہوں گے۔ (۱۲)

یہاں وضاحت کے لیے چند مثالوں کو سامنے رکھنا مناسب ہوگا:

۱۔ ایک عورت نے اپنا رہائشی مکان اپنی مرض الوفات میں حسب ذیل الفاظ کے ساتھ وقف کیا:

"میری یہ جائیداد میری بیٹیوں' پھر ان کی اولاد' پھر ان کی اولاد کی اولاد کے لیے ہمیشہ کے لیے وقف ہوگی۔ جب تک ان کی اولاد کا سلسلہ جاری رہے' اگر یہ سلسلہ رک جائے' تو اس کے مستحق فقراء ہوں گے"

بعد ازاں وہ عورت اسی بیماری میں مرگئی' اور اس نے اپنے پیچھے دو بیٹیاں اور ایک پھپھی وارث چھوڑی ---- پھپھی اور اس کی دونوں بیٹیاں اس کے اس فعل پر راضی نہ ہوں' اور اس مکان کے علاوہ اس کا کوئی اور مال بھی نہ ہو---

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تو اس صورت میں اس مکان کا ایک تہائی حصہ وقف ہوگا اور دو حصے اس کے قانونی وارثوں پر تقسیم ہونگے' جبکہ ایک تہائی وقف شدہ حصے میں سے اس کے تینوں قانونی وارثوں کو' حسب وراثت حصہ ملتا رہے گا' تا وقتیکہ مذکورہ عورت کی دونوں بیٹیاں حیات رہیں- پھر جب وہ دونوں مرجائیں گی- تو اس کے منافع ان دونوں کی اولاد اور پھر ان کی اولاد کی اولاد پر' حسب وقف تقسیم ہوں گے' اور ان میں اب پھپھی کا کوئی حصہ نہ ہوگا--- اور اگر ان دونوں میں سے ایک فوت ہوجائے' تو فوت ہونے والی کا حصہ اس کے ورثہ میں حسب وراثت تقسیم ہوگا' تا آنکہ دوسری بہن فوت ہو جائے- جب وہ فوت ہوجائے گی' تو اب ان دونوں کی اولاد اور پھر اولاد کی اولاد اس کے منافع کی حقدار ہوگی' جیسا کہ وقف کنندہ نے اس کی تصریح کی تھی-

اور اگر دو میں سے ایک بیٹی نے اجازت دے دی' تو ایسی صورت میں اس کا ایک تہائی حصہ وقف شدہ تہائی حصے کے علاوہ ہوگا اور ان دو تہائی حصوں کے منافع کی حسب شرائط تقسیم کی جائے گی-

۲ - اگر کسی مریض نے اپنی مرض الوفات میں اپنی کل جائیداد ایک اجنبی پر اور اس کے بعد فقراء پر وقف کردی---- پھر وہ اپنی بیوی کو چھوڑ کر فوت ہوگیا اور اس جائیداد کے علاوہ کوئی اور شی اس کی ملکیت نہ ہو' تو اس صورت میں چھٹا حصہ (۱/۶) اس کی بیوی کا حق ہوگا' جبکہ باقی ۵ حصے حسب شرائط وقف ہونگے-

وجہ یہ ہے کہ اجنبی کے لیے ایک تہائی حد تک وقف فوراً" نافذ ہو جاتا ہے' اور یہاں چونکہ بیوی فقط چوتھائی (۱/۴) حصے کی مستحق ہے اور دو تہائی حصوں کا چوتھائی حصہ کل مال کا چھٹا حصہ بنتا ہے' جبکہ باقی تین چھٹے حصے (۳/۶) کل مال کے تہائی حصے کی طرح وقف ہوں گے' کیونکہ اس میں اس کے قانونی وارث کا کوئی حق نہیں' اس طرح مجموعی وقف شدہ اراضی کی مالیت جائیداد کے پانچ حصوں (۵/۶) کے مساوی ہوگی-

۳ - اگر کسی بانی وقف نے اپنی کوئی جائیداد ان الفاظ کے ساتھ وقف کی: "اپنی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اولاد اور اپنی اولاد کی اولاد اور ان کی نسل پر ہمیشہ کے لیے پھر مساکین پر" اور اس نے اپنے پیچھے ایک بیوی' والدین' اولاد اور پوتے پوتیاں وارث چھوڑے ہوں' اور مذکورہ وقف کی مجموعی قیمت کل مال کے ایک تہائی (۱/۳) حصے سے زیادہ ہو---- پھر اگر اس وقف کی اس کے تمام وارثوں نے اجازت دے دی' تو اس جائیداد کے منافع حسب شرائط موقف علیہم پر تقسیم ہوں گے' ------ اور اگر انہوں نے اس کی اجازت نہ دی تو اس کے منافع اس کے بیٹوں کی تعداد اور اس کے پوتے پوتیوں کی تعداد پر تقسیم ہوں گے' ---- پھر جس حصے کے پوتے وارث ہوں گے وہ ان کا مملوکہ حصہ ہوگا اور وہ ان میں مساوی طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ البتہ جس حصے کے بیٹے حقدار ہونگے' اس میں سے مرنے والی کی بیوی کا آٹھواں حصہ اور اس کے والدین کا چھٹا حصہ (۱/۶) نکالا جائے گا' جبکہ بقیہ مال کو حسب قانون وراثت تقسیم کیا جائے گا یعنی مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہوگا' اس لیے کہ مرض الوفات میں وقف کرنا' وصیت کرنے کے مماثل ہے' جس کی کسی ایک وارث کے حق میں اجازت نہیں ہے ---- پھر اس کے ورثہ میں سے جو شخص وفات پا جائے گا' اس کے حصے کو اس کے بقیہ صلبی وارثوں میں تقسیم کردیا جائے گا' تا آنکہ جب وہ تمام کے تمام انتقال کر جائیں گے' تو تب وہ وقف فقط پوتوں کے لیے ہوگا۔ جیسا کہ وقف کنندہ نے تصریح کی تھی' اور اس صورت میں مرنے والے کی بیوی اور اس کے والدین کا حصہ ختم ہو جائے گا۔ اس لیے کہ وہ موقوف علیہم نہ تھے' انہیں تو ان کی صلبی اولاد کو حاصل ہونے والے مال وراثت میں سے حصہ دار قرار دیا گیا تھا' پھر مذکورہ بالا صورت میں بیٹوں اور پوتوں کی تعداد کا اعتبار منافع آنے کے دن ہوگا' کہ اس دن جتنے بیٹے اور پوتے موجود ہوں گے ان سب میں تقسیم کیا جائے گا ---- پھر اگر کوئی شخص اس سے قبل مرگیا ہو' تو اس کو بوقت تقسیم منافع زندہ ہی تصور کیا جائے گا اور اس کے حصے کو اس کے پسماندگان میں قانون وراثت کے مطابق تقسیم کردیا جائے گا۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا' جب تک کہ "وقف کنندہ" کی حقیقی اولاد ختم نہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے' اور جب تمام بیٹے ایک ایک کرکے فوت ہو جائیں گے' تو اب وقف کنندہ کی شرائط کے مطابق اس کے منافع اس کے پوتے پوتیوں میں یکساں طور پر تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ (۱۳)

یہاں وقف اور وصیت کے احکام میں فرق پڑ گیا' وہ اس طرح کہ اگر کسی وصیت کو اس کے ورثہ ایک تہائی سے زائد ہونے کی بنا پر جائز قرار نہ دیں' تو وہ وصیت باطل قرار پائی ہے اور فقط ایک تہائی (1/3) تک نافذالعمل رہتی ہے۔ جبکہ وقف کی صورت میں اس کو **منجملہ** برقرار رکھا گیا ہے۔

وقف اور وصیت دونوں میں ایک تہائی (۱/۳) کا اعتبار اس وقت کیا جاتا ہے' جب "واقف" یا "موصی" (وصیت کنندہ) کا ترکہ ورثا تک پہنچتا ہے' اس سے پہلے کا اعتبار نہ ہوگا' مثلاً اگر کسی شخص نے اپنے مرض الوفات میں جو وقف قائم کیا' وہ اس وقت اس کے مجموعی مال کے ایک تہائی کے مساوی تھا۔ مگر بعد ازاں اس کی وفات سے قبل یا اس کے بعد کسی بنا پر اس کا کچھ مال تلف ہوگیا۔ جس کی بنا پر اب وقف کی مالیت ایک تہائی سے بڑھ گئی' تو اس صورت میں اس کے ورثہ کو حق حاصل ہوگا کہ اگر وہ چاہیں تو اس وقف کو باطل کر دیں ---- اسی طرح اگر وقف کے وقت وقف کی مالیت ایک تہائی سے زیادہ ہو مگر اس کی وفات سے قبل یا اس کے بعد اس کے مال میں اضافہ ہوگیا جس سے اس کی مالیت ایک تہائی مال کے مساوی یا کم رہ گئی' تو اس صورت میں ورثہ کو اس کے باطل کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا۔

اور اگر کسی نے اپنے مرض الوفات میں "وصیت" بھی کردی اور کچھ مال کو وقف بھی کردیا' اور دونوں کی مجموعی مقدار ایک تہائی (۱/۳) سے بڑھ گئی' تو اس صورت میں دونوں کو ایک تہائی تک محدود کردیا جائے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعلیقات و حواشی

۱ - فتاوی عالمگیری : ۲ : ۳۵۲- معجم الفقہ الحنبلی : ۲ : ۱۰۵۴-

۲ - فتاوی عالمگیری : ۲ : ۳۵۷ -

۳ - فتاوی قاضی خان ' کتاب الوقف-

۴ - فتاوی عالمگیری : ۲ : ۳۵۷-

۵ - فتاوی قاضی خاں ' کتاب الوقف-

۶ - فتاوی عالمگیری : ۲ : ۳۵۹-

۷ - سرخسی- محیط ' ج ۳ کتاب الوقف-

۸ - فتاوی عالمگیری ' ۲ : ۳۵۹-

۹ - دیکھئے گذشتہ باب-

۱۰ - فتاوی عالمگیری : ۳۶۰-

۱۱ - کتاب الوقف - مطبوعہ حیدر آباد دکن ' ص ۱۳۱-

۱۲ - عبدالجلیل : کتاب الوقف : ۲۹- ۳۰

۱۳ - عبدالجلیل : کتاب الوقف : ۳۰- ۳۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم

موقوفہ اشیاء

سابقہ اوراق میں مختصر طور پر وقف کی جانے والی اشیا کی شرائط کا تذکرہ ہوا' جن کے مطابق وقف کی جانے والی شی میں حسب ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔ وہ مال متقوم (Valuable property) ہو

۲۔ اس کے متعلق کسی قسم کا ابہام یا جہالت نہ ہو۔

۳۔ بوقت وقف وہ شی اس کی ملکیت ہو۔

۴۔ مفرز یعنی غیر مشاع ہو (تفصیل آگے آتی ہے)۔

اب ہم ان شرائط کی روشنی میں یہ دیکھیں گے کہ کون کونسی اشیا ان شرائط کے تحت وقف کی جاسکتی ہیں:

تفصیل حسب ذیل ہے:

غیرمنقولہ جائیداد:

ان شرائط کے تحت سب سے پہلے غیر منقولہ جائیداد(Immoveable property) آتی ہے۔ چنانچہ فقہاء فرماتے ہیں کہ:

"اراضی---- خواہ کسی بھی صورت میں ہو' یعنی زرعی اراضی' مکانات' اور دوکانات وغیرہ---- کو وقف کرنا جائز ہے۔" (۱)

اس لیے کہ صحابہ کرام ---- رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے سے لیکر'

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہمارے اس زمانے تک اس پر امت کا اجماع چلا آتا ہے۔ اور ہر دور کے نیک و صالح لوگوں نے اپنی مملوکہ اراضی کو مختلف دینی و رفاہی کاموں کے لیے وقف کیا اور بڑے بڑے اوقاف قائم کیے۔ صاحب مغنی (ابن قدامہ) لکھتے ہیں:

"ہر اس چیز کا وقف کرنا جائز ہے' جس کو فروخت کرنے اور اس کی "اصل" کو قائم رکھتے ہوئے اس سے منفعت اٹھانا ممکن ہو' مثلاً اراضی دوکانات وغیرہ" (۲)

۲۔ توابع کا حکم:

اگر اراضی کو وقف کیا جائے۔ تو جو اشیا اس کے تابع اور ماتحت ہوں' وہ اس میں از خود شامل ہو جاتی ہیں' مثال کے طور پر اگر کسی نے اراضی وقف کی' تو اس کے ساتھ اس میں کام کرنے والے غلام' جانور اور آلات زراعت بھی وقف شمار ہونگے۔ (۳) (بشرطیکہ وہ اس کی صراحت کرے) اس سلسلے میں میں بطور ضابطہ یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ:

"ہر وہ چیز جو مبیع (فروخت کی جانے والی شی) میں عرضی طور پر' شامل ہو' یا اس کا حصہ تصور کی جاتی ہو' مثال کے طور پر جانور کے ساتھ رسی اور تالے (قفل) کے ہمراہ اس کی چابی' وہ از خود اس میں شامل ہوگی۔"

اس ضابطے کے تحت اگر کسی زمین پر کوئی عمارت بنی ہوئی ہو' اور مالک نے اس جگہ کو وقف کر دیا' یا کسی جگہ میں درخت اور باغات ہوں' تو وہ سب اس وقف کا حصہ ہونگے اور مالک کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ انہیں اس سے مستثنیٰ کر دے" (بعض اختلافی صورتوں کا ذکر آگے آتا ہے) اسی طرح راستہ اور نظام آبپاشی بھی' اس کا حصہ ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ زمین اس لیے وقف کی جاتی ہے' تاکہ اس سے غلہ اور پھل وغیرہ حاصل کیا جاسکے اور جب تک مذکورہ اشیاء موجود نہ ہونگی' اس سے پیداوار کا حصول کیونکر ممکن ہوگا۔

البتہ اگر کسی شخص نے زمین کا کوئی قطعہ قبرستان کے لیے وقف کیا' تو چونکہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہاں وقف کا مقصد مردوں کو دفن کرنا ہے' لہٰذا یہاں درخت اور عمارت ازخود اس سے مستثنیٰ ہوگی اور مالک کو انہیں اکھاڑنے کا حق حاصل رہے گا۔

اسی طرح اگر وقف کے وقت مذکورہ اراضی پر کوئی فصل' مثلاً گندم' یا کپاس وغیرہ کھڑی ہو' یا درختوں پر کوئی پھل موجود ہو' خواہ انہیں کھایا جاتا ہو' یا نہ' بہرصورت وہ وقف میں شامل نہ ہوگا' بلکہ یہ تمام اشیا واقف کی ملکیت ہونگی' الایہ کہ وہ وقف کے وقت اس کی صراحت کر دے' تو اس صورت میں مذکورہ اشیا وقف کا حصہ ہوں گی۔

اسی طرح صراحت کیے بغیر کھیتی باڑی کا ساز و سامان' مثلاً جانور اور آلات زراعت وغیرہ بھی اس میں شامل نہ ہونگے' البتہ اگر وہ ان کی وضاحت کر دے' تو ایسی صورت میں بالاتفاق وہ وقف میں شامل تصور ہوں گے اور جب تک وہ زراعت کے لیے کار آمد رہیں گے' انہیں فروخت نہ کیا جاسکے گا' البتہ ان کے غیر کار آمد ہونے کی بنا پر ان کو فروخت کرنا اور ان کی جگہ متبادل ساز و سامان خریدنا جائز ہے' خواہ اس کے خریدنے کے لیے اراضی کے غلے اور پھل وغیرہ کی قیمت بھی شامل کی جائے۔ (۴)

خصاف فرماتے ہیں کہ اگر وہ زرعی اراضی ہو اور اس میں غلام کاشت کاری کرتے ہوں' تو مناسب ہوگا کہ وقف کنندہ غلاموں کا اور ان کی تعداد کا ذکر کرے' اسی طرح مویشی ہونے کی صورت میں وہ ان کی تعداد کی بھی صراحت کرے۔ پھر خواہ وقف کنندہ شرائط وقف کے طور پر غلاموں اور جانوروں کا خرچ "وقف" پر ڈالے یا نہ ڈالے۔ بہر صورت ان کا خرچہ "موقوفہ" جائیداد پر ہوگا اور اگر اس نے اپنے وقف نامے میں ان پر خرچ کرنا لازم قرار دیا ہو' پھر اگر ان میں سے کوئی ایک بیمار ہو جائے' تو اس کے علاج معالجے کے علاوہ اس کی ذاتی ضروریات کی کفالت بھی وقف سے ہی کی جائے گی۔ اور تاہم اگر وہ کمزور ہو جائیں اور کام کرنے کے قابل نہ رہیں تو انہیں فروخت کر کے متبادل مویشی خرید لیے جائیں گے۔ (۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اگر انہیں قتل کر دیا جائے اور عدالت ان کی دیت لازم قرار دے' تو "ناظم وقف" پر لازم ہوگا کہ اس (دیت) کے بدلے متبادل غلام خرید لے۔ اسی طرح اگر ان میں سے کوئی ایک قید ہو جائے تو وقف سے ہی اس کے فدیے اور رہائی کا انتظام کیا جائے گا۔ (٦)

فی الوقت اگرچہ غلاموں اور باندیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ تاہم ان تصریحات سے "وقف" کے کارکنوں کی اجرتوں اور ان کو دی جانے والی سہولتوں کے تعین میں مدد لی جاسکتی ہے۔ لہٰذا جس شخص نے اپنی بہترین صلاحیتیں کسی وقف کو چلانے اور اس کو زیادہ منافع بخش بنانے پر صرف کر دی ہوں' اس کی تمام ضروریات کی کفالت کرنا بھی "وقف" کے لوازم میں سے ہے۔

۳۔ منقولہ اشیاء کے وقف کا حکم:

رہی منقولہ اشیا (یعنی Moveable property) تو اگرچہ ان کے وقف کے سلسلے میں قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان کا مستقل طور پر وقف کرنا درست اور جائز نہ ہو' جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کا یہی مسلک ہے۔ تاہم بعض دلائل سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اسی لیے صاحبین اور دیگر ائمہ نے ان کے وقف کو درست اور جائز قرار دیا ہے۔

منقولہ اشیاء کو وقف کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ اولاً یہ کہ انہیں کسی غیر منقولہ جائیداد کے ساتھ ضمنی اور تبعی طور پر وقف کیا جائے' جیسا کہ اوپر بیان ہوا' جبکہ دوسری صورت یہ ہے کہ انہیں مستقل طور پر وقف کیا جائے۔ اس آخری صورت کے مطابق احادیث نبویہ سے اسلحے اور جنگی ساز و سامان کو وقف کرنے کی اجازت ثابت ہوتی ہے۔

جیسا کہ مروی ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی زرہیں راہ خداوندی میں وقف کر دی تھیں۔ اسی طرح حضرت طلحہ انصاریؓ کے متعلق روایت ہے کہ انہوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے اسلحہ جنگ اور باربرداری جنگ کے جانور (کراع) فی سبیل اللہ وقف کر دیے تھے' جس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرما دی تھی۔ لہٰذا ان دونوں قسم کی اشیاء کے متعلق تو کسی قسم کا کوئی ابہام نہیں کہ یہ اشیا وقف کی جاسکتی ہیں۔

یہاں یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا کہ اسلحہ جنگ (سلاح) سے مراد ہر وہ شی ہے' جسے جنگ لڑنے میں بطور ہتھیار استعمال کیا جاسکے: چنانچہ قدیم اسلحے سے لیکر دور حاضر کی جدید ترین ہتھیاروں تک کو اس قسم میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ گویا دور جدید کے جدید ترین ہتھیاروں مثلاً ٹینکوں' بمبار طیاروں اور اس نوع کی اشیا کو بھی "خرید کر وقف کیا جاسکتا" ہے' اور ان کے خریدنے اور حاصل کرنے کے لیے بھی عوام سے مدد لی جاسکتی ہے۔ اسی طرح باربرداری کے جانوروں (کراع) سے مراد ہر وہ سازو سامان ہے' جس سے جنگ میں نقل و حمل کا کام لیا جاسکے: مثال کے طور پر فوجی مقاصد کے لیے حاصل کیے گئے ٹرک اور بسیں' جیپیں وغیرہ۔

ان مذکورہ بالا دونوں اشیا کے علاوہ باقی اشیا میں اختلاف ہے: اس ضمن میں امام ابو یوسفؒ ایسے وقف کو باطل قرار دیتے ہیں۔ وہ اس بارے میں امام ابو حنیفہؒ کے ہم نوا ہیں۔ جبکہ امام محمدؒ نے یہاں "عرف و رواج" کو مدار جواز قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایسی منقولہ اشیا جن کو وقف کرنے کا عوام میں رواج و عرف ہو' انہیں مستقل طور پر بھی وقف کرنا جائز ہے۔ مثال کے طور پر کلہاڑا' کسی' جنازہ کی چارپائی' اس پر ڈالنے کے کپڑے' مردوں کو نہلانے وغیرہ میں استعمال ہونے والے برتن' اور ہنڈیاں وغیرہ اور اسی طرح قرآن مجید کے **مصحفوں** (نسخوں) وغیرہ کا وقف کرنا جائز ہے' کیونکہ عرف و رواج میں اس کی اجازت ہے۔ ان دونوں ائمہ میں سے امام محمدؒ کے قول پر ہی فتویٰ ہے۔ (۷) دیگر فقہاء مثلاً امام احمد بن حنبلؒ' امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک بھی مذکورہ شرائط کے تحت منقولہ اشیا کا وقف جائز ہے بشرطیکہ ان کی خرید و فروخت درست ہو' مثال کے طور پر ان ائمہ کے نزدیک غلام' جانور اور درختوں وغیرہ کا وقف کرنا جائز ہے۔ (۸)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس قول کی رو سے "وقف" کے زمانے کے عرف پر مدار ہوگا: بنا بریں اگر کسی علاقے میں' سونے چاندی کے دیناروں اور دراہم نیز جانوروں اور ماپ تول کر دی جانے والی اشیا کے وقف کا "عرف" پایا جاتا ہو' تو ان کا وقف کرنا درست ہوگا۔ جانور کو وقف کرنے سے مراد اس کے دودھ اور اس کے گھی وغیرہ کو خیرات کرنا ہے' جبکہ روپے نقدی ہونے کی صورت میں اس کو مضاربت پر دیکر' اس سے منافع کا حصول اور منافع کو راہ خداوندی میں خیرات کرنا ہے۔ اور اگر کوئی ماپ تول کر دی جانے والی شی وقف کی گئی ہو' تو اس کے وقف کی صورت یہ ہوگی کہ اسے فروخت کر دیا جائیگا اور اس سے جو نفع حاصل ہوگا' اسے فقراء اور اہل حاجت پر صرف کیا جاسکے گا۔ یا اسی طرح سے غلے کو ضرورت مندوں کو بیج کے لیے دیا جائے اور فصل حاصل ہونے کے بعد اتنی ہی مقدار میں اسے واپس لے لیا جائے۔

○ اگر کسی شخص نے قرآن مجید کا کوئی ایک نسخہ یا متعدد نسخے (مصاحف)' کسی ایک مسجد کے نمازیوں کے لیے وقف کیے' تو ان کا وقف کرنا درست ہوگا۔ اور ایسے مصاحف سے استفادے کے لیے امیر و غریب سب یکساں تصور ہونگے۔ البتہ انہیں ان مصاحف کو وہاں سے لیجانے کا حق حاصل نہ ہوگا' الایہ کہ وہ مسجد ویران ہو جائے اور لوگ وہاں سے نقل مکانی کر جائیں۔

○ اسی طرح دینی کتب کے وقف کرنے میں بھی اختلاف ہے۔ مشہور فقیہہ ابو اللیث نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ (۹)

○ اور اگر کسی نے ایک خاص دینی مدرسے کے لیے کتابیں وقف کیں اور اس مقصد کے لیے کوئی فنڈ بھی قائم کر دیا۔ تو ایسی کتب سے اسی مدرسہ کے طلبہ ہی استفادہ کرسکتے ہیں اور وہ بھی اس مدرسہ کی حدود میں رہتے ہوئے' انہیں نہ تو کتابیں وہاں سے دوسری جگہ لیجانے کی اجازت ہوگی اور نہ ہی ان کے علاوہ کوئی اور شخص ایسا کر سکے گا۔ تاہم ان کتب سے استفادہ کرنے کے لیے "فقیر" ہونے کی شرط نہ ہوگی' لہٰذا اس ذخیرے سے امیر طلبہ بھی مستفید ہوسکتے ہیں۔ اور اگر وقف کنندہ نے یہ شرط

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رکھ دی کہ وقف شدہ کتابیں فلاں عمارت سے نہ نکالی جاویں' تو ایسی صورت میں انہیں وہاں سے باہر لیجانے کی بھی اجازت نہ ہوگی اور اگر اس نے ایسی شرط نہ رکھی ہو' تو ایسی کتب کے متعلق صحیح قول یہی ہے کہ انہیں وہاں سے لیجانے اور انہیں کسی قابل اعتماد شخص کو عاریت پر دینے کی بھی اجازت ہوگی اور جسے مذکورہ کتاب دی جائے گی' وہ کتاب اس کے ہاتھ میں بطور امانت ہوگی' لہٰذا حسب ذیل تین صورتوں کے علاوہ کتاب کے تلف ہو جانے سے اس پر ضمان نہ ہوگا:

۱۔ اس کی جانب سے کوئی زیادتی عمل میں آئے۔

۲۔ کوتاہی ہو' یا پھر

۳۔ غفلت و لاپروائی سے کتاب ضائع ہو جائے۔

ان صورتوں میں تو مذکورہ شخص ضامن ٹھہرایا جائے گا' ان کے علاوہ دیگر صورتوں میں اس پر ضمان نہ ہوگی۔

۴۔ درختوں اور عمارتوں کا وقف کرنا:

اسی اصول کے مطابق امام محمدؒ کے نزدیک درختوں اور عمارتوں کا' زمین کے بغیر وقف کرنا جائز ہے' اس لیے کہ بقول ان کے اس بارے میں عرف پایا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ امام محمدؒ کے نزدیک وقف ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے ہو' لہٰذا یہاں بھی یہ لازم ہوگا کہ مذکورہ اشیا کی زمین وقف ہو' خواہ اسے درختوں اور عمارتوں کے واقف نے وقف کیا ہو' یا کسی اور شخص نے۔ (۱۰)

دور حاضر میں چونکہ مکانات اور درختوں کو زمین سے الگ تصور کیا جاتا ہے' کسی مکان یا کمرے کو اس کی زمین اور چھت کے بغیر فروخت کرنے کا رواج اور عرف موجود ہے' لہٰذا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تو ان کا وقف درست ہے' جبکہ امام محمد کے نزدیک بھی بظاہر قیاس کا یہی تقاضا نظر آتا ہے۔

○ اور اگر کسی شخص نے زمین ان الفاظ کے ساتھ وقف کی:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"جعلت ارضی ھذہ صدقۃ موقوفۃ بحقوقھا و جمیع مافیھا"

(میں نے اپنی یہ زمین اپنے تمام حقوق اور جو کچھ اس میں موجود ہے۔ اس کے سمیت صدقۃ وقف کر دی)

اور جس وقت اس نے اسے وقف کیا۔ اس وقت اس اراضی میں درختوں پر پھل موجود تھا' تو ہلال الرائے کہتے ہیں کہ اس پر اس پھل کو بھی صدقہ کرنا لازم ہوگا' "وقف" ہونے کی بنا پر نہیں' بلکہ اس کی نذر ہونے کی حیثیت سے۔ البتہ اس کے بعد ان درختوں پر جو پھل لگے گا' وہ "وقف" میں شامل ہوگا اور اسے حسب شرائط فقراء اور اہل حاجت میں صرف کیا جائے گا۔ (۱۱)

○ اور اگر کسی نے اپنی وفات کے قریب یہ وصیت کی کہ "میری وفات کے بعد میری فلاں زمین" وقف ہوگی' اس شرط پر کہ اس کا غلہ فلاں شخص کو دیا جائے" بعد ازاں وقف کنندہ مرگیا اور اس زمین میں اس وقت بھی درختوں پر پھل موجود ہو' تو وہ "پھل" مذکورہ شخص (موقوف علیہ) کے لیے نہ ہوگا' اس کے بجائے۔ یہ پھل قیاس کی رو سے اس کے ورثہ کا اور استحسان کی رو سے فقراء و اہل حاجت کا حق ہوگا' تاہم فقیہ ابو جعفرؒ کے مطابق اس پر فقط ورثہ کا ہی حق ہوگا۔ اور یہی رائے زیادہ درست ہے۔

اسی طرح اگر کسی نے کوئی زمین "وقف" کی' تو اس میں موجود "کھیتی" وقف میں شامل نہ ہوگی۔ فقیہ ابواللیث کے بقول اسی پر فتوای ہے۔ (۱۲)

۵۔ موقوفہ اراضی میں مکان بنانے یا درخت لگانے کا حکم:

رہا یہ مسئلہ کہ اگر کسی شخص نے وقف شدہ اراضی میں کوئی درخت لگایا یا کوئی عمارت بنائی تو اس کا کیا حکم ہے۔ اس بارے میں پہلے تو یہ دیکھا جائے گا کہ آیا یہ درخت بانی وقف نے خود لگایا ہے اور اسی نے عمارت بنائی ہے یا اس کے ناظم و متولی نے وقف کے مال سے ایسا کیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اگر بانی وقف نے وقف کی زمین میں کوئی عمارت بنائی ہو' یا درخت لگایا ہو' تو اگر تو اس نے یہ دونوں کام مال وقف سے انجام دیئے ہوں' یا اس نے صراحت کی ہو' کہ یہ بھی وقف ہیں۔ تب تو وہ بھی "من جملہ وقف" شمار ہونگے۔

اور اگر اس نے مذکورہ اشیا نہ تو مال وقف سے بنائی ہوں اور نہ ہی' بانی وقف نے ان کے وقف ہونے کی صراحت کی ہو' تو تب وہ اس کی ملک شمار ہونگی' خواہ اس نے اس کی صراحت کی ہو' یا نہ کی ہو۔ البتہ اگر کسی نے مسجد میں کوئی پودا لگایا' تو وہ بہر صورت مسجد ہی میں شامل ہوگا' وہ کسی دوسرے فرد واحد کی ملکیت نہیں ہوسکتا۔

○ اگر وہ درخت پھل دار ہو' تو جب تک درخت لگانے والے کی جانب سے اس بات کی صراحت نہ ہو کہ یہ درخت اور اس کا پھل فی سبیل اللہ وقف ہے۔ اس وقت تک اس کا پھل نمازیوں کے لیے کھانا درست اور جائز نہ ہوگا۔ اس کے بجائے اسے فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد کی دیکھ بھال پر صرف ہوگی۔

اور اگر درخت لگانے والا "واقف" (وقف کنندہ) نہ ہو' بلکہ وقف کا منتظم ر متولی ہو' تو جب تک وہ پورا لگاتے یا عمارت بناتے وقت صراحت نہ کرے اور اس پر لوگوں کو گواہ نہ بنائے' اس وقت تک وہ "وقف" سے الگ اس کی ملکیت شمارہ نہ ہوگا۔ البتہ اگر اس نے درخت لگاتے یا عمارت بنواتے وقت اس کی صراحت کر دی ہو' تو تب وہ اس کی ملکیت شمار ہوگا۔ لیکن اگر ان کے لگانے سے زمین کو ضرر پہنچتا ہو' تو ایسی صورت میں اسے درخت کو اکھاڑنے اور عمارت کو گرانے کے لیے کہا جائیگا۔ نیز وہ "وقف" کی جگہ کو نقصان پہنچانے اور اس سے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کی بنا پرفاسق ہو جائے گا' جس کی بنا پر اسے اس کی نظارت سے معزول کیا جاسکتا ہے۔

اور اگر "وقف" کی جگہ پر عمارت بنانے یا درخت لگانے والا شخص نہ تو بانی وقف ہو اور نہ ہی "وقف" کا ناظم و متولی ہو' تو ایسی صورت میں یا تو اس نے وہ پودا لگانے یا عمارت بنانے کا کام "وقف" کے سرمائے سے کیا ہوگا۔ یا پھر اس نے یہ کام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنے ذاتی سرمائے سے کیا ہو گا' مگر وقف کے لیے کیا ہو' تو ایسی صورت میں وہ درخت اور مکان "وقف" شمار ہونگے' اور اگر اس نے وہ عمارت اپنے لیے بنوائی ہو' یا درخت اپنے لیے لگایا ہو' مگر اس کے لیے اس نے "وقف" کے متولی ر منتظم سے اجازت نہ لی' تو ایسی صورت میں خواہ ان کے ہونے سے وقف کو نقصان پہنچتا ہو' یا نہ پہنچتا ہو' بہر صورت اسے انہیں منہدم کرنے ر کھاڑنے کو کہا جائے گا۔ البتہ متولی وقف کے لیے بہتر ہو گا کہ وہ انہیں وقف کے لیے خرید لے' اس صورت میں مالک کو' فقط ملبے کی کم سے کم قیمت دی جائے گی۔ وجہ یہ ہے کہ اس نے "وقف" کی زمین میں عمارت بنا کر اور اس میں درخت لگا کر اپنے حق سے تجاوز کیا ہے۔ لہٰذا متولی وقف کو حق حاصل ہو گا کہ وہ ملبے کی' جبراً کم از کم قیمت ادا کرے۔ (۱۳)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی قانون بالخصوص "حنفی فقہ" اپنے اندر بہت وسعت رکھتی ہے۔ اسی لیے اس میں نت نئے مسائل و معاملات کا حل موجود ہے' اب اسی مسئلے کو لیجئے' کہ دور حاضر میں مخصوص شرائط پر زمین کے بغیر عمارت کا اور درختوں کی خرید و فروخت کا کاروبار ہوتا ہے' مذکورہ بالا تصریحات دور حاضر کے ان تقاضوں سے پوری طرح ہم آہنگ دکھائی دیتی ہیں۔

○ اسی طرح وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ "اراضی وقف" کے استعمال میں جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں محولہ بالا تصریحات کی روشنی میں ان کا مداوا بھی کیا جاسکتا ہے' وہ اس طرح کہ "اراضی وقف" پر قائم ناجائز عمارت یا درخت کو "بحق وقف" ضبط کر لیا جائے اور ان کے مالکان کو اس کے ملبے کی واجبی سی قیمت دے دی جائے۔ اس لیے کہ اس نے "موقوفہ" اراضی پر ناجائز تجاوزات کر کے' اپنے حق سے تجاوز کیا ہے۔ اس سے دور حاضر میں وقف شدہ اراضی کے ضمن میں سنگین بے ضابطگیوں کا خاتمہ ممکن ہے۔

اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اراضی وقف پر "کچی آبادیوں" کے نام پر قائم بستیوں کی شرعاً" کوئی حیثیت نہیں' بلکہ انہیں گرانے کا حکم ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

○ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ "موقوفہ" جائیداد پر کسی کا سالہا سال تک قابض رہنا' اس میں عمارات بنوالینا' برسہا برس تک اس میں کاشت کرنا اور اسی طرح کے دیگر عوامل مل کر بھی اس کی قانونی اور شرعی حیثیت کو ختم نہیں کرسکتے اور ایسی اراضی کو بہرحال اور بہر صورت "بانی وقف" کی مقرر کردہ شرائط اور شرعی قوانین کی روشنی میں قائم و دائم اور بحال و برقرار رکھنا ضروری ہے۔

۶۔مشاع (مشترک) اشیاء کے وقف کا حکم:

مشاع (میم کی زبر اور پیش کے ساتھ) سے مراد ایسی شی ہے۔ جو دو یا دو سے زائد حصہ داروں کی ملکیت ہو: اسی سے لفظ "مشاع القرای" ہے' جس کے معنی ایسی اشیا کے ہیں' جن کی ملکیت میں کسی گاؤں یا بستی کے تمام لوگ شامل ہوں۔ کتاب الوقف میں "مشاع" (مشترک شی) کی خصوصی اہمیت ہے' مشاع کے حکم کی تفصیل اسطرح ہے کہ اگر تو دو یا دو سے زائد افراد کی مملوکہ شی (مشاع) اس نوعیت کی ہو' کہ اس کی تقسیم کا احتمال اور امکان ہی نہ ہو' مثال کے طور پر "حمام" یا کنواں یا "حوض" وغیرہ' تو اس پر تمام فقہا متفق ہیں کہ ایسی صورت میں "مشاع" ہونے کے باوجود اس کے نصف یا کم و بیش حصے کا "وقف" کرنا جائز ہے' جیسا کہ حضرت عثمانؓ نے ایک یہودی سے بئر رومہ کا نصف حصہ خرید کر اسے مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔ لیکن اگر وہ شی ایسی ہو' کہ اس میں تقسیم کا امکان ہو' مگر اسے تقسیم نہ کیا گیا ہو' تو یہ صورت اختلافی ہے۔

امام محمدؒ اور مشائخ بخارا کے نزدیک تقسیم سے قبل ایسی شی کا "وقف" جائز نہیں ہے جبکہ امام ابو یوسفؒ اور جمہور فقہا کے ہاں ایسی چیز کا قبل از تقسیم بھی "وقف" درست اور روا ہے۔ فتاوی عالمگیری کے مطابق احناف کے ہاں اسی قول پر تعامل ہے۔ (۱۴) اس طرح گویا عملاً احناف کے ہاں۔ ہر "مشاع" شی' خواہ وہ قابل تقسیم ہو یا نہ ہو' "قابل وقف" ہوتی ہے۔ یہی حنابلہ کا مسلک ہے۔ معجم الفقہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الحنبلی میں ہے۔ "ویجوز وقف المشاع" (۱۵) (اور مشاع چیز کا وقف کرنا درست ہے)۔

تاہم اس بات پر بھی اکثر فقہا متفق ہیں کہ ایسی مشاع شی کو، خواہ وہ تقسیم کا احتمال رکھتی ہو یا نہ رکھتی ہو "مسجد" یا "قبرستان" بنانا جائز نہیں ہے۔ (۱۶) اسی طرح اگر کسی مشاع چیز کے بارے میں عدالت (قاضی) یہ فیصلہ کردے کہ اس کا وقف کرنا درست ہے، تو اس کا وقف کرنا بھی بالا تفاق درست ہوگا۔ البتہ اگر عدالتی فیصلے کی روشنی میں اس کے حصے داروں میں سے بعض نے اس کی تقسیم کا مطالبہ کیا، تو امام ابوحنیفہؒ کے ہاں اس کی تقسیم ضروری نہ ہوگی، جبکہ صاحبینؒ اس کی تقسیم کے حق میں ہیں۔

پھر اگر کسی حصے دار نے اپنا مملوکہ حصہ "وقف" کر دیا، تو اب اس کی یا اس کے ورثہ کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس شی کو دوسرے حصے داروں سے تقسیم کرائیں۔ اگر کسی شخص نے اپنی زمین کا نصف حصہ وقف کر دیا، تو اسی صورت میں اس کی تقسیم کا ذمہ دار قاضی ہوگا۔ یا پھر جسے اس نے اپنا باقی حصہ فروخت کیا ہو، وہ اس کی تقسیم کا مجاز ہوگا۔

پھر امام محمدؒ کے ہاں خواہ "شیوع" وقف کے وقت طاری ہوا یا بعد میں بہر صورت وقف جائز نہ ہوگا۔ بعد میں "شیوع" طاری ہونے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کسی نے کوئی زمین وقف کی بعد میں اس کا کوئی اور حصے دار نکل آیا، یا پھر اس کا وقف کچھ حصے میں باطل ہو گیا، تو ان تمام صورتوں میں امام محمدؒ اور "مشائخ بخارا" کے ہاں "وقف" باطل ہو جائیگا۔ جبکہ امام ابو یوسفؒ کے ہاں درست ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے اپنی مملوکہ شی کا کچھ حصہ وقف کیا، مگر موقوفہ حصے کا تعین و تحدید نہ کی، تو اس صورت میں بھی مذکورہ بالا اختلاف ہوگا۔ (۱۷) لیکن اگر مملوکہ شی کے دو یا دو سے زائد حصے داروں نے ایک ساتھ اپنے اپنے مملوکہ حصے کو وقف کر دیا، تو چونکہ یہاں وقف کے وقت شیوع نہیں پایا گیا۔ اس لیے یہاں "وقف" درست ہوگا۔ خواہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس وقف کو مساکین کے لیے مختص کیا گیا ہو یا کسی اور نیک کام کے لیے ' پھر خواہ وہ خود اس کے منافع مستحقین میں تقسیم کریں یا کسی اور شخص کو بحیثیت "متولی وقف" اس کا قبضہ دیدیں' بہرصورت حکم یہی ہوگا۔

یہی حکم اس صورت میں بھی ہے کہ جب دو یا دو سے زائد حصے داروں نے اپنے اپنے حصے وقف کر کے دو مختلف افراد کو اس کا نظم و نسق سونپ دیا' یا پھر ان کے وقف کرنے کی جہت باہم مختلف ہو' مثال کے طور پر ایک شخص نے اپنا حصہ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد پر وقف کیا۔ اور دوسرے شخص نے اپنا حصہ "حج بیت اللہ" کے لیے وقف کر دیا' کہ اس کے منافع سے ہر سال لوگوں کو حج پر بھیجا جایا کرے' تو یہ صورت بھی امام محمد کے نزدیک درست ہوگی۔ تاہم اگر "متولی" وقف نے ایک کے حصے پر قبضہ کر لیا اور دوسرے پر نہ کیا' تو امام محمد کے نزدیک اس کا وقف درست نہ ہوگا اور وہ اپنی وقف کردہ شی کو دوبارہ اپنے قبضے میں لینے کا مجاز ہوگا۔

شیوع کی ایک اور صورت یہ بھی ہے کہ وقف کنندہ وقف کے وقت کہے :

"میں نے اپنی زمین میں سے ایک ہزار فٹ رقبہ وقف کر دیا"

امام ابو یوسفؒ کے مذکورہ بالا قول کی روشنی میں یہ وقف بھی درست ہوگا۔ اور بعدازاں زمین کی پیمائش کی جائے گی اور یہ دیکھا جائے گا کہ آیا وہ تمام کی تمام زمین ایک ہزار فٹ ہے' یا اس سے زیادہ ہے' اگر تو وہ زمین ایک ہزار فٹ یا اس سے کم ہو' تو تمام کی تمام زمین وقف ہوگی اور اگر وہ تمام اراضی دو ہزار فٹ رقبے پر مشتمل ہو' تو ایسی صورت میں نصف زمین وقف شمار ہوگی' اور اگر وہ پندرہ سو فٹ ہو' تو دو تہائی وقف ہوگی۔ اور اگر زمین کے کچھ حصے میں پھل دار درخت ہوں اور کچھ میں نہ ہوں' تو پھلدار حصے والی زمین وقف شمار ہوگی۔ (۱۸)

علی ہذا القیاس اگر کسی نے کہا کہ :

"میں نے اس مکان میں موجود اپنے حصے کو وقف کر دیا"

اور اس وقت اس مکان میں اس کا حصہ ایک تہائی (ثلث) تھا' بعدازاں اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے نصف یا دو تہائی (۲/۳) حصے میں بھی اس کی ملکیت ثابت ہو گئی' تو یہ تمام رقبہ وقف شمار ہو گا۔ (۱۹)

اگر دو اشخاص دو مکان یا دو قطعات اراضی میں مشترکہ طور پر ملکیت رکھتے ہوں اور ان میں سے ایک شخص نے اپنے حصے کو وقف کر دیا۔ بعدازاں "بانی وقف" نے چاہا کہ وہ اپنے حصے کو ایک جگہ اکٹھا کر لے' تو امام ابو یوسف اور "هلال الرای" کے قول پر قیاس کا اقتضاء یہ ہے کہ اس کو اس کی اجازت ہو گی۔

اسی طرح اگر ایک دوکان دو افراد کے مابین مشترک ہو' اور ان میں سے ایک فرد نے اپنا حصہ وقف کر دیا' مگر دوسرے حصے دار نے نہ کیا۔ بعد ازاں بانی وقف نے یہ چاہا کہ اپنے "وقف" کے تحفظ کے لیے دوکان پر کوئی پتھر وغیرہ نصب کر دے' مگر اس کا دوسرا ساتھی اس پر راضی نہ ہوا' تو جب تک قاضی فیصلہ نہ کرے' اسے پتھر لگانے کی اجازت نہ ہو گی۔ (۲۰)

کیا "مشترکہ قابل تقسیم" جائیداد کو "وقف" کے بعد وقف کنندہ اور دوسرے فرد کے مابین تقسیم کیا جاسکتا ہے؟ اس کے متعلق بھی ائمہ کرام کے مابین اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں' کہ "وقف" کے پختہ ہو جانے کے بعد اس شی کو تقسیم کرنے کی اجازت نہیں ہے' وہ جس حالت میں بھی ہے' اسی حالت میں برقرار رہے گی' جبکہ امام ابو یوسفؒ و محمدؒ اس کو تقسیم کرنے کے حق میں ہیں۔ اس بارے میں بھی مختار قول صاحبین ہی کا ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ "وقف شدہ" شی کو تقسیم کس طرح کیا جائے اس کے متعلق فقہا فرماتے ہیں' کہ اس کے دو طریقے ہیں:

(الف) پہلا طریقہ یہ ہے کہ معاملہ قاضی کے سامنے پیش کیا جائے اور قاضی دونوں کے مابین حصوں کی تقسیم کے لیے کسی ایسے شخص کو نامزد کر دے' جو تقسیم کرنا جانتا ہو' کہ وہ دونوں کے مابین اسے تقسیم کر دے۔ دور حاضر میں ایسے شخص کو "ثالث" کہا جاتا ہے۔ جو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بعض اوقات ایک شخص ہوتا ہے اور بعض اوقات ایک کے بجائے تین افراد یہ فریضہ انجام دیتے ہیں' ان میں سے ایک حکومت کا نمائندہ ہوتا ہے اور دو دونوں طرف کے نامزد نمائندے ہوتے ہیں۔ اس طریقے سے جائیداد کی تقسیم کر دی جاتی ہے اور عدالتی طور پر یہ تقسیم حتمی سمجھی جاتی ہے۔

(ب) دوسری صورت یہ ہے کہ "بانی وقف" اپنا حصہ کسی اور شخص کو فروخت کر دے اور پھر اس سے خریدنے والا (مشتری) دونوں کے مابین مشترکہ شی کو تقسیم کرائے۔ تقسیم ہو جانے کے بعد اگر وقف کنندہ مناسب سمجھے تو اس تقسیم شدہ حصے کو دوبارہ خریدے یا پھر اس کی قیمت سے کوئی اور جائیداد حاصل کر کے وقف کر دے۔

بہرحال یہ بات یقینی ہے کہ خود "بانی وقف" کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ بذات خود اس شی کو تقسیم کرے اور نہ ہی اس کے متولی ر ناظر کو یہ حق حاصل ہے' وجہ یہ ہے کہ اس جگہ کی تقسیم دو طرفہ معاملہ ہے۔ لہٰذا جب تک دوسرا فریق اس پر آمادہ نہ ہو' اس وقت تک اس کی تقسیم کا فیصلہ قطعی اور یقینی نہیں ہو سکتا۔ (۲۱)

اگر کسی شخص نے اپنی نصف جائیداد وقف کر دی اور تاحیات اس کی نگرانی کرتا رہا اور پھر اس نے اپنی وفات کے بعد بقیہ نصف حصے کو بھی اسی مصرف پر' یا کسی دوسرے مصرف پر وقف کرنے کی وصیت کر دی۔ اور دوسرے وقف پر کسی اور شخص کو ناظر مقرر کر دیا' تو ان دونوں اوقاف کے ناظر باہمی رضا مندی سے اپنے اپنے اوقاف کو تقسیم کرنے کے مجاز ہونگے اور ان کی باہم حیثیت دو مختلف مالکوں کی سی ہوگی۔

اگر کسی نے اپنے حصے کو وقف کیا۔ مگر جب دونوں کے مابین حصوں کو تقسیم کیا گیا' تو بانی وقف کے حصے میں جو زمین آئی' وہ عمدہ اور زیادہ زرخیز ہونے کے باعث اس کے حصے سے کم ہوگئی' یا بنجر اور ناکارہ ہونے کی بنا پر اس کے حصہ سے بڑھ گئی' تو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ دونوں صورتیں جائز ہونگی۔

اگر تقسیم میں برابری کرنے کے لیے کسی ایک حصے میں رقم شامل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تو تب بھی جائز ہے۔ اور "بانی وقف" یا "وقف" کے ناظر کو اس مقصد کے لیے رقم دینے کی اجازت ہے' رقم لینے کی نہیں۔ اس لیے کہ رقم لینے کی صورت میں یہ سمجھا جائیگا'گویا اس نے اس کا کچھ حصہ فروخت کر دیا ہے' حالانکہ اسے اس کو بیچنے کی اجازت نہیں ہے' یاں البتہ اگر اس نے اپنے لیے یہ شرط رکھی ہو' کہ اسے اس جائیداد کو بیچنے اور متبادل جائیداد خریدنے کا حق حاصل ہوگا' تو اس صورت میں اسے اجازت ہے' لیکن حاصل شدہ رقم سے متبادل جائیداد خریدنا لازم ہوگا۔

اور اگر دوسرے حصہ دار نے رقم وصول کی اور بانی وقف یا ناظر وقف نے رقم ادا کی' تو اس صورت میں اگر تو یہ رقم وقف سے ادا کی گئی ہو' تو اس رقم کے بدلے حاصل شدہ جائیداد بھی وقف ہوگی اور اسے اس کی اس حیثیت کو تبدیل کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا۔ لیکن اگر اس نے یہ اضافی رقم اپنی جیب سے ادا کی ہو' تو اس صورت میں اضافی رقم کے بدلے حاصل شدہ جائیداد کا حکم "مشتری" کی مرضی پر موقوف ہوگا' وہ اگر چاہے تو اسے بھی وقف میں شامل کر دے اور چاہے تو اسے اپنی ذاتی ملکیت بنا لے۔ (۲۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعلیقات و حواشی

۱- فتاوی عالمگیری : ۲ : ۳۶۰

۲- معجم الفقہ الحنبلی، مطبوعہ وزارت اوقاف، کویت : ۱۰۵۵

۳- السرخسی : محیط : کتاب الوقف۔

۴- عبدالجلیل : کتاب الوقف : ۴ -

۵- فتاوی عالمگیری : ۳۶۰۔

۶- فتاوی عالمگیری : ۲ : ۳۶۱۔

۷- فتاوی عالمگیری : ۲ : ۳۶۰۔

۸- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مقالہ وقف از Hefening : ۱ : ۲۳

۹- فتاوی قاضی خان : کتاب الوقف۔

۱۰- عبدالجلیل : کتاب الوقف : ۳۷- ۳۸۔

۱۱- فتاوی عالمگیری، ۲ : ۳۶۳۔

۱۲- ایضاً" : ۳۶۴۔

۱۳- عبدالجلیل : کتاب الوقف : ۳۷-۳۹۔

۱۴- فتاوی عالمگیری، ۲ : ۳۶۵۔

۱۵- معجم الفقہ الحنبلی، ۲ : ۱۰۵۹۔

۱۶- فتح القدیر۔ کتاب الوقف۔

۱۷- فتاوی عالمگیری، ۲ : ۳۶۵۔

۱۸- المحیط، کتاب الوقف۔

۱۹- فتاوی قاضیخان، کتاب الوقف۔

۲۰- فتاوی عالمگیری، ۲ : ۳۶۷۔

۲۱- عبدالجلیل : کتاب الوقف : ۴۴-۴۵۔

۲۲- ایضاً" -

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ششم

موقوفہ اشیاء سے استفادہ

"وقف" کے مقاصد میں اس سے انتفاع کا مسئلہ خصوصی طور پر اہمیت کا حامل ہے اس لیے کہ اگر کسی "وقف" سے استفادہ کرنا ممکن نہ ہو' یا اسے حصول منفعت کا ذریعے نہ بنایا جاسکتا ہو' تو "وقف" کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اس لیے شریعت اسلامیہ میں "وقف" کردہ اشیاء سے انتفاع کی خصوصی تاکید ہے۔ مال موقوفہ سے انتفاع کی جائز صورتیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ ذاتی استعمال:

اگر بانی وقف نے وقف کرتے ہوئے موقوف علیہ (یا موقوف علیھم) کو اس میں رہائش اختیار کرنے اور پیداوار لینے کے حقوق دیے ہوں' مثال کے طور پر اس نے کہا:

"میں نے اپنے اس گھر کو اپنی اولاد پر وقف کیا۔ تاکہ ان کے مابین اس کے منافع برابر برابر تقسیم ہوں۔"

تو اس صورت میں صحیح قول کی رو سے انہیں اس بات کی بھی اجازت ہوگی کہ وہ اس مکان کو کرائے اور اجرت پر دیدیں اور اس بات کی بھی کہ وہ بذات خود اس مکان میں رہائش اختیار کرلیں۔

اسی طرح اگر "بانی وقف" نے وقف کرتے ہوئے۔ کسی شی کو صراحتہ"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

موقوف علیھم کی سکونت کے لیے وقف کیا ہو' تو تب بھی انہیں اس میں سکونت کا حق حاصل ہوگا۔ اس کو کرائے اور اجرت پر دینے کا نہیں۔ (۱)

اور اگر اس نے انہیں اس سے "پیداوار" لینے کا حق دیا ہو' تو اس کے متعلق حکم میں اختلاف ہے' بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ انہیں اس صورت میں بھی بذات خود سکونت رکھنے کا حق حاصل ہوگا۔

موقوف علیھم کے ذاتی استعمال کے ضمن میں فقہاء کا استدلال امام بخاری کی روایت کردہ اس حدیث سے ہے' جس میں مروی ہے کہ:

"حضرت زبیر بن العوام نے اپنے رہائشی مکانات اپنی ان بیٹیوں کے لیے وقف فرما دیئے تھے جنہیں کسی وجہ سے ان کے سسرال سے نکلنا پڑے۔ کہ وہ ان گھروں میں رہیں' بسیں' البتہ جب ان کی ان کے خاوندوں کے ساتھ مصالحت ہو جائے۔ تو پھر انہیں ان گھروں میں رہنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔" (۲)

اس روایت سے' جو یقیناً عہد نبویؐ اور عہد صحابہؓ سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ ثابت ہوتا ہے' کہ اگر بانی وقف نے موقوف علیھم کو موقوفہ مکانات میں سکونت اختیار کرنے کی شرط رکھی ہو تو انہیں موقوفہ مکانات کو اسی طرح استعمال میں لانے کی اجازت ہے۔

پھر اگر "موقوفہ" مکان میں سکونت کا مستحق محض ایک شخص ہو' تو وہ موقوفہ مکان میں اپنے ہمراہ اپنی بیوی' بچوں اور خدام کو رکھ سکتا ہے اور اگر عورت ہو' تو اسے اپنے خاوند اور اپنے بچوں سمیت اس مکان میں سکونت رکھنے کی اجازت ہوگی:

اور اگر سکونت کا استحقاق ایک سے زیادہ مردوں یا عورتوں کو ہو' تو پھر انہیں اپنے بیوی بچوں اور عورتیں ہونے کی صورت میں اپنے خاوندوں کو ہمراہ رکھنے کی اجازت نہ ہوگی' کیونکہ اس سے بے پردگی کے علاوہ خوامخواہ کے جھگڑے ہونگے اور حقداروں کے حق کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہوگا۔ لیکن اگر وہ مکان کافی کھلا ہو' یا اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں علیحدہ علیحدہ حصے (Portions) بنے ہوئے ہوں' تو ایسی صورت میں' ہر ایک کو اپنے جوڑے کو ہمراہ رکھنے کی اجازت ہوگی۔

اور اگر موقوفہ مکان اتنا تنگ یا چھوٹا ہو کہ سکونت اختیار کرنے کی صورت میں صرف چند ایک مستحق افراد اس میں سکونت اختیار کر سکتے ہوں' یا پھر سکونت تو سبھی نے اختیار کی ہو' لیکن بوجہ تنگی مکان بعض لوگ اس میں سے از خود نکل گئے ہوں' تو ان لوگوں کو نہ تو اپنے حصے کے مطابق اجرت طلب کرنے کا حق حاصل ہوگا اور نہ ہی اس مطالبے کا کہ وہ کچھ عرصے کے بعد "رہائشی افراد" کی جگہ رہائش اختیار کریں گے۔ الایہ کہ رہائشی فرد یا افراد از خود اس بات پر رضامند ہو جائیں۔

لیکن اگر مستحقین میں چند افراد نے لڑ جھگڑ کر' قہرا" و جبرا" دوسرے لوگوں کو موقوفہ مکان سے نکال کر خود رہائش اختیار کر لی' تو اس صورت میں جتنے حصے پر انہوں نے زبردستی قبضہ کیا ہو' اس کے مطابق ان پر اجرت' بطور تاوان واجب ہوگی' تاوان یا اجرت کی یہ رقم ان لوگوں کو دی جائے گی' جنہیں جبرا" موقوفہ مکان سے نکالا گیا ہو۔

لیکن اگر "بانی وقف" نے وقف کرتے ہوئے اس بات کی صراحت نہ کی' کہ یہ مکانات یا اراضی سکونت کے لیے ہوگی یا پیداوار (منافع) کے حصول کے لیے' تو اس صورت میں موقوفہ اراضی کو فقط حصول منافع تک ہی "محدود" رکھا جائے گا اور اس میں سکونت اختیار کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ جیسا کہ اگر اس نے پیداوار یا منافع کے حصول کی صراحت کی ہو' تو تب یہی حکم ہے۔ (۳)

۲۔ موقوفہ شی کو اجرت پر کرائے پر دینا:

"موقوفہ" شی کو زیر تصرف لانے کی ایک صورت تو وہ ہے' جس کا سطور بالا میں ذکر ہوا' یعنی یہ کہ موقوف علیھم اس میں ذاتی سکونت اختیار کر لیں۔ لیکن جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ خود سکونت اختیار کرنے کی اجازت صرف چند صورتوں میں ہے'

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تمام صورتوں میں نہیں۔

موقوفہ شی کو زیر تصرف لانے کی دوسری صورت یہ ہے کہ اسے بغرض حصول منافع کرائے ر اجرت پر دیدیا جائے' اصطلاحاً" شریعت میں کرائے پر دینے کو "اجارہ" کہا جاتا ہے۔ فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ موقوفہ شی کو کرائے پر دینے کی اسی طرح اجازت ہے۔ جس طرح کہ خود اپنی مملوکہ شی کو کرائے پر دینے اور اس کا کرایہ وصول کرنے کی اجازت ہے۔ چونکہ اجارے کی یہ قسم عام اجارے ہی کی ایک قسم ہے۔ اس لیے اس کے عمومی احکام وہی ہیں' جو ذاتی اشیاء کو کرائے اور اجارے پر دینے کے ہیں۔ البتہ چونکہ یہ شی وقف شدہ ہے۔ اس لیے اس کے بعض خصوصی احکام بھی ہیں۔ ان خصوصی احکام کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ مدت اجارہ:

شی موقوفہ کو اجارے ر پٹے پر دینے کے ضمن میں' اس کی مدت کا فیصلہ کرنے کے لیے حسب ذیل امور مدنظر رکھے جاتے ہیں:

اولاً ---- سب سے پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس بارے میں "بانی وقف" نے کیا ہدایات دی ہیں: اگر تو اس نے اس مسئلے کو مبہم چھوڑا ہو' تو اس صورت میں متقدمین کا خیال یہ تھا کہ وقف کے ناظر و متولی کو اختیار ہوگا کہ وہ جتنی مدت کے لئے چاہے' اسے کرایہ پر دیدے' خواہ ایک معاہدے کے ذریعے وہ ایسا کرے' یا متعدد معاہدات کے ذریعے۔ لیکن چونکہ لمبی مدت تک کرائے پر دینے سے وقف کے مقاصد کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے' وہ اس طرح کہ کرایہ دار یا اس کے ورثہ طویل مدت تک قابض رہنے کی بنا پر اس پر ملکیت کا دعوی کر سکتے ہیں' جس سے وقف کا مقصد فوت ہو کر رہ جائے۔

اس مدت کی "مقدار" کیا ہونی چاہئے؟ اس کے متعلق فقہاء کے مابین اختلاف ہے۔ بعض فقہاء فرماتے ہیں' کہ خواہ "موقوفہ شی" مکانات ہوں یا اراضی دونوں کو علی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الاطلاق زیادہ سے زیادہ ایک سال تک کرائے ر اجارے پر دیا جاسکتا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ تاہم بعض فقہا نے "مکانات" میں اس کا اندازہ ایک سال اور اراضی میں تین سال مقرر کیا ہے۔ اور یہی قول مختار ہے۔ الایہ کہ مصلحت کا تقاضا اس کے خلاف ہو' مثلاً مکانات میں مدت کا بڑھانا اور اراضی میں اس مدت کا کم کرنا قرین مصلحت ہو' تو الگ بات ہے۔ تاہم متاخرین کے ہاں اس مدت میں اضافہ کے لیے' حاکم ر قاضی کی عدالت سے فیصلہ لینا ضروری ہوگا' تاکہ "وقف" کو ممکنہ خطرات سے بچایا جاسکے۔ (۴)

ثانیاً ---- مذکورہ حکم اس صورت میں ہے۔ جب "بانی وقف" نے اس بارے میں خصوصی شرائط نہ رکھی ہوں' بصورت دیگر قانون شرع کی روشنی میں ان شرائط کی پابندی کی جائے گی' مثال کے طور پر اگر بانی وقف نے یہ شرط عائد کی ہو کہ اس کی "موقوفہ شی" کو ایک سال سے زیادہ مدت تک کرائے پر نہ دیا جائے۔ تو ناظر وقف کو اس بات کی اجازت نہ ہوگی' کہ وہ اس کی شرائط کی خلاف ورزی کرے' لیکن اگر اس کی بیان کردہ مدت تک کوئی شخص اس شی کو کرائے ر اجرت پر لینے کے لیے تیار نہ ہو' یا اس کو زیادہ مدت تک کرائے ر اجرت پر دینا زیادہ منفعت کا موجب ہو' تو ایسی صورت میں اس معاملے کو قاضی کے سامنے پیش کیا جائیگا۔ اور قاضی کی اجازت سے اسے اس سے زیادہ مدت تک اجارے ر کرائے پر دینا جائز ہوگا۔ اسی طرح اگر "بانی وقف" نے اس سے زیادہ مدت تک موقوفہ شی کے اجارے کو "ناظر وقف" کی صوابدید پر چھوڑا ہو' تو اس صورت میں بھی بوقت ضرورت و بشرط مصلحت اسے اس سے زیادہ مدت تک کرائے ر اجارے پر دینے کی اجازت ہوگی۔ (۵)

ثالثاً ---- اور اگر بانی وقف نے اس کی نظارت و نظامت خود اپنے ہاتھ میں رکھی ہو' تو تب وہ اپنی مرضی سے جتنی مدت تک چاہے خواہ وہ طویل ہی ہو اسے کرائے پر اٹھا سکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے اسے حاکم یا قاضی سے فیصلہ لینے کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ کرائے ر اجارے پر دینے کا اختیار:

اس ضمن میں دوسرا مبحث یہ ہے کہ "موقوفہ شی" کو کرائے ر اجارے پر دینا کس کا حق ہے؟ فقہائے کرام فرماتے ہیں' کہ عمومی حالات میں تو استحقاق "ناظر وقف" کا ہے کہ وہ دوسرے فریق (Party) سے معاملہ طے کرے۔ لیکن اگر "بانی وقف" نے یہ حق اپنے پاس رکھا ہو' یا واضح الفاظ میں ناظر وقف کو "موقوفہ شی" کو کرائے پر دینے سے روک دیا ہو' تو اس کی شرائط کی پابندی کی جائے گی اور "ناظر وقف" موقوفہ شی کو اجرت ر کرائے پر دینے کا مجاز نہ ہوگا۔

لیکن اگر اس وقف کا کوئی "متولی ر ناظر" ہی نہ ہو' یا متولی اور ناظر انتقال کر گیا ہو اور نیا متولی مقرر نہ ہوا ہو تو ایسی صورت میں قاضی ر حاکم کو اس بات کا حق حاصل ہوگا کہ وہ موقوفہ شی کو کرائے ر اجارے پر دیدے۔

آیا "موقوف علیھم" کو موقوفہ شی کرائے پر دینے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

اس سوال کا جواب نفی میں ہے۔ عبدالجلیل عشوب کتاب الوقف میں لکھتے ہیں:

> "اور موقوف علیہ کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ موقوفہ زمین کو کرائے پر دے' خواہ وہ زمین برائے حصول نفع اس پر وقف کی گئی ہو' یا برائے سکونت: پھر خواہ وہی تنہا اس کا مستحق ہو' یا اس کے علاوہ دوسرے افراد بھی اس کے ساتھ شامل ہوں۔" (٦)

اس سے حسب ذیل دو صورتیں مستثنیٰ ہیں: اولاً یہ کہ "موقوف علیہ" ہی بذات خود اس وقف کا "ناظر" ہو' یا پھر اسے متعلقہ اتھارٹی نے اس کا اختیار سونپ رکھا ہو۔ متعلقہ شخص سے مراد بانی وقف' متولی یا قاضی ہیں۔ تو چونکہ ان میں سے اول الذکر صورت میں وہ بذات خود "شی مَوقوفہ" کا متولی ہے۔ اور موخرالذکر صورت میں وہ اس کی جانب سے وکیل ہے۔ اس لیے اسے مذکورہ حق حاصل ہوگا۔ اور چونکہ ان کے علاوہ دوسری صورتوں میں اسے کسی قسم کی کوئی "ولایت" خاص نہیں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا اسے اس کی اجازت نہ ہوگی۔

مشہور فقیہ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ اگر "موقوف علیہ" (جس پر مذکورہ شی وقف کی گئی ہو) فرد واحد ہو اور اس کی ذات کے سوا "وقف" کا کوئی اور مصرف نہ ہو اور وقف کی عمارت بھی مرمت طلب نہ ہو اور اس طرح کا کوئی اور فوری خرچہ بھی مطلوب نہ ہو' تو اس صورت میں متولی اور ماذون نہ ہونے کے باوجود بھی وہ (موقوف علیہ) اس کو کرائے پر دینے کا حق رکھتا ہے۔

اس قول کی روشنی میں موقوف علیہ کو "مکانات اور دوکانیں" کرائے پر دینے کا تو حق حاصل ہوگا' رہی زرعی اراضی تو اگر "بانی وقف" نے عشر و خراج اور دیگر واجبات کی ادائیگی پہلے کرنے اور بقیہ منافع موقوف علیہ کو بعد میں دینے کی تصریح کی ہو' تو اس صورت میں "موقوف علیہ" کو بذات خود اسے کرائے ر اجارے پر دینے کا حق حاصل نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے مذکورہ صراحت نہ کی ہو' تو اسے زرعی اراضی کو بھی کرائے ر اجارے پر دینے کی اجازت ہوگی۔ (۷)

۳۔ وصولی کرایہ کا حق:

کرائے کی وصولی کے ضمن میں شریعت اسلامیہ کا دو ٹوک موقف یہ ہے کہ جس شخص کو "موقوفہ شی" کو کرائے پر دینے کا حق حاصل ہے' وہی اس شی کا کرایہ وصول کرنے کا بھی حق دار ہے۔ ہلال الرائے' "کتاب الوقف" میں فرماتے ہیں:

"میں نے کہا کہ کیا بانی وقف بذات خود اس کو کرائے ر اجرت پر دے سکتا ہے؟

امام نے فرمایا: ہاں' اس لیے کہ اسے اس کی ولائت حاصل ہے اور جسے ولائت (تصرف) حاصل ہو' اسے اس شی کو اجرت پر دینے کا بھی حق حاصل ہوتا ہے۔

میں نے پوچھا: کہ اگر اس نے اسے کرائے ر اجارے پر دیا ہو تو اس کے غلے پیداوار کو وصول کرنے کا مجاز ہوگا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام نے کہا: ہاں

پھر متولی کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ اپنی جگہ وصولی کرایہ کے لیے کسی اور شخص کو نامزد کردے۔

لیکن اگر "موقوفہ جائیداد کو کرائے پر دینے والا متولی اس دوران معزول کردیا گیا ہو' اور اس کی جگہ کوئی دوسرا شخص "وقف" کا متولی مقرر ہو جائے تو آیا سابقہ متولی کرایہ وصول کرنے کا مجاز ہوگا۔ یا نیا متولی؟ اس بارے میں اگرچہ بعض فقہا نے سابق متولی کو بھی کرایہ وصول کرنے کا مجاز قرار دیا ہے۔ لیکن "قول مختار" یہی ہے کہ نیا متولی ہی اس کا کرایہ وصول کرنے کا حقدار ہوگا۔ سابقہ متولی نہیں کیونکہ اس نے اس جائیداد کو اس کے متولی ہونے کی بنا پر یعنی بحیثیت عہدہ کرائے پر دیا تھا نہ کہ اپنی ذاتی حیثیت سے۔ لہٰذا معزولی کے بعد اسے قطعاً" یہ حق حاصل نہ رہے گا۔

۴۔ کرایہ دار ر مستاجر:

کرایہ کے باب میں ایک اور بحث یہ ہے کہ شرعاً" موقوفہ اراضی کس کس کو کرائے اور اجارے پر دی جاسکتی ہے؟

اس بارے میں شریعت کا موقف یہ ہے کہ متولی وقف اس شی کو اپنی ذات اور اپنے چھوٹے بیٹے کے سوا ہر شخص کو کرائے پر دے سکتا ہے۔ اس کی اپنی ذات اور چھوٹے بیٹے کو کرائے پر دینے کی ممانعت اس بنا پر ہے کیونکہ اس سے ایک ہی فرد کا دونوں جانبوں سے "صاحب معاملہ" ہونا لازم آتا ہے' یعنی یہ کہ وہ ایک ہی وقت میں مالک بھی ہوگا اور کرایہ دار بھی' حالانکہ چند ایک خصوصی حالات کے سوا اس کی اجازت نہیں ہے۔

البتہ "جامع الفصولین" میں "الخیریہ" کی شرط کے ساتھ متولی کو مذکورہ اراضی بطور اجارہ اپنے پاس رکھنے کی بھی اجازت دی گئی ہے' "الخیریہ" سے مراد مروجہ کرائے (اجرت مثلیہ) سے کم از کم نصف گنا زیادہ کرایہ ہے۔ مثال کے طور پر اگر اس کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مروجہ کرایہ ۱۰ روپے ہو' تو "الخیریہ" کرایہ پندرہ روپے ہوگا' چونکہ اس صورت میں "وقف" سے زیادہ منافع وصول ہونے کا احتمال ہے' لہٰذا صرف اسی ایک صورت میں وہ اسے خود کرایہ پر رکھنے کا مجاز ہے۔

اسی "خیریہ" کی شرط کے ساتھ متولی اپنے ماں باپ یا بڑے بیٹے کو بھی موقوفہ شی کرائے پر دے سکتا ہے۔ تاہم امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک زیر نظر صورت میں مروجہ کرائے سے اضافہ اور صاحبین کے ہاں عدم نقصان شرط ہے۔ یعنی اتنی اجرت پر دینا جس میں نقصان نہ ہو۔ (۹)

۵۔ اجرت / کرایہ:

صاحبین (امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ) کے نزدیک وقف کی اجرت فقط رائج الوقت سکے کی شکل میں ہی وصول کی جاسکتی ہے' سامان وغیرہ کی صورت میں نہیں۔ جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کوئی بھی شی بطور کرائے کے وصول کی جاسکتی ہے۔ ہلال الرای' کتاب الوقف میں فرماتے ہیں:

"میں نے پوچھا: اگر اس (متولی / ناظر) نے موقوفہ مکان کو سامان کے بدلے کرائے پر دیدیا' تو اس کا کیا حکم ہے؟

امام نے کہا: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ اجارہ (معاملہ اجرت) درست ہوگا' جبکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہ ہوگا: ان کے نزدیک تو درہم و دینار (رائج الوقت سکے) کے سوا کسی اور شی کے بدلے کرائے پر دینا جائز نہیں۔

میں نے پوچھا: اگر اس نے امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق کسی سامان کے بدلے موقوفہ شی کو کرائے پر دیا' تو وہ اس سامان کا کیا کرے گا؟

امام نے جواب دیا: وہ اسے فروخت کر دے گا اور اس کی قیمت کو "وقف" کے مصارف پر خرچ کرے گا۔" (۱۰)

ہلال الرای اس بات کی بھی صراحت کرتے ہیں کہ اس حکم میں ماپ تول کر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دی جانے والی اشیاء سب برابر ہیں۔

گویا اگر موقوفہ اراضی کو غلے کی کسی متعین مقدار کے بدلے میں کرائے پر دیا گیا۔ تو امام ابو حنیفہؒ کے ہاں درست اور صاحبین کے ہاں درست نہ ہوگا۔ اس بارے میں امام ابو حنیفہؒ کا قول چونکہ زیادہ عملی اور وسعت پذیر حالات کے زیادہ موافق ہے' اس لیے بعض فقہا نے صاحبین کا اس قول کے ساتھ اتفاق کرنا نقل کیا ہے۔ (۱۱)

٦۔ مروجہ کرائے (اجرالمثل) سے کم کرائے پر موقوفہ شی کو کرائے پر دینا:

"وقف" چونکہ ایک بامقصد شرعی عمل ہے' اسی لیے متولی وقف کا ہر تصرف "مقاصد وقف" کے شایان شان ہونا چاہیے۔ بصورت دیگر اس کے اقدام و تصرف کو عدالت میں چیلنج کیا جاسکے گا۔

چنانچہ کسی بھی متولی وقف کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مروجہ کرائے (اجرالمثل) سے نقصان فاحش (۱۲) کے درجے میں کم کرائے پر اسے دے خواہ "وقف" کے منافع کے حصول کا وہی ایک مستحق فرد ہو۔ کیونکہ اس میں "وقف" کے مقاصد کو صریح نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ واحد مستحق ہونے کی صورت میں اس حکم کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات وقف کی عمارت مرمت طلب ہوتی ہے۔ یا پھر بعض صورتوں میں "مدت اجارہ" مکمل ہونے سے قبل ہی مذکورہ شخص (مواجر۔ اجرت پر دینے والے) کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ جس سے اس کے بعد کے مستحقین کو سخت نقصان اور ضرر پہنچ سکتا ہے۔ یاد رہے کہ اس کی موت واقع ہو جانے سے نہ تو اجارے کا یہ معاملہ اختتام پذیر ہوگا اور نہ ہی "وقف" اپنے انجام کو پہنچے گا' بلکہ غربا اور مساکین اس کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

یہ حکم تو "نقصان فاحش" (بہت واضح کمی) کی صورت میں ہے' لیکن اگر مروجہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اجرت اور طے شدہ اجرت دونوں میں فرق معمولی (نقصان یسیر) ہو' تو اگر جس سے معاملہ کیا جا رہا ہو' وہ اجنبی شخص ہے تو یہ فرق قابل عفو ہے۔ لیکن اگر وہ اس کا رشتہ دار ہے۔ تو اس صورت میں یہ معاملہ بھی قابل غور ہے۔

ب: اگر کسی نے مروجہ اجرت (اجرالمثل) سے نقصان فاحش کے درجے میں کم قیمت پر کوئی "موقوفہ شی" اجرت پر دے دی' تو اجرت کا یہ معاملہ فاسد تصور ہوگا اور اس کے بجائے ابتداء سے ہی' اس پر مروجہ اجرت (مثلی اجرت) واجب الادا ہوگی' خواہ اس نے فی الحقیقت اس جائیداد سے قرار واقعی فائدہ اٹھایا ہو' یا اس نے فائدہ تو نہ اٹھایا' لیکن ایسا کرنا اس کے لیے ممکن تھا۔ جیسا کہ متاخرین کا یہی مسلک ہے۔ وجہ یہ ہے کہ "وقف" کے ضمن میں وقف کے فائدے کو پیش نظر رکھا جاتا ہے اور اگر اسے فائدہ اٹھانے کے مواقع حاصل ہوں اور وہ اس سے فائدہ نہ اٹھائے تو اسے "اجرت" کی معافی "وقف" کے فائدے میں نہیں ہے۔

تاہم "ناظر وقف" پر خواہ اس نے ایسا دانستہ کیا ہو' "غبن فاحش" کی کمی کو پورا کرنا لازم نہیں ہوتا' البتہ اس کی وجہ سے وہ "فاسق" شمار کیا جائے گا' اور "خلاف شرع" معاملہ کرنے کی بنا پر وہ اس بات کا مستحق ہے۔ کہ اسے اس کی نظارت سے معزول کر دیا جائے' تاہم اگر اس سے یہ معاملہ غفلت یا بھول کی بنا پر ہوا ہے۔ تو قاضی اسے محض تنبیہہ کرنے پر اکتفا کرے۔ اور اس "وقف" کو اس کے ہاتھ سے نہ نکالے۔ البتہ ایسا ہر معاملہ فاسد ہوگا اور اس کی جگہ کرایہ دار پر "مثلی اجرت" واجب الادا ہوگی' ھلال الرای فرماتے ہیں:

"میں نے کہا: آپ کا کیا خیال ہے' کہ اگر "وصی" (متولی) نے موقوفہ مکان کو ہر ماہ ایک درہم کرائے پر دیدیا' جبکہ "اجرالمثل" (مروجہ کرایہ) دس درہم فی ماہ ہو۔

امام نے جواب دیا: ایسا اجارہ فاسد ہوگا۔ اس لیے کہ یہ اتنا نقصان ہے۔ جو عام طور پر لوگ برداشت نہیں کرتے۔

میں نے پوچھا: اگر اس نے اسے کرائے پر دیا اور پھر اس میں اتنی کمی کر دی'

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جتنی کمی کہ عام طور پر لوگ برداشت کرتے ہوں۔
امام نے جوب دیا: تب کرایہ نامہ درست ہوگا اور اس پر کوئی ضمان نہ ہوگی۔(۱۳)

اجارہ فاسد ہونے کی صورت میں کرایہ دار پر مروجہ کرایہ (اجرالمثل) واجب ہو گا۔

یہ حق اس صورت میں ہے۔ جب اس نے موقوفہ شی کو مروجہ کرائے سے کم کرائے پر اٹھا دیا لیکن اگر اس نے اس کو مروجہ کرائے سے زیادہ اجرت پر دیا تو ایسا کرنا نہ صرف جائز ہوگا بلکہ بقول امام ابو یوسفؒ یہ صورت زیادہ احسن ہوگی۔ (۱۴)
"غبن فاحش" کی صورت میں "کرایہ نامہ" کا فاسد ہونا اس وقت ہوتا ہے، جب ایسا کرنا ضروری نہ ہو، یعنی بلا مجبوری وہ اسے نقصان فاحش پر دیدے، لیکن اگر کوئی ضرورت یا مجبوری پیش آجائے تو یہ معاملہ درست ہوگا مثال کے طور پر اگر موقوفہ مکان پر کوئی قرض وغیرہ ہو، جو اس کی عمارت کی مرمت پر خرچ کیا گیا ہو مگر وقف کے متولی کے پاس اس قرض کو ادا کرنے کے لیے کوئی رقم وغیرہ موجود نہ ہو تو اس صورت میں بامر مجبوری اگر اس نے قرض خواہ کو وہ مکان "نقصان فاحش" کے درجے میں کم کرائے پر دیدیا، تو جائز ہوگا۔ اس لیے کہ یہاں اس کی ضرورت ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے جب اس مکان کو کوئی اور شخص "مروجہ کرائے" پر لینے اور بروقت قرض کی ادائیگی کرنے کے لیے تیار نہ ہو، بصورت دیگر یہاں بھی ایسا کرنا درست نہ ہوگا۔

پھر اگر کسی شخص نے موقوفہ مکان کرائے پر لیکر آگے "مروجہ کرائے" سے کم کرائے پر دیدیا تو یہاں چونکہ یہ معاملہ ایک ایسے شخص کی جانب سے کیا گیا ہے جس کے اس تصرف کا وقف کے مقاصد پر اثر نہ پڑے گا، اس لیے کہ اس نقصان کا ذمہ دار پہلا کرایہ دار بذات خود ہوگا نہ کہ وقف کا متولی، اس لیے کرائے کا یہ معاملہ جائز ہوگا۔ (۱۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اگر کرایہ دار سے کسی شخص نے موقوفہ شی کو غصب کر لیا' تو اس صورت میں کرایہ دار پر متعلقہ کرایہ کی ادائیگی واجب نہ ہوگی' اس کے بجائے غصب کنندہ پر اس کی ادائیگی ضروری ہوگی۔

۷- کرائے پر دینے کے بعد مروجہ کرائے میں کمی بیشی:

"موقوفہ شی" کو کرائے پر دینے کے بعد دو قسم کی حالتیں پیدا ہوسکتی ہیں: اولاً یہ کہ بازار (Market) میں کرایہ میں کمی ہو جائے' ثانیاً یہ کہ کرائے میں اضافہ ہو جائے۔

اگر تو کرایہ نامہ طے ہو جانے کے بعد مروجہ کرائے (اجر المثل) میں کمی ہو گئی اور کرایہ دار نے کرایہ نامہ منسوخ کرنے یا کرائے میں کمی کرنے کا مطالبہ کیا' تو اس کا مطالبہ پورا نہ کیا جائے گا' اس لیے کہ اس صورت میں کرایہ میں کمی سے "وقف" کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ اور متولی وقف کو یہ "حق" نہیں کہ وہ "کرایہ نامہ" کو باطل یا منسوخ کر دے۔ بلکہ جتنی مدت کے لیے کرایہ طے ہوا ہے اتنی مدت تک کا کریہ ادا کرنا کرایہ دار (مستاجر) پر ضروری اور لازمی ہوگا۔

اور اگر کرایہ نامہ طے ہو جانے کے بعد مروجہ کرائے (Market Rate) میں اضافہ ہو گیا' یعنی مارکیٹ میں اس جیسے مکان یا اس جیسی اراضی کے کرائے کا ریٹ بڑھ گیا' تو پھر یہ دیکھا جائیگا کہ یہ اضافہ معمولی ہے یا زیادہ ہے۔ اگر کرایہ میں اضافہ اتنا معمولی سا ہوا ہو' جس کو عام طور پر لوگ برداشت کر لیتے ہیں' مثال کے طور پر یہ اضافہ پانچویں حصے (۲۰ فیصد) یا اس سے کم مقدار میں ہوا ہو' تو ایسی صورت میں یہ اضافہ قابل درگزر ہے۔ لیکن اگر وہ اضافہ بہت واضح (فاحش) ہے۔ تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ "مارکیٹ ریٹ" میں جو اضافہ ہوا ہے۔ آیا وہ محض کرایہ داروں کو تنگ کرنے یا ان کو نقصان پہنچانے کے لیے ہے' یا پھر فی الواقع اضافہ طلب و رسد کے اصول پر مبنی ہے۔ اول الذکر صورت چونکہ شرعی اصولوں کے ساتھ مطابقت نہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رکھتی' اس لیے یہ صورت تو درخور اعتنا نہ ہوگی: دوسری صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ کرائے میں ۳۰ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ وہ "کرایہ دار" کے کسی "عمل" پر تو مبنی نہیں ہے؟ اگر ایسا ہو مثال کے طور پر' یہ اضافہ کرایہ دار کی طرف سے تعمیر کردہ کسی عمارت کے اضافے' یا اس کی جانب سے لگائے گئے باغات کی بنا پر ہوا ہو اور یہ امر واضح ہو کہ اگر اس زمین سے مذکورہ عمارت یا "باغ" کو ہٹا دیا جائے تو اس کا "مارکیٹ ریٹ" وہی رہ جائے گا جس پر کہ معاہدہ ہوا ہے' ایسی صورت میں یہ اضافہ قابل اعتنا نہ ہوگا۔

لیکن اگر یہ اضافہ "طلب" میں اضافے کی بنا پر ہو' اور کرایہ دار کے کسی عمل یا اس کی محنت کا اس میں کوئی دخل نہ ہو تو اس اضافہ کے متعلق فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ آیا اسے درخور اعتنا سمجھا جائے یا نہیں۔

بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا صورتوں کی طرح اس صورت میں بھی اس معاملے کو فسخ نہ کیا جائے گا۔ بلکہ اسی کرائے پر' یہ معاملہ استوار رہے گا۔ جس پر کہ ایک مدت کے لیے کرایہ نامہ طے ہوا تھا۔ جبکہ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اس صورت میں "متولی وقف" کو کرایہ نامہ باطل کرنے کا حق حاصل ہوگا' اس لیے کہ اس میں بظاہر کرایہ دار کو کسی نقصان کے پہنچنے کا احتمال نہیں۔ لیکن معاہدہ برقرار رہنے کی صورت میں "وقف" کا نقصان ہے' اس لیے یہاں اس معاملے کو ختم کرنے اور نیا معاہدہ کرنے میں ہی مصلحت ہوگی۔ یہی قول مختار ہے اور قاضی یا متولی (جو بھی وقف کا منتظم ہو) سابق کرایہ دار کو اضافہ سمیت کرایہ قبول کرنے کو کہے گا۔ اگر تو اس نے قبول کر لیا تو بقیہ مدت کے لیے وہی کرایہ دار رہنے کا حقدار ہوگا اور اس صورت میں متولی ر قاضی یکطرفہ طور پر معاہدہ فسخ کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ (۱۶) لیکن اگر اس نے اضافہ قبول نہ کیا تو ایسی صورت میں متولی معاہدے کو ختم کرنے اور نئے شخص کے ساتھ کرایہ نامہ طے کرنے کا مجاز ہوگا۔ اور جب تک وہ کرایہ نامہ منسوخ کرنے کا اعلان نہ کرے' اس وقت تک وہ اس سے فقط مقرر کردہ کرایہ ہی وصول کرنے کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حقدار ہوگا۔ (۱۷) یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ متولی ر قاضی فقط انہی صورت میں کرایہ نامہ' یکطرفہ طور پر منسوخ کرسکتا ہے' جب تک کہ "موقوفہ شی" کرایہ دار کی "مملوکہ" کسی شی سے مشغول نہ ہوئی ہو لیکن اگر ایسی صورت پائی جائے۔ مثال کے طور پر اس نے وہاں کوئی عمارت بنوالی ہو' یا اس نے درخت لگا رکھے ہوں یا اس نے کوئی فصل کاشت کر رکھی ہو تو ایسی صورت میں اس شی کے اختتام پذیر ہونے تک مثلاً فصل کے کٹنے تک یا مدت پوری ہونے تک کرایہ نامہ کو باطل کرنے کا اسے حق حاصل نہ ہوگا۔

۸ - معاہدے کے اختتام پر موقوفہ شی میں کمی یا اضافہ :

اگر کرائے کی مدت ختم ہو جائے اور "موقوفہ شی" میں نہ تو کمی ہوئی ہو' اور نہ ہی اس میں کوئی اضافہ ہوا ہو' تو ایسی صورت میں اس کا حکم واضح ہے کہ کرایہ دار پر کوئی تاوان واجب نہ ہوگا۔

لیکن اگر معاہدے کے اختتام پر موقوفہ شی میں کوئی شی کم ہو گئی ہو' یا ٹوٹ پھوٹ گئی ہو تو ایسی صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ آیا اس کی جانب سے کسی کوتاہی کی بنا پر ایسا ہوا ہے یا کہ اسمیں اس کی کوتاہی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ مؤخر الذکر صورت میں اس پر کوئی تاوان واجب نہ ہوگا' اس لیے کہ اس کے پاس وہ شی امانت ہے اور "امانت دار" سے "امانت" میں اس کی کوتاہی کے بغیر کوئی نقصان ہو جائے تو اس پر اس کا تاوان ضروری نہیں ہوتا۔ لیکن اگر اس کے نقصان میں اس کی کوتاہی کا دخل ہو تو اس صورت میں اس پر اس کا تاوان ادا کرنا لازم ہوگا۔

پھر تاوان ادا کرنے کی دو صورتیں ہیں : ایک تو یہ کہ بعینہ اسی شی کو لوٹانا ممکن ہو : جبکہ دوسری صورت یہ ہے کہ ایسا ممکن نہ ہو۔ مؤخر الذکر صورت کی مثال یہ ہے کہ کسی نے موقوفہ اراضی میں قائم درخت کو اکھیڑ دیا تو اس صورت میں اس پر اس کی قیمت کے مطابق بطور تاوان کے اس کی قیمت ادا کرنا ضروری ہوگی۔ جبکہ پہلی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صورت کی مثال کسی دیوار کا گرا دینا یا کسی دروازے یا کھڑکی یا کسی اور شی کو توڑ دینا ہے' تو ایسی صورت میں اسے اسی شی کو بنانے اور پوری کرنے کو کہا جائے گا۔

اور اگر کمی یا نقصان کے بجائے کرایہ دار نے کوئی ایسا اضافہ (زیادۃ) کیا' جو "اصل" شی میں نہ تھا۔ مثال کے طور پر اس نے اس جگہ کوئی عمارت بنا لی' یا درخت وغیرہ لگا دیئے۔ پھر یا تو اس اضافے کی انتہائی مدت معلوم ہوگی۔ جیسے کاشت کردہ فصل وغیرہ اور یا اس کی کوئی انتہائی مدت معلوم نہ ہوگی جیسے عمارت یا درخت وغیرہ ہیں۔

اول الذکر صورت میں جب تک وہ فصل پک کر تیار نہ ہو' مذکورہ اراضی کو مذکورہ کرایہ دار ہی کے پاس رہنے دیا جائے گا اور اس سے اس کا مروجہ کرایہ (اجر المثل) ہی وصول کیا جائے گا۔ اس لیے کہ اس طرح دونوں ہی ممکنہ نقصان سے بچ جاتے ہیں: کرایہ دار کی فصل ضائع نہیں ہوتی' اور "وقف" کو متعلقہ مدت کا مروجہ کرایہ مل جاتا ہے۔ (۱۸)

جبکہ مؤخر الذکر صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ آیا اس نے یہ "اضافہ" اپنی مرضی سے کیا ہے یا اس کے لیے اس نے "ناظر وقف" سے باقاعدہ اجازت حاصل کی ہے۔ اول الذکر صورت میں اگر اس نے اضافہ وقف کے سامان سے ہی کیا ہو تو یہ اضافہ "وقف" میں شامل ہوگا اور "کرایہ دار" کو نہ تو یہ حق حاصل ہوگا کہ اس عمارت کو گرائے اور نہ ہی وہ اس پر "متولی وقف" سے "مزدوری" وغیرہ طلب کرنے کا مجاز ہوگا۔ اس لیے کہ سامان (Material) مال وقف سے ہونے کی بنا پر اس عمارت کو گرانے میں کرایہ دار کو کوئی مالی منفعت حاصل نہیں ہوگی۔ البتہ "وقف" ایک اضافے سے محروم ہو جائے گا۔

اور اگر اس نے یہ "اضافہ" اپنے سرمائے سے کیا ہو' تو ایسی صورت میں اگر تو اس کے منہدم ہو جانے سے وقف کی اراضی کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو تو اسے یہ اضافہ "منہدم" کرنے اور اس کا مٹیریل لیجانے کی اجازت ہوگی۔ تاہم اگر متولی وقف چاہے تو محض مٹیریل کی قیمت دیکر اس "اضافہ" کو بحال رکھ سکتا ہے۔ بشرطیکہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے برقرار رہنے کا "وقف" کو فائدہ پہنچتا ہو اور اگر ایسا کرنے سے "وقف" کی اراضی کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں اسے اس وقت تک انتظار کرنے کو کہا جائے گا جب تک عمارت اور درخت خالی نہ ہو جائیں۔ جس کے بعد وہ اس کا عمارتی سامان اور درخت کی لکڑی لے جاسکتا ہے۔

اور اگر اس نے یہ "اضافہ" متولی وقف کی اجازت سے کیا ہو' تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ آیا اسے اس جگہ رہنے کا حق حاصل تھا یا نہیں۔ اول الذکر صورت کی مثال یہ ہے کہ وہ اس جگہ بطور **محتکر** (Monopolised) رہتا ہو۔ تو ایسی صورت میں مذکورہ اراضی اس وقت تک اسی کے پاس رہنے دی جائے گی' جب تک وہ اس جگہ کا مروجہ کرایہ (Market Rate) دیتا رہے گا۔ اس مروجہ کرائے میں اس کی تعمیر کردہ عمارت یا باغ شامل نہ ہونگے۔ اس صورت میں جب تک وہ مروجہ کرایہ دیتا رہے گا اس وقت وہ اراضی کسی اور شخص کو کرائے پر نہ دی جائے گی۔ اس لیے کہ اس صورت میں سابقہ کرایہ دار کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

لیکن اگر وہ مروجہ قیمت دینے پر آمادہ نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر اس اضافے کو منہدم کرنے سے اراضی وقف کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو تو اسے کہا جائے گا کہ وہ اس اضافے کو ختم کر دے یعنی عمارت کو گرا دے اور درخت کو اکھیڑ دے۔ بعد ازاں وہ اراضی کسی دوسرے شخص کو کرائے پر دیدی جائے' لیکن اگر ایسا کرنے سے اراضی وقف کو نقصان پہنچنے کا امکان ہو تو ایسی صورت میں اسے مذکورہ بالا طریقے کے مطابق انتظار کرنے کو کہا جائے گا۔ اور وہ اس انتظار کی مدت کے دوران میں نہ تو "متولی وقف" سے اپنے اضافے کے کرائے کا طلبگار ہوسکتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کو اس کے کرایہ پر دینے سے مانع ہوسکتا ہے۔

تاہم بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ چونکہ اس اراضی میں اس نے ایسا اضافہ کر دیا ہے۔ جس سے اس کی اجرت (Market Value) بڑھ گئی ہے۔ لہٰذا سابقہ کرایہ دار کی مرضی کے بغیر تنہا متولی وقف اسے کرائے پر نہیں دے سکتا۔ بلکہ اس کے لیے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

دونوں کی یکساں رضامندی شرط ہوگی۔ دونوں کے رضامند ہونے کی صورت میں اس کے کرائے میں بھی دونوں کا حصہ ہوگا۔ کرایہ کی تقسیم اراضی اور اضافے کی مناسبت سے کی جائے گی' یعنی خالی اراضی کا کرایہ "متولی وقت" کو ملے گا اور اس میں موجود باغ یا عمارت کے کرائے کا سابقہ کرایہ دار حقدار ہوگا۔ یہی قول مختار ہے۔ (۱۹)

۹- وجوب اجرت اور کرایہ دار کے لیے حق انفساخ:

اگر "متولی وقف" نے موقوفہ شی کرایہ طے ہو جانے کے بعد کرایہ دار کو سونپ دی اور اس نے اس پر قبضہ کر لیا' تو اس پر مقررہ مدت کے کرائے کی ادائیگی لازم ہو جائے گی' خواہ اس نے بذات خود اس شی سے استفادہ کیا ہو' یا اس کو عاریت پر دیدیا ہو یا اس نے اس کو یونہی پڑا رہنے دیا' یا اس نے آگے کم یا زیادہ اجرت پر کرائے پر دیدیا ہو۔ الایہ کہ اس کے لیے اس شی سے استفادہ کرنا ممکن نہ رہے۔ مثال کے طور پر اسے کسی شخص نے اس طرح غصب کر لیا کہ اس سے واپس لینا اس کے لیے ممکن نہ ہو' یا پھر مکان بالکل ہی گر جائے اور زمین ہونے کی صورت میں اس کے پانی کا سلسلہ منقطع ہو جائے' یا پھر اس پر اس طرح طویل زمانے تک کسی نے چڑھائی کی جس سے اس کے لیے اس سے استفادہ کرنا ممکن نہ رہا ہو۔ تو ان تمام صورتوں میں اس سے مذکورہ کرایہ ساقط ہو جائے گا۔

بصورت دیگر جب تک موقوفہ شی میں ایسا "عیب" ظاہر نہ ہو' جو اس سے استفادے کی راہ میں رکاوٹ ہو' اسے معاہدے کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہوگا' عیب ظاہر ہونے کی صورت یہ ہے کہ مثال کے طور پر مکان کی کوئی دیوار گر گئی' تو ایسی صورت میں وہ اگر چاہے تو معاہدہ اجارہ کو باطل کر سکتا ہے۔ البتہ جب تک وہ اس معاہدے کو فسخ کر کے نئے سرے سے معاہدہ نہ کرے' اس وقت تک عیب ظاہر ہو جانے کے باوجود' اس پر پورے کرایہ کی ادائیگی ہی واجب اور ضروری ہوگی۔

فقہا فرماتے ہیں کہ یہاں اجارہ کے فسخ ہونے کی وہ تمام صورتیں قابل عمل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں- جو اپنی "ذاتی شی" کرایہ پر دینے کو فسخ کرنے کا موجب ہوتی ہیں: یعنی کرایہ دار کا فوت ہو جانا' اس سے استفادہ اور انتفاع کا ممکن نہ رہنا' مدت کا گزر جانا' یا اس شی کا تلف ہو جانا- البتہ دونوں میں ایک فرق واضح ہے وہ یہ کہ یہاں کرایہ پر دینے والے (مواجر) کے ہلاک ہونے سے کرایہ نامہ فسخ نہیں ہوتا' جبکہ باقی صورتوں میں اس سے "کرایہ نامہ" باطل ہو جاتا ہے- وجہ یہ ہے کہ یہاں "متولی وقف" اپنی ذاتی حیثیت میں اسے کرایہ پر نہیں دیتا' بلکہ وہ تو "وقف" کے منتظم (Administrator) ہونے کی حیثیت سے ایسا کرتا ہے- لہٰذا یہاں متولی وقف کی وہی حیثیت ہوگی جو عام حالات میں ایک "وکیل" کی ہوتی ہے کہ وکیل کے فوت ہو جانے سے "عقد اجارہ" فسخ نہیں ہوتا-

چونکہ "کرایہ دار" کی حیثیت دونوں جگہ یکساں ہے- اس لیے کہ دونوں جگہ "کرایہ دار" اسے اپنی ذات کے لیے کرائے پر لیتا ہے- اس لیے اگر کرایہ دار فوت ہو جائے' تو اس کے ساتھ کیا ہوا عقد اجارہ دونوں صورتوں میں یکساں طریقے پر فسخ ہو جاتا ہے- البتہ جب تک فصل پک کر کٹنے کے لیے تیار نہ ہو جائے' وہ زمین اس کے ورثہ کے پاس اجر المثل (Market Rrte) کرائے پر رہے گی- اور انہیں اس فصل کو فوری طور پر اکھیڑنے اور زمین خالی کرنے کے لیے نہ کہا جائے گا' اس لیے کہ اس طرح ان کا نقصان ہو گا اور چونکہ "وقف" کو مروجہ کرایہ مل رہا ہے- اس لیے کچھ عرصہ اراضی کے ان کے پاس رہنے سے وقف کا نقصان نہیں ہوگا- (۲۰)

(۳) تحکیر (MONOPLY)

تحکیر یا احتکار (Monoply) ایک ایسا "عقد اجارہ" (کرایہ پر دینے کا معاملہ) ہے' جس کا مقصد کرائے کی جگہ میں مکان بنا کر یا باغ لگا کر' ایک طویل مدت تک ٹھہرنا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا ہو' اس مدت میں کرایہ دار پر مروجہ کرائے کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے- یہ احتکار حسب ذیل شرائط کے ساتھ درست ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الف: موقوفہ زمین سے استفادہ کرنا اور فائدہ اٹھانا بالکل ناممکن ہو' مثلاً وہ کوئی گری ہوئی عمارت ہو یا "بنجر" زمین ہو۔

ب: وقف کے ساتھ کوئی ایسا "فنڈ" بھی موجود نہ ہو' جس کے ساتھ اس عمارت کو تعمیر کیا جاسکے' یا زمین کو آباد کیا جاسکے۔

ج: اس کو فوری اجرت ر کرایہ لیکر ایک طویل مدت تک کرایہ پر دینا بھی ممکن نہ ہو۔

د: اس اراضی کو کسی اور بہتر اور منفعت بخش اراضی کے ساتھ تبدیل کرنا بھی ممکن نہ ہو' بصورت دیگر احتکار سے' تبدیلی اراضی کا عمل مقدم ہو گا۔

بہرحال ان شرائط کے ساتھ اگر کسی نے وہ جگہ طویل مدت تک کرائے پر لے لی' تو اسے معاہدے کی ابتدا سے ہی' اس کے مروجہ کرائے کی ادائیگی کرنا لازم ہو گا۔ تاہم اگر معاہدہ ہو جانے کے بعد' مدت معاہدہ کی تکمیل سے قبل "مروجہ کرائے" میں کمی ہو گئی' تو اس کا کوئی اعتبار نہ ہو گا اور اسے اس بنیاد پر معاہدہ توڑنے کا حق حاصل نہ ہو گا۔

اسی طرح اگر مروجہ کرائے میں معمولی اضافہ ہو گیا' یا اس نے وہاں جو عمارت بنائی یا جو باغ لگایا اس کی بنا پر اس کی مروجہ اجرت (Market Value) واضح طور پر بڑھ گئی تو اس اضافے کی کوئی حیثیت نہ ہو گی۔

تاہم اگر مروجہ کرائے (اجر المثل) میں اس جگہ کی مخصوص حالت کی بنا پر بہت واضح اضافہ ہو گیا' تو ایسی صورت میں اس اضافے کو سب سے پہلے سابق کرایہ دار کے سامنے پیش کیا جائیگا' اگر تو اس نے قبول کر لیا' تو فبہا ورنہ وہ جگہ اس سے لیکر کسی دوسرے شخص کو دے دی جائے گی' خواہ یہ اضافہ اثنائے مدت میں ہوا ہو' یا مدت گزرنے کے بعد۔

اور چونکہ یہاں کرایہ دار باقاعدہ معاہدے کے تحت عمارت بناتا یا درخت لگاتا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس لیے مذکورہ عمارت یا باغ وغیرہ اسی (کرایہ دار) کی ملکیت ہونگے' یہاں تک کہ اس کا اسے فروخت کرنا' اور اس کو وقف کرنا اور آگے اپنے ورثہ کو منتقل کرنا سبھی تصرفات جائز ہونگے۔ لہٰذا اگر وہ جگہ اس سے لیکر کسی اور شخص کو کرائے پر دی جائے' تو اس عمارت یا باغ کی مروجہ اجرت (اجر المثل) کی وصولی کا وہی حقدار ہوگا۔ لیکن اگر عمارت ڈھے جائے۔ اور درخت سوکھ جائیں اور زمین میں اس کا مطلق اثر باقی نہ رہے۔ تو اب دوبارہ وہ جگہ "وقف" کے تحت آجائے گی۔ اور اگر سابق کرایہ دار (محتکر) چاہے کہ اسے سابقہ کرائے پر ہی دوبارہ یہ جگہ کرائے پر مل جائے۔ تو اس کا یہ مطالبہ قبول نہ کیا جائے گا۔ اور اگر اس جگہ عمارت سازی یا درخت لگانے سے قبل اس کی موت واقع ہو جائے' تو "کرایہ دار" کا یہ معاملہ ختم ہو جائے گا' اور اب اس کے ورثہ اس جگہ میں عمارت بنانے یا باغ لگانے کے حقدار نہ ہونگے۔ (۲۱)

(۳) موقوفہ اراضی کو مزارعت یا معاملے پر دینا:

"اراضی" سے استفادے اور حصول منافع کی تیسری صورت یہ ہے کہ "متولی وقف" اسے بٹائی یا معاملے پر دیدے' یعنی وہ مزارع سے یہ طے کر لے کہ زمین کو وہ کاشت کرے گا اور اس کی پیداوار سے اتنا حصہ "متولی وقف" کو ادا کرے گا۔ یہ صورت بھی بالاتفاق جائز ہے' ھلال الرای کتاب احکام الوقف میں لکھتے ہیں:

میں نے پوچھا: اگر کسی کے قبضے میں موقوفہ اراضی ہو' اور وہ اسے کسی ایسے شخص کو دیدے' جو اس میں کام کرے اور اس کے بدلے میں کچھ معاوضہ وصول کرے۔

امام نے کہا: درست ہے اور اس کی اجرت غلہ/ پیداوار میں سے ادا کی جائے گی۔

میں نے پوچھا: کہ اگر اس نے کنویں کھودنے اور زمین کو پیداوار کے قابل بنانے کے لیے کسی کو رکھا ہو' تو اس کا کیا حکم ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام نے کہا: ہاں یہ صورت بھی جائز ہے' تاہم متولی کو چاہیے کہ وہ ایسا اسی وقت کرے' جب اسے اس کی ضرورت ہو۔

میں نے پوچھا: آپ کا کیا خیال ہے اگر کسی شخص نے موقوفہ اراضی کو نصف یا ایک تہائی بٹائی پر کسی کو دیدیا' تو اس کا کیا حکم ہے:

امام نے کہا: یہ صورت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز' مگر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے۔

میں نے پوچھا: اگر موقوفہ اراضی میں کوئی پھل دار درخت ہوں اور متولی اسے کسی ایسے شخص کو کرائے پر دیدے' جو اسے پانی دے اور اس کی دیکھ بھال کرے اور پیداوار کا کچھ حصہ متولی وقف کو ادا کرے۔

امام نے کہا: یہ اور سابقہ صورت دونوں برابر ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں۔ (۲۲)

(۴) خود کاشت کرنا:

اسی طرح متولی کو یہ بھی اجازت ہے کہ اگر وہ مناسب سمجھے تو اپنی نگرانی میں اس زمین میں خود کاشت کرائے: اس مقصد کے لیے اسے مطلوبہ افراد' از قسم غلام' خدام اور نوکر وغیرہ نیز سامان زراعت' مثلاً بیج' جانور' آلات زراعت وغیرہ حاصل کرنے کی بھی اجازت ہے۔ تاہم خود کاشت کرانے کی صورت میں متولی نہ تو نفع کا حقدار ہوگا اور نہ ہی نقصان کا۔ اس سے جو بھی منفعت حاصل ہوگی' یا نقصان ہوگا (بشرطیکہ متولی کا اس نقصان پہنچانے میں دخل نہ ہو) اس کا تعلق براہ راست وقف سے ہوگا۔

اس طریقے سے کاشت کی ہوئی فصل حاصل ہونے کے بعد متولی کا یہ فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے اس کے اخراجات اس میں سے منہا کرے اور بقیہ فصل متعلقہ حقداروں میں تقسیم کردے۔ اسے آئندہ فصل کے لیے بیج رکھنے کی بھی اجازت ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خود کاشت کرانے کی صورت میں' شریعت نے اسے یہ بھی اجازت دی ہے کہ اگر وقف کے خزانے میں مطلوبہ رقم موجود نہ ہو' تو وہ قاضی کی اجازت سے خصوصی طور پر' اس مقصد کے لیے قرض بھی حاصل کرسکتا ہے۔ جس سے وہ کاشت کاری کے ضروری اخراجات پورے کرنے کا مجاز ہوگا۔

خود کاشت کرانے کے لیے فقہاء نے یہ شرط رکھی ہے کہ اس سے "وقف" کو نفع حاصل ہوتا ہو' اور اگر اس سے غبن فاحش کے درجے میں نقصان پہنچنے کا امکان ہو' تو تب متولی / ناظر کو خود کاشت کرانے سے پرہیز کرنا چاہیئے' ورنہ وہ ذمہ دار ہوگا۔

مزارعت (خود کاشت کاری کرنے) کی طرح سے مساقات (درختوں کو خود پانی دینا اور دیکھ بھال کرنا) کا بھی یہی حکم ہے۔ (۲۳)

خود کاشت کرانے کی صورت میں متولی وقف کو یہ بھی اجازت ہے کہ وہ اس سلسلے میں اپنی محنت کا جائز معاوضہ وصول کرے۔

(۵) مضاربت اور تجارت:

علاوہ ازیں' جیسا کہ سطور بالا میں بالتفصیل بیان ہوا' اگر "موقوفہ شی" درہم و دینار ہے یا "وقف" کے ساتھ کچھ نقد روپیہ' سونا چاندی بھی شامل ہے' تو ان سے انتفاع کے لیے متولی کو ان سے "مضاربت" کے اصول پر تجارت کرنے اور منافع کمانے کی بھی اجازت ہے۔ اس صورت میں اس کے باقی احکام وہی ہونگے جو عام مضاربت کے ہیں۔ "دور حاضر" میں ایسی رقم سے کسی منافع بخش کمپنی کے حصص (Shares) خریدنے اور اس طرح اس "کمپنی" میں شامل ہونے کی بھی اجازت ہے' اسی طرح اگر متولی وقف مناسب سمجھے تو اس رقم سے براہ راست بھی کوئی کاروبار شروع کرسکتا ہے۔ اس صورت میں بنیادی اخراجات نکال کر نفع و نقصان (بشرطیکہ نقصان میں متولی کی کوتاہی کا دخل نہ ہو) بذمہ وقف ہوگا۔ بنیادی اخراجات سے ملازمین کی تنخواہیں' دوکان / جگہ کی قیمت / کرایہ اور دیگر ضروری مصارف نقل و

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حمل مراد ہیں۔ اس سے جو منافع حاصل ہونگے' وہ حسب شرائط مستحقین میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

تعلیقات و حواشی

۱۔ عبدالجلیل : کتاب الوقف : ۴۸

۲۔ البخاری' ۲ : ۱۹۶ (کتاب ۵۵' باب ۳۳)

۳۔ کتاب الوقف : ۵۰ ۔ ۵۱

۴۔ عبدالجلیل : کتاب الوقف : ۱۲۰

۵۔ فتاوای عالمگیری ۔ کتاب الوقف

۶۔ کتاب الوقف : ۱۱۷

۷۔ کتاب الوقف : ۱۱۷ ۔ ۱۱۸ : ابن عابدین : درالمختار

۸۔ ھلال الرای : احکام الوقف' مطبوعہ حیدر آباد دکن : ۶

۹۔ کتاب الوقف : ۱۱۸

۱۰۔ احکام الوقف : ۲۰۹

۱۱۔ عبدالجلیل : کتاب الوقف : ۱۱۹

۱۲۔ "نقصان فاحش" (صریح نقصان) سے مراد قیمت میں اتنا نقصان اور گھاٹا ہے' کہ جسے عموما لوگ برداشت نہ کرتے ہوں' یعنی یہ کہ دونوں میں بہت واضح فرق ہو اور وہ نقصان جو اس سے کم ہو' اسے "نقصان یسیر" کہتے ہیں۔

صاحب البحرالرائق (۴ : ۴۰۸) کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ "نقصان فاحش" سے یہاں مراد مروجہ قیمت کے خمس (۱/۵) کے برابر کمی ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی مکان کی مروجہ اجرت دس درہم ہو' تو اگر اس نے اس اجرت میں ایک روپے کی کمی قبول کی تو یہ قابل برداشت ہوگی' لیکن اگر اس نے دو روپے کی کمی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قبول کی تو یہ نقصان فاحش ہے۔ بعض فقہا فرماتے ہیں کہ نقصان فاحش اور نقصان یسیر وغیرہ کا مدار عرف و عادت پر ہے' یعنی اس معاشرے کے حالات کے مطابق اس مقدار میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ لہذا کسی ایک مقررہ اجرت کو اس کے لیے معیار اقرار دینا درست نہ ہوگا۔

۱۳۔ ھلال الرائی : احکام الوقف : ۲۰۸۔ ۲۰۹

۱۴۔ ایضاً : ۲۰۹

۱۵۔ ایضاً : ۱۳۲

۱۶۔ کتاب الوقف۔ ص ۱۲۴

۱۷۔ البحرا الرائق' ۴ : ۲۰۳۔ ۲۰۴

۱۸۔ کتاب الوقف : ۱۲۵

۱۹۔ کتاب الوقف : ۱۲۰

۲۰۔ عبدالجلیل : کتاب الوقف : ۱۲۶۔ ۱۲۷

۲۱۔ کتاب الوقف : ۱۲۸۔ ۱۲۹

۲۲۔ احکام الوقف : ۲۱۱۔ ۲۱۳

۲۳۔ ھلال الرای : کتاب احکام الوقف۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

باب ہفتم

بانیان وقف کی جائز و ناجائز شرائط کا بیان

"وقف" کے جواز و عدم جواز میں اس کی شرائط بھی بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ یہ شرائط دو قسم کی ہیں: اولا وہ شرائط جو "وقف" کے درست ہونے کے لیے شریعت نے مقرر کی ہیں۔

ثانیاً: وہ شرائط جو بانیان وقف اپنی جانب سے "وقف" کے لیے مقرر کرتے ہیں۔ اول الذکر شرائط کا ذکر باب دوم میں آچکا ہے۔ یہاں فقط دوسری قسم کی شرائط بیان ہونگی۔

(ا) جواز و عدم جواز:

"بانی وقف" کی بیان کردہ شرائط کے جواز و عدم جواز کا فیصلہ مذکورہ شرائط "وقف" کی روشنی ہی میں کیا جاتا ہے۔ سطور بالا میں یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ "بانی وقف" کو کوئی ایسی شرط رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ جو "مقاصد وقف" کے منافی ہو' مثال کے طور پر اگر اس نے یہ شرط رکھی کہ:

"وہ یا اس کی اولاد میں کوئی ضرورت مند' جب چاہے گا' اس وقف کو فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے کام میں لگا سکے گا۔ یا اس کو صدقہ کر سکے گا یا اس سے اپنا قرض ادا کر سکے گا۔ یا جو اس کی اولاد میں مستحق ہوا وہ اس وقف میں ویسے ہی تصرف کر سکے گا' جیسا کہ مالک اپنے مملوکہ مال

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں تصرف کر سکتا ہے۔

تو ان تمام صورتوں میں چونکہ یہ شرائط "مقاصد وقف" سے متصادم ہیں۔ اس لیے وقف باطل ہوگا۔ البتہ مسجد ہونے کی صورت میں، وقف درست اور اس کی مذکورہ شرط باطل ہوگی۔ یہاں جن شرائط کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ ان کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں:

قسم اول: وہ شرائط جن سے وقف کی صحت پر کوئی اثر نہ پڑے اور شرائط لغو ہوں۔

قسم ثانی: بعض شرائط ایسی ہیں کہ جن سے وقف بھی درست رہتا ہے اور اس کی شرائط بھی۔ جبکہ:

قسم ثالث: ایسی شرائط پر مشتمل ہے۔ کہ جن سے "وقف" باطل ہو جاتا ہے۔

اس بارے میں بنیادی ضابطہ یہ ہے:

"کل ما کان مفوتا" لمصلحۃ الوقف اومخالفا" لحکم الشرع فھو لغو"

(ہر وہ شرط جو وقف کے مقصد کے منافی ہو، یا شرعی احکام سے متصادم ہو، وہ "لغو" ہو گی۔)

الف۔ قسم اول کی شرائط:

قسم اول کی شرائط، یعنی ایسی شرائط جو لغو ہوتی ہیں اور ان سے وقف کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ان کی مزید تفصیل اس طرح ہے، کہ مثال کے طور پر بانی وقف کہے:

"اس کے مقرر کردہ متولی کو، خواہ وہ خیانت ہی کا مرتکب ہو، معزول نہ کیا جائے ---"

○ یا اس نے کہا:

"اس زمین کو ایک سال سے زیادہ کرائے پر نہ دیا جائے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ اس مدت تک کے لیے اسے لینے کے لیے کوئی شخص بھی تیار نہ ہو' یا پھر اس سے زیادہ مدت کے لیے کرائے پر دینے میں زیادہ نفع حاصل ہوتا ہو۔

○ یا اس نے یہ شرط رکھی ہو کہ "اس کی اس اراضی کو کسی اور اراضی سے نہ بدلا جائے۔" حالانکہ اس کو دوسری اراضی سے بدلنا ضروری ہوگیا ہو' تو ان تمام صورتوں میں قاضی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ "بانی وقف" کی ان شرائط کے خلاف فیصلہ صادر کردے۔ البتہ متولی وقف کو بذات خود یہ حق حاصل نہیں۔ (۱)

○ اسی طرح اگر اس نے یہ شرط رکھی ہو کہ اس وقف کے منافع میں سے "فلاں مسجد" کے ایسے لوگوں کو حصہ دیا جائے' جو آکر مانگیں' یا اس سے روٹیاں پکوا کر فلاں جگہ کے لوگوں میں تقسیم کی جائیں۔ تو ان تمام صورتوں میں اس نے جو تعین کی ہے' وہ لغو ہوگی اور متولی وقف کو اختیار ہوگا کہ اگر وہ مناسب سمجھے دوسری مساجد کے لوگوں' یا سوال نہ کرنے والے افراد کو بھی اس میں سے حصہ دے۔ اسی طرح اس کے نامزد کردہ لوگوں میں خاص طور پر روٹیاں پکوا کر تقسیم کرنا بھی ضروری نہیں۔ بلکہ متولی نقد روپے بھی ان میں تقسیم کرسکتا ہے۔

پھر اس بارے میں فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے کہ تبدیلی کا مذکورہ اختیار کس کو حاصل ہے؟ بعض فقہا فرماتے ہیں کہ یہ اختیار مستحقین کو حاصل ہے کہ اگر وہ اصرار کریں اور کہیں کہ ہم تو بانی وقف کی شرائط کے مطابق ہی حصہ وصول کریں گے' تو متولی کو ان کی یہ بات ماننا ہوگی۔

قسم ثانی: جائز شرائط:

رہی وہ شرائط جو شریعت کی نظروں میں جائز ہیں۔ اور ان کی پابندی کرنا ضروری ہوتا ہے۔ تو ان کی تشریح میں اجمالا" یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ وہ شرائط ہیں۔ کہ جو نہ تو مقاصد وقف سے متصادم ہوں اور نہ ہی احکام شریعت کی مخالف ہوں' تفصیل حسب ذیل ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ مثلاً اس نے یہ شرط رکھی کہ "وقف کی آمدن" سے سب سے پہلے خود بانی وقف پر موجود قرض اتارا جائے گا۔ یا اس نے کہا' کہ اس کے مرنے کے بعد' اگر اس پر قرض ہو' تو اسے اس وقف کے منافع سے ادا کیا جائے اور بقیہ "آمدن" اس کے بیان کردہ دیگر مصارف میں صرف کی جائے۔ تو اس صورت میں اس کی شرائط کی پابندی کی جائے گی۔

۲۔ اس نے یہ شرط رکھی کہ اس کے فوت ہو جانے کے بعد' اس کی فلاں بیوی کو' جب تک وہ دوسرا نکاح نہ کرے' اس جگہ رہنے کی اجازت ہوگی' تو جب تک وہ دوسرا نکاح نہ کرے گی' اس میں رہ سکے گی' البتہ دوسری جگہ نکاح کر لینے کے بعد' اگر اسے طلاق ہو گئی' تو اب اسے دوبارہ یہاں رہنے کی اجازت نہ ہوگی۔

۳۔ اس نے شرط رکھی کہ اس نے وقف کی آمدن فلاں شہر میں رہنے والے اپنے غریب رشتہ داروں پر وقف کر دی ہے' الا یہ کہ کوئی اس شہر سے نکل کر چلا جائے۔ تو جو رشتہ دار وہاں سے نکل کر کسی اور جگہ چلا جائے گا' خواہ وہ دوبارہ پھر اسی شہر میں آبسے' اس کی شرائط کے مطابق وقف سے حصہ لینے کا مستحق نہ رہے گا' ہاں البتہ اگر اس نے خود ہی واپس آنے والوں کو حصہ دیئے جانے کی صراحت کی ہو' تو الگ بات ہے۔

لیکن اگر اس نے کسی شہر یا قصبے میں موجود غریب رشتے داروں پر' اپنی کوئی جائیداد وقف کی' تو وہاں یہ حکم نہ ہوگا' اس لیے کہ اگر ان کی تعداد محدود ہو تو اس جگہ موجود رشتہ دار اس کی آمدن سے اپنا حصہ پانے کے حقدار ہوں گے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی اس کے مستحق ہوں گے' جو وہاں سے نقل مکانی کر کے کسی اور جگہ جا کر آباد ہو جائیں گے' کیونکہ وہاں اس نے خاص طور پر انہی لوگوں کے لیے وقف قائم کیا ہے۔ لیکن اگر ان کی تعداد زیادہ ہو' تو ایسی صورت میں فقط وہاں پر موجود رشتہ دار ہی اس سے حصہ پانے کے اہل ہوں گے۔ اور اگر وہ سب وہاں سے چلے جائیں تو اس کی آمدن (Income) کو غرباء اور مستحقین میں صرف کیا جائے گا اور اگر وہ دوبارہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی شہر میں لوٹ آئیں تو وہ دوبارہ حصہ پانے کے اہل تصور ہوں گے۔

۴۔ اس نے یہ شرط رکھی کہ "اس کے اس وقف سے فقط ان لوگوں کی مدد کی جائے' جو مسلمان ہوں گے یا نصرانی ہوں گے اور جو نصرانیت چھوڑ دیں گے وہ اس کے مستحق نہ رہیں گے" تو یہاں بھی اس کی شرط درست ہے' اور اس کی اس شرط کو پورا کیا جائے گا۔ "نصرانیت" کی شرط درست ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فی الجملہ غیر مسلموں پر صدقہ کرنے کی اجازت ہے' مثال کے طور پر صدقہ فطر اور بعض کفارات میں غیر مسلموں پر صدقہ کرنا بھی باعث ثواب ہے۔ لہٰذا یہاں بھی اس کی یہ شرط درست ہوگی۔ (۲)

۵۔ بانی وقف نے کسی خاص مقصد کے لیے وقف قائم کیا اور اس مقصد کے بعد فقراء اور اہل حاجت کو اس کے منافع کا حقدار قرار دیا۔ تاہم اس نے یہ شرط بھی رکھی کہ اگر کوئی میرا بیٹا' پوتا یا میرا پڑپوتا وغیرہ کبھی ضرورت مند ہو جائے یا میرے رشتہ داروں میں سے کوئی مستحق ہو جائے' تو اس کی آمدن اسے دیدی جائے۔ تو یہ شرط بھی جائز ہوگی۔ لہٰذا اگر اس کی شرائط کے مطابق اس کی اولاد میں سے کوئی شخص اس کا مستحق ہو گیا تو وہ اس کی آمدن کا مستحق ہو جائے گا اور سب لوگوں کا مستحق ہونا ضروری نہ ہوگا۔ اور جب اس کی حاجت پوری ہو جائے گی' تو اس کی آمدن دوبارہ اہل حاجت میں تقسیم کی جائے گی۔

۶۔ اگر بانی وقف نے ایسے الفاظ سے وقف قائم کیا' جن میں دو احتمالات تھے تو جو احتمال بانی وقف کی ذات سے قریب تر ہو۔ اسی پر عمل کیا جائے گا۔ مثال کے طور پر اگر اس نے کہا:

"اس نے یہ جائیداد اپنے بیٹے محمد پر' وقف کی اور اس کی پیدا ہونے والی اولاد پر اور پھر ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر۔"

تو یہاں دو احتمال ہیں: ایک یہ کہ یہاں "محمد کی اولاد یعنی بانی وقف کے پوتے مراد لیے جائیں اور دوسرا یہ کہ خود بانی وقف کی وہ اولاد مراد لی جائے۔ جو اس واقعے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے بعد پیدا ہوگی-" تو چونکہ مؤخر الذکر احتمال بانی وقف کی ذات کے زیادہ قریب ہے- اس لیے اسی پر عمل کیا جائے گا-

۷ - اگر بانی وقف کی عبارت باہم متعارض ہو' تو اس کی عبارت کے آخری حصے کو سابقہ حصے کے لیے ناسخ تصور کیا جائے گا- مثال کے طور پر اگر اس نے ابتداء" یہ کہا ہو کہ "اس وقف کو نہ کوئی بیچ سکے گا اور نہ ہی اس میں وراثت چلے گی- لیکن اس کے آخر میں اس نے اپنے کس عزیز کو یہ حق دیا ہو کہ اگر وہ چاہے تو اسے فروخت کر دے اور اس کی جگہ کوئی دوسری جائیداد حاصل کرے" تو اس کی آخری عبارت ابتدائی عبارت کے لیے "ناسخ" تصور ہوگی اور اگر اس نے اس کے برعکس انداز اختیار کیا' یعنی شروع میں اس نے کسی کو بیچنے اور اس کے متبادل جائیداد خریدنے کا حق دیا- مگر عبارت کے آخری حصے میں اس نے اس کے بیچنے اور اس میں وراثت کے چلنے کی تردید کر دی- تو ایسی صورت میں بھی آخری حصہ ابتدائی حصے کے لیے ناسخ ہوگا- تاہم اگر دونوں باتوں کو جمع کرنا ممکن ہو' تو دونوں ہی پر عمل کیا جائے گا-

۸ - اگر بانی وقف کی عبارت مجمل ہو- تو اس کی تشریح و تفسیر کے لئے اس کی جانب رجوع کیا جائے گا- مثال کے طور پر اگر اس نے کہا:

"اس نے یہ جائیداد اپنے مولی (آزاد کردہ غلام- آزاد کرنے والا آقا) کے لیے وقف کی-"

جبکہ اس وقت اس کو آزاد کرنے والا مالک بھی زندہ ہو اور خود اس کا آزاد کردہ غلام بھی موجود ہو اور چونکہ دونوں ہی کو مولی کہا جاتا ہے اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ اس نے کس کے لیے یہ جائیداد وقف کی ہے- لہٰذا اس کی تشریح کے لیے اسی کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اس کی تشریح حرف آخر ہوگی-"

۹ - اسی طرح اگر اس نے ایک دوسرے پر عطف کر کے متعدد افراد کا ذکر کیا ہو اور ان کے آخر میں وہ کوئی ایسی صفت لایا ہو' جو ان سب کے لیے موزوں ہو' تو وہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صفت فقط آخری فرد تک محدود ہوگی' ابتدائی افراد تک نہیں۔ مثال کے طور پر اگر اس نے کہا۔

"وقف علی الاولادی و اولاد اولادی الذکور۔"

(میں نے اپنی اولاد پر' اور اولاد کی مذکر اولاد پر یہ جائیداد وقف کی۔)

تو اس جگہ "الذکور" (مذکر) کی یہ صفت آخری لفظ کے ساتھ متعلق ہوگی۔ لہٰذا "بانی وقف" کی "اولاد" میں سے مذکر و مونث دونوں اور اولاد کی اولاد میں سے فقط مذکر اولاد ہی امداد پانے کی مستحق ہوگی۔

تاہم ھلال الرای نے صراحت کی ہے کہ اس قسم کی صفت کا مرجع معطوف اور معطوف علیہ دونوں ہونگے جس کی بنا پر زیر نظر صورت میں اس کے منافع کے مستحق اس کی اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد میں سے فقط نرینہ اولاد ہی ہوگی' دختری اولاد نہیں۔

۱۰۔ علی ہذا القیاس اگر اس نے صفت کو مقدم کیا اور موصوف علیہم کو مؤخر کر دیا' تو اس کا بھی یہی حکم ہوگا۔ مثال کے طور پر اگر اس نے کہا:

"وقفت علی فقراء اولادی و جیرانی اوعلی ذکور اولادی و اولاد اولادی"

(میں نے فلاں چیز اپنی ضرورت مند اولاد اور اپنے ہمسایوں پر' یا اپنی نرینہ اولاد اور اولاد کی اولاد پر وقف کی۔)

تو ان دونوں صورتوں میں "ضرورت مند" اور "نرینہ" ہونے کی صفات فقط اول الذکر الفاظ کے ساتھ مختص ہوں گی' مؤخر الذکر الفاظ کے ساتھ نہیں۔ لہٰذا اس کی اولاد کے لیے تو محتاج اور ضرورت مند ہونا شرط ہوگا۔ مگر اس کے ہمسایوں کے لیے نہیں۔ اسی طرح دوسرے جملے میں اس کی اپنی اولاد کے لیے تو "مذکر" ہونا لازمی ہوگا۔ مگر اولاد کی اولاد کے لیے نہیں۔ اسی طرح اگر اس نے حرف الا (مگر) کے ساتھ کوئی استثناء (Exception) کیا' تو اس کا تعلق بھی آخری لفظ کے ساتھ ہوگا' اول الذکر الفاظ کے ساتھ نہیں۔ مثلاً اگر اس نے کہا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"وقفت داری علی اولادی و حبست بستانی علی اخوتی الامن کان نصرانیا منھم" (۳)
(میں نے اپنا یہ گھر اپنی اولاد پر وقف کیا اور میں نے اپنا یہ باغ اپنے بھائیوں کے لیے وقف کر دیا۔ الا یہ کہ کوئی ان میں سے عیسائی ہو جائے۔)
کہ ہمارے نزدیک اس جگہ استثناء کا مصداق آخری لفظ یعنی بھائی ہونگے' گویا اس کی اولاد میں سے تو عیسائی اور مسلمان دونوں ہی اس سے مستفید ہو سکیں گے' البتہ اس کے بھائیوں میں سے فقط مسلمان ہی اس کے اہل ہونگے۔

(۲) شرائط میں تبدیلی:

شریعت اسلامیہ نے "بانی وقف" کو اپنی جانب سے شرائط مقرر کرنے کا جو حق دیا ہے۔ وہ فقط ایک مرتبہ شرائط مقرر کرنے کی حد تک ہے۔ لہٰذا اگر اس نے ایک مرتبہ مخصوص شرائط کے تحت کوئی وقف قائم کر دیا' تو اس کے بعد اب اسے اپنی مقرر کردہ شرائط میں تبدیلی کا اختیار نہ ہوگا' ہاں البتہ اگر اس نے اپنی شرائط میں یہ بیان کیا ہو کہ اسے بعد میں بھی اپنی ان شرائط کو بدلنے کا اختیار حاصل ہوگا' تو ایسی صورت میں وہ فقط ایک بار اس میں تغیر و تبدل کر سکے گا' الا یہ کہ اس نے یہ شرط رکھی ہو کہ وہ اپنی زندگی میں بار بار تغیر و تبدل کر سکے گا تو اس صورت میں اسے تاحیات یہ حق حاصل رہے گا۔ (۴)
اس اصول کی روشنی میں بانی وقف حسب ذیل قسم کی' مذکورہ شرائط میں تبدیلیاں کرسکتا ہے:

الف۔ کمی ر بیشی کرنا:

اگر بانی وقف نے یہ شرط رکھی ہو' کہ اس کو تمام ملازمین اور خدام' مثلاً امام' خطیب' مؤذن' مدرس' فراش (صفیں بچھانے والا خادم) بواب (کلید بردار) اور دیگر عملے کی تعداد میں یا ان کی تنخواہوں اور وظائف میں کمی بیشی کرسکے گا تو اسے عملے کے متعلق یہ حق حاصل رہے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھر اگر اس نے ایک مرتبہ اپنے اس حق کا استعمال کر لیا' تو اس کے بعد دوبارہ کمی بیشی کا اسے حق حاصل نہ رہے گا۔ الا یہ کہ اس نے اپنے لیے مستقل طور پر یہ حق رکھا ہو' اور شرائط وقف میں یہ قرار دیا ہو کہ وہ بار بار ان کے وظائف و مشاہرات میں کمی بیشی کر سکے گا' تو اسے آخر وقت تک یہ حق حاصل رہے گا۔

پھر اگر "بانی وقف" کمی بیشی کے بغیر مر جائے' تو اس کے مرنے کے بعد متولی وقف کو اپنی جانب سے اس میں کمی یا زیادتی کا کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔ اور تنخواہوں اور وظائف کا معاملہ اسی حد پر استوار رہے گا' جس پر بانی وقف اسے چھوڑ گیا تھا' ہاں البتہ اگر اس نے متولی کو یہ حق دیا ہو تو الگ بات ہے۔

لیکن اگر عملے کی تنخواہیں اور وظائف وقت کے ساتھ ساتھ کم ہو کر رہ جائیں اور ان وظائف اور تنخواہوں سے "وقف" کے تحت کام کرنے والے عملے: مثلاً امام' خطیب' مدرس اور خدام وغیرہ کا گزارہ نہ ہوتا ہو' تو قاضی ر حاکم کو اس میں اضافہ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ بشرطیکہ دیگر مدات' مثلاً عمارتوں کی مرمت وغیرہ پر فوری طور پر رقم کی ضرورت نہ ہو اور وقف کے فنڈ میں اضافی تنخواہوں اور وظائف کی ادائیگی کی گنجائش موجود ہو۔ بصورت دیگر قاضی بھی "وقف" کے عملے کی تنخواہوں میں اضافہ کا مجاز نہ ہوگا۔ (۵)

ب ۔ مستحقین کی تعداد میں کمی بیشی کا اختیار:

یہ تو وقف کے تحت کام کرنے والے عملے کی تنخواہوں میں کمی بیشی کا حکم تھا' جبکہ "بانی وقف" کو مستحقین کی تعداد میں بھی کمی بیشی کا حق ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اس نے وقف کی شرائط میں بالصراحت اس کا ذکر کیا ہو۔ مثال کے طور پر اس نے کہا ہو کہ:

"فلاں فلاں لوگ اور ان کے بعد فقرا و مساکین اس وقف سے امداد دیئے جانے کے مستحق ہونگے' الا یہ کہ وہ ان میں سے جسے چاہے گا' نکال دے گا اور جسے چاہے گا اس میں داخل کر سکے گا۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تو اس صورت میں اسے یہ حق حاصل ہو گا کہ ان میں سے جس مالدار یا فقیر کو چاہے' مستحقین کی فہرست سے خارج کر دے اور جسے چاہے اس فہرست میں داخل کر دے۔ تاہم اسے یہ حق نہ ہو گا کہ بحیثیت مجموعی ان تمام لوگوں کو اس فہرست سے خارج کر دے' یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔ مگر صاحبین استحسان کی رو سے اسے تمام لوگوں کو اس فہرست سے خارج کرنے کا بھی اختیار دیتے ہیں۔ لہٰذا اس مسلک کے مطابق وہ اگر چاہے تو تمام لوگوں کو مستحقین کی فہرست سے خارج کر دے۔ پھر اگر اس نے اپنے اس حق کا استعمال نہ کیا اور اس کا انتقال ہو گیا تو اس صورت میں اس کی ہدایات کی روشنی میں تمام نامزد کردہ لوگوں کو اس کے منافع میں شامل رکھا جائے گا۔۔ اس کے بعد کسی اور شخص کو قطعاً" انہیں خارج کرنے یا دوسروں کو شامل کرنے کا اختیار نہ ہو گا۔

اسی طرح اگر اس نے ان میں سے بعض لوگوں کو خارج کر دیا ہو' تو وہ آخر وقت تک اس فہرست سے خارج ہی تصور ہونگے انہیں کوئی اور شخص مستحقین میں شامل نہ کر سکے گا۔ پھر اگر اس نے بعض لوگوں کو خارج اور بعض لوگوں کو داخل کرنے کا اپنا حق استعمال کیا اور اس کے بعد اس کے داخل فہرست کردہ تمام لوگ ایک ایک کر کے انتقال کر گئے تو اس کے بعد اس کے تمام منافع غربا اور مستحقین میں تقسیم ہونگے۔ اب دوبارہ بانی وقف کو ان میں سے خارج کردہ افراد کو شامل کرنے کا حق حاصل نہ رہے گا۔

اور اگر اس نے کہا:

"میں نے فلاں شخص کو بلکہ فلاں شخص کو وقف کے مستحقین میں داخل کیا یا ان میں سے خارج کیا۔"

تو چونکہ بانی وقف کو اپنے قول سے رجوع کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی مندرجہ بالا تصریح کی روشنی میں مذکورہ بالا دونوں افراد ہی اس "زمرے" میں داخل یا اس سے خارج ہو جائیں گے۔ لیکن اگر اس نے لفظ او (یا) استعمال کیا اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہا:

''میں نے فلاں یا فلاں کو مستحقین میں داخل کیا۔''

تو اس صورت میں خود اسی سے اس کا مفہوم پوچھا جائے گا کہ اس کی مراد کون شخص ہے لیکن اگر اس کی تشریح کرنے سے قبل اس کا انتقال ہو گیا' تو اس کے مرنے کے بعد مذکورہ دونوں افراد کے لیے ایک ہی حصہ ہو گا اور انہیں باہم مصالحت کرنے کو کہا جائے گا۔ اگر انہوں نے مصالحت کر لی تو مصالحت کے نتیجے میں نامزد ہونے والا شخص اس حصے کا مستحق ہو گا' لیکن اگر انہوں نے باہم مصالحت نہ کی' تو ان کا یہ حصہ بدستور موقوف رہے گا۔ تاوقتیکہ وہ باہم مصالحت کر لیں۔ (۶)

فقہا فرماتے ہیں کہ اگر تو اس نے کسی کو نکالتے (خارج کرتے) وقت مدت اخراج کی صراحت کر دی' مثلاً اس نے کہا:

''میں نے فلاں شخص کو ہمیشہ کے لیے مستحقین کی فہرست سے خارج کر دیا' یا میں نے اسے دو سال کے لیے خارج کر دیا۔''

تو چونکہ اسے ایسا کرنے کا حق حاصل ہے۔ لہٰذا اس کی اس ہدایت پر عمل کیا جائے گا۔ لیکن اگر اس نے اسے مطلقاً'' نکالا۔ یعنی ''مدت'' کی تصریح نہ کی' تو ایسی صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ جس وقت اس نے مذکورہ الفاظ کہے ہوں' اس وقت کوئی غلہ موجود تھا' یا نہیں اگر تو غلہ موجود نہ ہو' تو وہ آنے والے غلے سے اور آئندہ زمانے کے غلوں سب سے خارج تصور ہو گا' لیکن اگر اس وقت وہاں کوئی غلہ موجود ہو تو وہ فقط اسی غلے سے خارج تصور ہو گا۔ اس کے بعد کے غلوں (پیداوار) سے نہیں۔ (۷)

پھر اگر اس نے یہ کہا کہ اس نے اپنا یہ حق ساقط کر دیا' تو اس کے بعد اسے کبھی اس حق کو استعمال کرنے کی اجازت نہ ہو گی۔

ج ۔ بعض کو دوسروں سے زیادہ حصہ دینے کی شرط :

اسی طرح اگر بانی وقف نے وقف کی شرائط بیان کرتے ہوئے صراحت کی کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے منافع سے فلاں فلاں لوگ یکساں طور پر حصہ پانے کے مستحق ہونگے اور اسے یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ ان میں سے جسے چاہے گا دوسروں سے فوقیت دے گا تو اس کو اپنی زندگی میں یہ حق حاصل رہے گا۔ البتہ اسے یہ حق نہ ہوگا کہ وہ تمام کا تمام حصہ ان میں سے کسی ایک کو ہی سونپ دے۔ اور باقی تمام حصے داروں کو نظرانداز کر دے' اس لیے کہ اس نے فوقیت دینے (یا فضیلت دینے) کا جو لفظ استعمال کیا ہے' اس سے یہ قطعاً" مراد نہیں کہ وہ تمام لوگوں کو محروم کر کے' کسی ایک شخص کو تمام منافع سونپ دے۔

کسی کو دوسروں پر فوقیت دینے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ اس بات کی صراحت کرے:

"میں نے یہ اراضی ہمیشہ کے لیے زید' عمر کے لیے اور ان کے بعد فقراء کے لیے اس شرط کے ساتھ وقف کی کہ منافع کی تقسیم زید سے شروع ہو اور ہر سال زید کو ایک ہزار روپے اور عمر کو فقط "مدد معاش" دی جائے۔"

تو اس تصریح کے مطابق وقف کی پیداوار کی تقسیم عمل میں لائی جائے گی ---- لیکن اگر مذکورہ قول کی روشنی میں پیداوار کی تقسیم کے بعد بھی کچھ پیداوار بچ رہی تو وہ دونوں میں یکساں طور پر تقسیم ہوگی اور اگر فقط ایک ہزار روپیہ ہی حاصل ہوا تو وہ زید کو دیدیا جائے گا اور عمر کو کچھ نہ دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر پیداوار ایک ہزار روپے سے کم ہوئی تو تب بھی اس میں سے زید کو حصہ ملے گا عمر کو حصہ نہیں ملے گا۔

اور اگر زید کا انتقال ہو گیا' تو تب بھی عمر کو فقط سال بھر کی خوراک کے مطابق حصہ ملے گا اور باقی پیداوار غرباء و مساکین میں تقسیم کر دی جائے گی۔ (۸)

اگر کسی کے تین بیٹے ہوں اور اس نے ان تینوں کے لیے کوئی وقف قائم کیا اور اپنے لیے ان میں سے کسی کو فوقیت دینے کا حق رکھا۔ بعدازاں اس نے سب سے چھوٹے بیٹے کو نصف غلہ دینے کی تاکید کی' تو اس کو پوری پیداوار کا دو تہائی حصہ ملے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گا۔ اس لیے کہ نصف حصہ اسے خصوصی فضیلت دیئے جانے کی بنا پر ملا، جبکہ چھٹا حصہ بھائیوں کے ساتھ شریک ہونے کی بنا پر اسے حاصل ہوا، یوں اس کو حاصل ہونے والے حصے کی مقدار دو تہائی ہو جاتی ہے۔

اور اگر اس نے یہ کہہ کر اپنے اس حق کو ختم کر دیا کہ میں ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فوقیت نہیں دیتا۔ تو اس کے بعد اسے یہ حق دوبارہ حاصل نہ ہو گا۔

د۔ کسی کو منافع ر پیداوار کے لیے مخصوص کر لینا:

اگر بانی وقف نے اپنی ذات کے لیے تخصیص (خاص کرنے) کا حق رکھا، تو اس کی یہ شرط بھی صحیح ہوگی اور اس پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

"تخصیص" کے حق سے مراد یہ ہے کہ وہ موقوف علیہم میں سے کسی ایک کو پیداوار یا اس کے کسی حصے کے لیے مخصوص کر دے، یہ تخصیص ہمیشہ کے لیے بھی ہو سکتی ہے اور کچھ مدت کے لیے بھی، مثال کے طور پر ایک سال، دو سال یا اس سے کم و بیش عرصے کے لیے۔ اس طرح تخصیص درحقیقت تفضیل (فضیلت دینے) ہی کی ایک قسم ہے۔

تخصیص کا یہ حق دو صورتوں میں ختم ہوتا ہے: یا تو بانی وقف کی موت واقع ہو جائے، یا پھر اس کی بیان کردہ مدت کا عرصہ گزر جائے۔ اور یا پھر وہ اپنے اس حق کو ختم کرنے کا اعلان کر دے۔ (۹)

ھ۔ جائیداد کو دوسری جائیداد سے تبدیل کرنے کا حق:

اگر بانی وقف نے اپنے لیے یہ شرط رکھی کہ "وہ جب چاہے گا اس جائیداد کو فروخت کر کے، دوسری جائیداد سے تبدیل کر دے گا" تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کی یہ شرط درست ہوگی۔ اسی رائے کو معروف فقہا "ھلال الرای اور خصاف" نے راجح قرار دیا ہے۔ مگر امام محمدؒ کے نزدیک وقف صحیح اور اس کی یہ شرط باطل ہوگی، تاہم بعض فقہاء نے اول الذکر رائے پر دونوں ائمہ کا اتفاق نقل کیا ہے اور ہمارے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خیال میں یہی رائے زیادہ بہتر ہے۔

پھر خواہ اس نے براہ راست زمین کو دوسری زمین سے تبدیل کرنے کی شرط رکھی ہو' یا اس کے بجائے اس نے سابقہ اراضی کو فروخت کرنے اور اس کی قیمت سے دوسری زمین خریدنے کا ذکر کیا ہو' بہر صورت دونوں کا حکم یکساں ہے اور ان الفاظ کے ذریعے بانی وقف کو یہ اختیار حاصل ہو جائے گا کہ جب وہ چاہے گا۔ اس زمین کو فروخت کر کے اس سے دوسری زمین خرید کر وقف کر سکے گا۔

لیکن اگر اس نے محض اس زمین کو فروخت کرنے کا ذکر کیا' یا اس کے ساتھ کوئی ایسی شی خریدنے کی شرط رکھی' جو مقاصد وقف کے خلاف ہو' تو ایسی صورت میں وقف اور شرط دونوں باطل ہونگے۔

جب اس نے یہ شرط رکھی اور اس کی یہ "شرط" درست ثابت ہوئی تو اس سے اسے اپنی اس موقوفہ اراضی کو فروخت کر کے' قیمت سے کوئی دوسری جگہ خریدنے کا حق حاصل ہو جائے گا اور اس تبدیل کردہ اراضی کے لیے' موقوفہ "اراضی" کا ہم جنس اور ہم پلہ ہونا ضروری نہ ہوگا' مثال کے طور پر اگر سابقہ اراضی زرخیز اور قابل کاشت ہو تو خواہ تبدیل شدہ اراضی بے آباد اور بنجر بھی ہو' تب بھی تبادلہ درست ہوگا' الایہ کہ اگر اس نے خود "وقف نامے" میں یہ شرط رکھی ہو' تو الگ بات ہے۔ مثال کے طور پر وہ کہے:

"میں نے اس زمین یا اس گھر کو اس شرط پر وقف کیا' کہ میں اس کی قیمت کے ساتھ کوئی دوسری زمین یا گھر خرید سکوں گا۔"

علامہ ابن الہمام (صاحب فتح القدیر) فرماتے ہیں کہ اگر اس نے تبدیلی کے لیے کوئی شہر یا قصبہ مخصوص کر دیا ہو' پھر اسے اس جگہ سے بہتر کسی اور جگہ اراضی حاصل ہو جائے تو چونکہ یہ تبدیلی "مقاصد وقف" کے لیے زیادہ موزوں اور بہتر ہے' اس لیے یہ تبدیلی جائز اور درست ہوگی۔ (۱۰)

اور اگر بانی قف نے جگہ کو تبدیل کرنے کی شرط نہ رکھی ہو' مثال کے طور پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وہ خاموش رہا ہو یا اس نے واضح طور پر' اس کی نفی کر دی ہو' تو اس کے لیے اس جگہ کو تبدیل کرنا جائز نہ ہوگا' خواہ وہ جگہ کثرت استعمال کے باعث "انتفاع" (نفع اندوزی) کے قابل نہ رہی ہو' اس لیے کہ جگہ کی تبدیلی کا اختیار (Authority) اس وقت تک ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اس کے لیے باقاعدہ شرط نہ رکھے۔ اس صورت میں تبدیلی کا حق صرف اور صرف قاضی کو ہی حاصل ہوگا' اور یہ اختیار بھی فقط دو حالتوں میں اسے حاصل ہوتا ہے:

الف : "موقوفہ" زمین مکمل طور پر فائدہ اٹھانے کے قابل نہ رہے' مثال کے طور پر زرعی اراضی بنجر ہو جائے یا پھر اس میں اتنی کم پیداوار اگتی ہو جس سے وقف کے مصارف پورے نہ ہوتے ہوں۔ مکان ہونے کی صورت میں. مکان منہدم ہو جائے۔ اور وہ نہ تو رہائش کے قابل رہے اور نہ ہی کرایہ پر دینے کے۔ پھر اس وقف کے ساتھ کوئی فنڈ (Fund) بھی نہ ہو' جس کے ذریعے اس کی مرمت یا تعمیر نو کرائی جا سکے۔ اس طرح کوئی شخص اس کو کرائے پر لے کر' پیشگی (Adwance) کرایہ دینے کے لیے بھی تیار نہ ہو' جس سے اس کی مرمت کرائی جا سکے۔

ب : موقوفہ اراضی' گو زرخیز اور قابل کاشت تو ہو' لیکن اس جگہ کے بدلے کوئی ایسی جگہ ملتی ہو' جو اس سے زیادہ فائدہ مند اور زیادہ منافع بخش ہو۔

ان میں سے اول الذکر صورت میں تو بالاتفاق قاضی کو "تبدیلی" کا فیصلہ صادر کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے' لیکن مؤخر الذکر صورت میں فقط امام ابو یوسفؒ اس کے جواز کے حق میں ہیں' اور باقی فقہاء اس کے خلاف ہیں۔ علامہ صدرالشریعہ فرماتے ہیں' کہ ہم امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی نہیں دے سکتے' اس لیے کہ "ظالم قاضی" اس اختیار کو "اوقاف" پامال کرنے کا ایک حیلہ بنا سکتے ہیں اور چونکہ نہ تو بانی وقف نے شرط رکھی ہے اور نہ ہی ایسی کوئی مجبوری ہے۔ للذا اس بارے میں باقی ائمہ کی رائے ہی بہتر اور وقیع ہے۔ اس پس منظر میں گویا "تبدیلی" کا فقط ایک ہی موقعہ و محل ہے اور وہ پہلی صورت ہے۔ (۱۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جن صورتوں میں قاضی کو تبادلے کا حق دیا گیا ہے۔ ان میں فقہائے کرام نے "اصل" تبدیل شدہ شی میں "ہم جنسی" کا ہونا ضروری قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی مکان منہدم ہو جائے اور اس کی تعمیر نو کے لیے "وقف" کے فنڈز میں گنجائش نہ ہو' اور قاضی اس کی تبدیلی کا حکم جاری کر دے' تو یہ لازم ہوگا کہ مکان کے بدلے مکان' دوکان کے بدلے دوکان اور زرعی ارضی کے بدلے زرعی اراضی ہی خرید کی جائے۔ اگر قاضی نے زرعی اراضی کے بدلے مکان یا برعکس معاملہ کیا' تو درست نہ ہوگا۔

تاہم فقہاء نے اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ اگر "وقف" کا مقصد "منافع کا حصول" ہو' تو ایسی صورت میں "منافع کے حصول" پر ہی تبادلے کی اساس رکھی جائے تو مناسب ہوگا۔ مثال کے طور پر اگر قاضی نے محسوس کیا کہ اگر مکان کی جگہ زرعی اراضی خرید لی جائے' تو اس کو اجارے پر دینے سے اتنا منافع حاصل ہو جائے گا' جو مذکورہ مکان کے منافع سے زیادہ اور دیرپا ہوگا' تو اس صورت میں قاضی موقوفہ مکان کی جگہ زرعی اراضی خرید کر سکتا ہے۔

فقہا نے اس بات کی تصریح بھی کی ہے کہ "زرخیز" اراضی کو حسب ذیل چار صورتوں کے سوا کسی اور صورت میں تبدیل کرنا جائز نہ ہوگا:

۱ – بانی وقف نے خود یا کسی اور شخص کو تبدیلی کا اختیار دیا ہو' تو اس صورت میں بانی وقف کی شرائط کے مطابق وہ خو دیا اس کا نامزد کردہ شخص زرعی اراضی کو کسی اور اراضی یا مکان وغیرہ سے تبدیل کر سکے گا۔

۲ – بانی وقف نے ایسی تو کوئی شرط نہ رکھی ہو' لیکن قاضی نے یہ محسوس کیا کہ اگر اس جگہ کے بدلے فلاں جگہ لے لی جائے' تو وہ زیادہ سود مند ہو گا' تو اس صورت میں امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق اسے یہ حق حاصل ہوگا۔ جبکہ باقی فقہا اس کے خلاف ہیں۔

۳ – "موقوفہ" اراضی کو کسی شخص نے غصب کر لیا' اور "متولی" اس زمین کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

واپس لینے سے قاصر ہو اور غاصب "متولی وقف" کو اس کے بدلے کوئی اور جگہ یا اس کے بدلے اس کی قیمت دینے پر آمادہ ہو' تو ایسی صورت میں بامر مجبوری دوسری جگہ لے لی جائے گی یا پھر اس کی حاصل شدہ قیمت کے بدلے کوئی اور زمین خرید کر لی جائے گی۔

۴ - زمین کا غاصب غصب کر کے اس پر پانی چھوڑ دے اور اسے سمندر (جوہڑ) بنا دے' جس میں کاشت کاری ممکن نہ رہے' تو ایسی صورت میں وقف کا متولی اس جگہ کے بدلے "غاصب" سے' اس کی قیمت کے برابر تاوان لیکر اس سے متبادل جگہ خرید لے۔ (۱۲)

تبدیلی کی درستگی کے لیے شرائط:

زمین کا تبادلہ' خواہ بانی وقف خود کر لے' یا قاضی اور متولی وقف کرے' اس کی صحت و درستگی کے لیے حسب ذیل شرائط کا پایا جانا لازم ہے:

۱ - پہلی شرط یہ ہے کہ موقوفہ زمین کی فروخت کا معاملہ "غبن فاحش" (۱۳) کا مظہر نہ ہو۔

۲ - اراضی وقف فروخت نفع کے ساتھ ہو' لہٰذا اگر اس نے اسے مروجہ قیمت (Market Rate) سے زیادہ قیمت پر بیچا' تو تمام ائمہ کے نزدیک بیع کا یہ معاملہ درست اور جائز ہوگا' لیکن اگر اس نے اسے مروجہ قیمت پر فروخت کیا' تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہ ہوگا' مگر صاحبین کے نزدیک جائز اور درست ہوگا۔

۳ - "مشتری" کا بائع (فروخت کنندہ) پر قرض بھی نہ ہو' کہ وہ نقد رقم دینے کے بجائے اسی ادھار قیمت پر اسے فروخت کر دے۔ ایسی صورت میں بیع باطل ہوگی۔

۴ - اسے نقد قیمت کے عوض فروخت کیا جائے' نہ کہ کسی سامان (عروض) کے بدلے' اس لیے کہ جس طرح "وکیل بیع" سامان کے بدلے کسی جائیداد کو فروخت کرنے کا مجاز نہیں اسی طرح وقف کے متولی و ناظر کو اس کی اجازت نہیں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھر جب بانی وقف یا اس کا نامزد کردہ شخص مذکورہ شرائط کی روشنی میں اس جگہ کی قیمت کے ساتھ دوسری جگہ خریدلے' تو اسے دوبارہ اس بات کی صراحت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی کہ یہ جگہ فلاں جگہ کے متبادل ہے' بلکہ جیسے ہی وہ دوسری جگہ خریدے گا' وہ سابقہ جگہ کے متبادل ہو جائے گی۔ البتہ اگر قاضی کی نگرانی میں یہ معاملہ مکمل ہوا ہو' تو قاضی کو اس بات کی صراحت کرنی چاہئے کہ یہ جگہ فلاں جگہ کے متبادل خریدی گئی ہے۔(۱۴)

پھر جب تک وہ اس قیمت کے عوض دوسری جگہ نہ خریدے' اس وقت تک وہ رقم اس کے پاس امانت ہوگی' اور اس کی ملکیت نہ ہوگی' لہذا ضائع یا نقصان ہو جانے کی صورت میں اس پر فقط اسی صورت میں ضمان ہوگی' جب اس کی جانب سے کوئی زیادتی یا کوتاہی ثابت ہو جائے۔

اور اگر اس کی کسی کوتاہی کے بغیر فروخت کنندہ کے ہاتھ سے وہ رقم کسی طرح ضائع ہو جائے' تو چونکہ اس صورت میں بائع پر ضمان نہیں ہوتی اور اس کے علاوہ وقف کے فنڈز میں جگہ خریدنے کی گنجائش نہیں ہے' لہذا یہ وقف ہمیشہ کے لیے باطل ہو جائے گا۔

اگر وہ رقم زیادہ ہو اور اس کے کچھ حصے کے ساتھ اس نے "اراضی" خرید لی' پھر اگر اس نے یہ گواہی دی کہ یہ جگہ مذکورہ جگہ کی متبادل ہے' تو ایسی صورت میں اس جگہ کی خریداری درست ہو گی اور بقیہ رقم کے ساتھ اور جگہ خریدنا بھی درست اور جائز ہو گا۔ (۱۵)

تعلیقات و حواشی

۱۔ عبدالجلیل : کتاب الوقف : ۵۴

۲۔ ایضاً : ۵۵-۵۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳ ۔ ایضاً : ۵۸

۴ ۔ البحرالرائق، ۴ : ۳۸۴

۵ ۔ فتاوی عالمگیری، ۲ : ۴۰۲ ۔ ۴۰۳

۶ ۔ فتاوی عالمگیری، ۲ : ۴۰۵؛ نیز البحرالرائق، ۴ : ۳۸۴ ۔ ۳۸۵

۷ ۔ کتاب الوقف : ۶۲

۸ ۔ فتاوی عالمگیری، ۲ : ۴۰۷

۹ ۔ کتاب الوقف : ۶۲ ۔ ۶۳

۱۰ ۔ البحرالرائق، ۴ : ۴۸۶

۱۱ ۔ کتاب الوقف : ۶۸ ۔ ۶۹

۱۲ ۔ فتاوی عالمگیری، کتاب الوقف : ۶۹ ۔ ۷۰

۱۳ ۔ غبن فاحش کی تفصیل باب ششم کے حواشی میں بیان ہو چکی ہے۔ اسے پیش نظر رکھا جائے۔

۱۴ ۔ کتاب الوقف : ۶۹ ۔ ۷۰

۱۵ ۔ کتاب الوقف : ۶۹ ۔ ۷۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ہشتم

متولی وقف

تقرری اور اختیارات

کسی بھی وقف کو قائم رکھنے اور اس کو چلانے میں متولی یا (ناظر' ناظم' منتظم) کا کردار بہت اہم ہے۔ متولی (Admimistrator) سے مراد وہ شخص ہے' جسے اس "وقف" کے متعلق تمام متصرفانہ حقوق و اختیارات حاصل ہوں' مثلاً اس جاگیر کا انتظام و انصرام کرنا' اس کو کرائے پر دینا اس کے منافع وصول کر کے' متعلقہ لوگوں تک پہنچانا وغیرہ۔

ا۔ شرائط ولایت:

اس ضمن میں سب سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ متولی میں کون کونسی بنیادی شرائط اہلیت کا ہونا ضروری ہے۔ فقہا فرماتے ہیں کہ ولایت کی اہلیت کے لیے دو امور کا پایا جانا ضروری ہے:

الف۔ عقل

ب۔ بلوغ

لہٰذا ان شرائط کی روشنی میں کسی فاترالعقل شخص (مثلاً دیوانے وغیرہ) اور کسی بچے کی ولایت باطل ہوگی۔ گو ان کی نامزدگی بانی وقف نے خود کی ہو' اس لیے کہ عقل و بلوغ سے محروم ہونے کی بنا پر انہیں تو خود اپنے آپ پر "ولایت" حاصل نہیں ہے'

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چہ جائیکہ انہیں کسی دوسرے شخص یا شئی پر "حق ولایت" حاصل ہو۔ البتہ اگر دیوانے کا "دیوانہ پن" یا کسی بچے کا "بچپن" ختم ہو جائے۔ یعنی دیوانہ عقل مند اور بچہ بالغ ہو جائے۔ تو اس کی "ولایت" لوٹ آئے گا اور اس کے لیے نئے سرے سے نامزدگی یا قاضی کے فیصلے کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ (۱)

پھر جس طرح ان شرائط کی موجودگی ابتدائی طور پر ضروری ہے۔ اسی طرح "ولایت" کی بقا اور اس کے تسلسل کے لیے بھی ان شرائط کا موجود رہنا لازم ہے۔ مثال کے طور پر۔ اگر کوئی متولی دیوانہ ہو جائے' اور وہ پورے ایک سال یا اس سے زیادہ عرصے تک دیوانہ رہے' تو اسے اس عہدے سے سبکدوش کر دیا جائے گا۔

ج۔ پھر یہ امر بھی ضروری ہے کہ "متولی" ایک امانت دار شخص ہو جو اوقاف کی اشیاء اور اس کی پیداوار کی ذمہ داری اور دیانت داری کے ساتھ حفاظت کر سکے۔ خیانت ثابت ہو جانے پر' اسے معزول کیا جاسکتا ہے۔

د۔ پھر یہ بھی شرط ہے کہ متولی بذات خود یا اپنے کسی نائب (Assistant) کے ذریعے امور وقف کا انتظام و انصرام کر سکے۔ کیونکہ تصرفات سے عاجز ہونے کی بنا پر وہ وقف کے معاملات کی دیکھ بھال ٹھیک طریقے سے نہ کر سکے گا۔

ھ۔ پھر یہ بھی لازم ہے کہ عہدۂ قضا کی طرح وہ بذات خود اس عہدے (متولی) کا طالب نہ ہو' البتہ اگر بانی وقف نے عہدے کا طلب کرنا' یعنی اس کے لیے درخواست دینا لازم قرار دیا ہو' تو الگ بات ہے۔

و۔ "متولی" کا عالم یا امور وقف سے باخبر ہونا بھی مناسب ہے۔ مناسب اس لیے کہ ایسا ہونا لازمی شرط نہیں ہے۔ اس لیے اگر بانی وقف نے کسی جاہل شخص کو متولی بنا دیا' تو اس کا متولی ہونا بھی درست اور جائز ہوگا۔

ان کے علاوہ دیگر امور' مثلاً اس کا آزاد ہونا' مسلمان ہونا' بصارت والا ہونا' صاحب نطق (بولنے والا) ہونا وغیرہ ضروری نہیں ہیں۔ اسی لیے آزاد شخص کی طرح غلام کا' مسلمان کی طرح ذمی کا' بصارت والے کی طرح اندھے کا اور بولنے والے کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طرح گونگے وغیرہ کا متولی ہونا بھی درست اور جائز ہے۔ (۲) الاسعاف میں ہے:

"وقف کا متولی ایسے شخص کو بنایا جائے۔ جو امانت دار ہو' اور بذات خود یا اپنے نائب کی مدد سے اس کا انتظام چلا سکے: اس بارے میں مرد عورت' بینا نابینا' اسی طرح وہ شخص جسے "حد قذف" لگ چکی ہو' بشرطیکہ وہ توبہ کر لے' وغیرہ سب برابر ہیں۔" (۳)

(۲) قاضی کے خصوصی اختیارات:

اگر بانی وقف متولی مقرر کرنے میں مندرجہ شرائط کی خلاف ورزی کر جائے۔ تو "قاضی" اس کی غلطی کی اصلاح کرنے کا مجاز ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی نے چھوٹے بچے' یا دیوانے کو' یا کسی "لاپتہ" شخص کو اپنے وقف کا نگران (متولی) بنا دیا' تو ایسی صورت میں قاضی اس کی جگہ کسی اور شخص کو اس وقت تک اس کا متولی بنا دے' جب تک کہ بچہ بالغ نہ ہو جائے' دیوانہ عقلمند نہ ہو جائے اور لاپتہ شخص لوٹ کر گھر نہ آجائے۔ (۴) اسی طرح اگر بانی وقف نے کسی بھی شخص کو اپنی جانب سے متولی نامزد نہ کیا تو تب بھی "قاضی" ہی کو اس کی "تقرری" کا حق حاصل ہوگا۔

(۳) متولی اور وصی میں اختلاف:

"متولی" سے مراد وہ شخص ہے' جو فقط "وقف" کا نگران اور اس کا منتظم ہو' ایسے متولی کا "بانی وقف" کی دیگر جائیداد سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ جبکہ "وصی" (Execator) کا تعلق محض موقوفہ "جائیداد" سے نہیں ہوتا' بلکہ "وصی" کا دائرہ کار موقوفہ اراضی اور اس کے علاوہ اس کی دیگر مملوکہ جائیداد تک وسیع ہوتا ہے۔ پھر اگر تو بانی "وقف" نے "وصی" کی نامزدگی کے وقت یہ صراحت کر دی' کہ "وصی" موقوفہ جائیداد کے معاملات میں دخل اندازی نہ کرے گا' تو ایسی صورت میں "وصی" کو موقوفہ اراضی کے معاملات پر اثر اندازی کا حق نہ ہوگا' لیکن اگر اس نے مذکورہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نوعیت کی صراحت نہ کی' اور دونوں کی الگ الگ نامزدگی کر دی' تو وہ دونوں ہی بیک وقت موقوفہ جائیداد کے ناظر ہونگے' اختلاف ہو جانے کی صورت میں جھگڑے کا فیصلہ عدالت کرنے کی مجاز ہوگی۔

اسی طرح اگر اس نے بیک وقت دو افراد کو اپنے "وقف" کا ناظر و متولی بنا دیا۔ مگر انہوں نے اس کی زندگی میں اس پیشکش کو قبول نہ کیا اور اس کے مرنے کے بعد انہوں نے اس کی اس تجویز کو قبول کر لیا تو وہ دونوں ہی مشترکہ طور پر اس کے نگران (ناظر) ہونگے۔

ناظر و مشرف:

چنانچہ اگر کسی بانی وقف نے اپنے وقف کے لیے ناظر اور مشرف دونوں کی علیحدہ علیحدہ نامزدگی کر دی' تو ایسی صورت میں "مشرف" کی اجازت کے بغیر "ناظر" اپنے طور پر کسی معاملے کو انجام دینے کا مجاز نہ ہوگا۔ دونوں میں فرق یہ ہوگا کہ "ناظر" کو موقوفہ جائیداد کے متعلق تصرف کے تمام حقوق و اختیارات حاصل ہوتے ہیں' جبکہ "مشرف" کا کام فقط اس کی مجموعی دیکھ بھال ہے۔ وہ اس کے متعلق "تصرفات" کا کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ (۵)

۵۔ متولی / ناظر کی تقرری:

یہاں یہ مسئلہ بھی قابل توجہ ہے کہ متولی / ناظر کی تقرری کیسے اور کیونکر عمل میں آسکتی ہے؟ اس کے لیے حسب ذیل "رہنما اصول" پیش نظر رکھنا ضروری ہیں:

الف۔ بانی وقف کے اختیارات:

متولی / ناظر کی تقرری کے ضمن میں سب سے اہم کردار "بانی وقف" کا ہوتا ہے۔ شریعت طیبہ نے بانی وقف کو خصوصی طور پر یہ حق دیا ہے' کہ وہ اپنی موقوفہ شی پر کسی کو بھی بطور متولی / ناظر مقرر کرسکتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھر اگر وہ چاہے تو ولایت و نظارت کا حق خود اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ مثال کے طور پر وہ اس بات کا اعلان کر دے کہ:

"تاحیات وہ خود اس وقف کا نگران و متولی رہے گا۔"

ایسی صورت میں اس کو اپنی حین حیات وقف کرنے کے اس معاملے میں تمام اقسام کے تصرفات کا حق حاصل ہو گا۔

اسی طرح اگر اس نے اپنی جگہ کسی اور شخص کو بطور متولی ر ناظر مقرر کر دیا تو اس کی تقرری درست اور بجا ہوگی اور اسے یہ حق بھی حاصل ہو گا کہ وہ اپنی اولاد اور اپنے متوسلین میں سے کسی کو ناظر د متولی بنا دے۔ بلکہ اہلیت ہونے کی صورت میں بانی وقف کی آل و اولاد میں سے ہی کسی کو متولی و ناظر بنانا زیادہ بہتر اور مناسب ہوتا ہے۔ خواہ وہ وقف اس کی آل و اولاد کے لیے ہو یا دوسرے افراد کے لیے یہاں تک کہ مسجد اور مدرسہ ہونے کی صورت میں بھی اس کی اپنی اولاد میں سے کسی کو متولی ر ناظر بنانا زیادہ بہتر اور مناسب ہو گا۔

پھر جس طرح متولی کو اپنی زندگی میں یہ حق حاصل ہے۔ اسی طرح اسے اپنی وفات کے بعد بھی اس کی نامزدگی اور "تقرری" کا حق حاصل رہتا ہے۔ مثلاً وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ:

"جب تک وہ خود حیات ہے' اس وقت تک وہ خود اس کا متولی ر ناظر رہے گا اور اس کی وفات کے بعد فلاں شخص وقف کا متولی و ناظر ہو گا۔"

اگر اس وقت کوئی موزوں شخص سامنے نہ ہو تو وہ نام لینے کے بجائے' مستقبل کے متولی کی صفات کی تعیین بھی کر سکتا ہے۔ مثلاً وہ یہ کہے:

"میری نرینہ اولاد' یا اتنا پڑھا لکھا شخص' یا فلاں قسم کی صلاحیت و استعداد رکھنے والا' یا اتنی عمر یا تجربے یا اخلاق کا حامل شخص اس کا متولی ہو گا۔" (٦)

۵۔ متولی بطور وصی:

اور اگر کسی بانی وقف نے کسی کو متولی ر ناظر نامزد نہ کیا ہو تو...

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو وصی مقرر کر دیا' تو اس کا یہ وصی اس کی تمام جائیداد کا انتظام و انصرام کرنے کے ساتھ اس موقوفہ جائیداد کا بھی متولی ہو گا۔ پھر اگر "وصی" کو بانی وقف نے آگے اپنا متولی مقرر کرنے کا حق دیا ہو' تو وہ آگے بھی کسی اور شخص کو متولی ر ناظر مقرر کر سکتا ہے۔

لیکن اگر "بانی وقف" نے کسی شخص کو بھی موقوفہ جائیداد کا متولی ر ناظر مقرر نہ کیا' اور اس کے متعلق اس نے سکوت اختیار کر لیا' یا پھر اس نے یہ اعلان کر دیا' کہ اسے اس وقف پر کوئی ولایت حاصل نہ ہوگی' تو ان تمام صورتوں میں امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ بانی وقف کو اپنے قائم کردہ وقف پر کوئی ولایت حاصل نہ ہوگی۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک صحت وقف کے لیے "متولی" کو مال کی سپرداری ضروری ہے۔ اور جب کوئی مال اس کے ہاتھ سے نکل جائے' تو تاوقتیکہ' وہ اس کو مشروط نہ ٹھہرائے' اس کا متولی نہیں رہ سکتا۔ مگر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چونکہ "وقف" میں دوسرے شخص کو "سپرداری" ضروی نہیں' اس لیے ان کے نزدیک زیر نظر صورت میں بھی اسے حین حیات حق ولایت حاصل رہے گا اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔

پھر جب متولی یا کسی دوسرے شخص کے لیے حق ولایت حاصل ہو جائے تو اسے یہ حق بھی حاصل ہو گا کہ وہ اصالتاً" یا وکالتاً" یعنی خود یا اپنے کسی نمائندے کے ذریعے اس کا انتظام و انصرام چلائے۔

پھر اگر اس نے کسی شخص کو اپنی زندگی میں موقوفہ جائیداد کا ناظر ر متولی بنایا ہو' مگر اس دوران میں بانی وقف کی وفات ہو جائے' تو امام محمدؒ کے نزدیک اس کا نامزد کردہ متولی ر ناظر بھی از خود اس سے معزول ہو جائے گا۔ الایہ کہ اس نے اس کی تقرری اپنی موت کے بعد جاری رہنے کی صراحت کی ہو۔ اس کے بعد اس کے جانشین کو اس کا انتظام و انصرام چلانے کی اجازت ہوگی۔ (۷)

قاضی کے اختیارات:

اور اگر "بانی وقف" نے اپنی وفات سے قبل کسی شخص کو بھی مذکورہ وقف کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

متولی ر ناظر نامزد نہ کیا ہو اور پھر اس کی وفات ہو گئی یا بانی وقف نے تو کسی شخص کو اس کا متولی ر ناظر نامزد کیا تھا مگر یہ متولی ر وصی ر ناظر اپنی وفات کے بعد کسی شخص کو اپنا جانشین نامزد نہ کرسکا' یا شرائط وقف میں اسے اس کی اجازت نہ دی گئی ہو تو ان تمام صورتوں میں قاضی ہی موقوفہ جائیداد کا منتظم ہو گا۔ قاضی بذات خود بھی اس وقف کا انتظام چلا سکتا ہے اور اپنی جانب سے کسی اور شخص کو بھی اس کا منتظم ر ناظر تعینات کرسکتا ہے۔ اسی لیے فقہا نے یہ صراحت کی ہے کہ اگر زیر نظر صورت میں' مرنے والے کے ورثاء موقوفہ جائیداد کا انتظام سنبھال لیں اور ان میں سے کوئی شخص اس کا متولی ر قیم بن جائے تو اس کا یہ فعل درست نہ ہوگا' لہٰذا اگر اس نے اس کی عمارت وغیرہ پر کچھ خرچ کیا' تو اسے اس پر ضامن ٹھہرایا جائے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے' کہ حسب ذیل لوگ' یکے بعد دیگرے "وقف کے منتظم ر متولی ہونگے اور اپنی جگہ کسی کو متولی نامزد کرسکیں گے:

۱۔ بانی وقف

۲۔ اس کا وصی ر نامزد کردہ شخص

۳۔ وصی کا وصی

۴۔ قاضی۔ (۸)

متولی کی نامزدگی کے بارے میں بانی وقف کی شرائط

متولی کی "نامزدگی" کے متعلق فقہاء فرماتے ہی کہ "یہاں" عموماً "بانی وقف" کی شرائط کی پابندی کی جانی چاہیۓ' تاوقتیکہ اس کی ان شرائط سے "وقف" کو نقصان پہنچنے کا احتمال نہ ہو' مثال کے طور پر اگر اس نے کہا' کہ "میری وفات کے بعد اس موقوفہ جائیداد کی منتظم میری بیوی ہوگی' تاوقتیکہ وہ کسی سے نکاح نہ کرے" تو اس کی یہ شرط درست اور جائز ہوگی۔ اور جب وہ کسی سے نکاح کرلے گی' تو اس کی ولایت ساقط ہو جائے گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح اگر اس نے کہا:

"اس وقف کا متولی میری اولاد میں سے وہ شخص ہوگا' جو اس کی اہلیت ر صلاحیت رکھتا ہو۔"

تو اس کی جانب سے یہ نامزدگی بھی درست ہوگی اور اس کی اولاد میں سے ہر اہل شخص خواہ وہ مرد ہو یا عورت' وہ اس کا متولی ر ناظر ہو جائے گا۔ پھر جب کوئی باصلاحیت شخص اس کا متولی ر ناظر ہو جائے تو کسی اور شخص کی صلاحیت ر اہلیت کی بنا پر' اسے اس سے محروم نہ کیا جائے گا۔ اس لیے کہ ولایت و نظارت کا مقصد کسی ایک شخص کے ذریعے وقفی جائیداد کا انتظام چلانا ہے' اور یہ مقصد فقط ایک شخص کو منتظم بنانے سے حاصل ہوتا ہے' نہ کہ متعدد لوگوں کو یہ حق دینے سے۔

لیکن اگر اس نے یہ کہا ہو کہ:

"میری اولاد میں سے زیادہ بہتر منتظم (ارشد)' یا زیادہ افضل یا زیادہ معاف کرنے والا' یا زیادہ صلاحیت ر اہلیت رکھنے والا' موقوفہ جائیداد کا منتظم ر متولی ہوگا۔"

تو ایسی صورت میں ایک فرد کی نامزدگی ہو جانے کے بعد' اگر کسی دوسرے شخص کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ وہ مذکورہ صفات میں اس سے بڑھ کر ہے' تو اس کی جگہ دوسرے شخص کی نامزدگی ضروری ہو جائے گی۔ (۹)

امام ھلال الرای اپنی کتاب احکام الوقف میں فرماتے ہیں:

"میں نے کہا: اگر کسی نے کہا کہ میری یہ زمین اس شرط پر وقف ہے کہ اس کا متولی میری اولاد اور میری نسل کا افضل شخص ہوگا۔

امام نے کہا: تو جیسے اس نے شرط رکھی ویسے ہی ہوگا۔

میں نے پوچھا: اگر قاضی نے ان میں سے افضل شخص کو متولی بنایا' مگر بعدازاں وہ "افضل" نہ رہا۔

امام نے کہا: قاضی اس کے ہاتھ سے انتظام لیکر' باقی لوگوں میں سے افضل شخص کو بطور متولی اس کا انتظام سونپ دے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں نے پوچھا: اگر دوبارہ پہلا شخص' دوسرے کی نسبت زیادہ عالم فاضل ہو جائے' تو کیا حکم ہے؟

امام نے کہا: اس کی ولایت اس کی جانب لوٹ آئے گی۔" (۱۰)

الغرض بانی وقف نے وقف کے متولی کے متعلق جو ہدایات دی ہوں' ان کی سختی سے پابندی کی جانی چاہیے۔

۳۔ متولی ر ناظر کے اختیارات (Powers of Administrator)

متولی وقف کو وقف کے انتظام و انصرام کو چلانے کے لیے حسب ذیل اختیارات (Powers) حاصل ہوتے ہیں:

الف ۔ حق توکیل:

متولی' خواہ اس کی تقرری "بانی وقف" نے بذات خود کی ہو یا اس کی شرائط کے تحت اسے یہ منصب ملا ہو' یا قاضی نے اپنے اختیارات کے ذریعے اس کی نامزدگی کی ہو بہرحال یہ حق رکھتا ہے کہ وہ اپنے حقوق و اختیارات کسی دوسرے شخص کو سونپ دے' یا ان میں کسی کو اپنا معاون بنا لے۔ اس کی حسب ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:

الف۔ وکیل ر مختار بنانا:

اپنے حقوق دوسرے کو تفویض کرنے کی ایک صورت کسی کو اپنا وکیل (مختار) بنانے کی ہے۔ چنانچہ متولی وقف کو یہاں بھی یہ حق حاصل ہے کہ اگر وہ چاہے تو کسی کو اپنا وکیل (مختار) بنا دے۔ یہ "وکالت عامہ" بھی ہو سکتی ہے' جسے عرف عام میں "مختار عام" کہتے ہیں اور وکالت خاصہ بھی' جسے "مختار خاص" کہا جاتا ہے۔ پھر جس طرح متولی کو "وکیل بنانے" کا حق حاصل ہے' اسی طرح اسے اس کی معزولی کا بھی اختیار ہے' پھر اس کی "تقرری" اور "معزولی" کے یہاں بھی وہی احکامات ہیں جو باقی امور میں وکیل کی تقرری اور معزولی کے ہیں مثلاً موکل کی جانب سے معزولی یا تقرری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی اطلاع اس تک پہنچانا- لہٰذا جب تک اس کے پاس اس کی اطلاع نہ پہنچے گی- اس وقت تک سابقہ حالت ہی برقرار رہتی ہے- (۱۱)

ب- تفویض (اختیارات سونپ دینا):

توکیل اختیارات کی دوسری صورت "تفویض (سپرداری اختیارات) ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ متولی وقف کسی دوسرے شخص کو وقف کے معاملات و مسائل میں اپنا قائم مقام یا اپنا نائب بنا دے- آگے اس کی پھر دو صورتیں ہیں:

اولاً: یہ کہ متولی "امور وقف" میں اسے اپنے تمام اختیارات بھی سونپ دے اور اسے خود سے متعلقہ تمام حقوق و اختیارات کا مالک بنا دے، اور اسے اپنی جانب سے مستقل احکام جاری کرنے اور وصیت کرنے کی بھی اجازت دیدے- اس صورت میں اسے مذکورہ حقوق حاصل ہو جائیں گے اور قاضی کی جانب سے اس کی تقرری کی تصدیق ہونا لازم نہ ہوگا- اور اس کے بعد متولی کو اسے معزول کرنے کا بھی حق حاصل نہ رہے گا- الا یہ کہ بانی وقف نے اسے یہ حق دیا ہو-

ثانیاً: یہ کہ "بانی وقف" نے وقف کے "ناظر" (متولی) کو ہر معاملے کا اختیار نہ دیا ہو، اور نہ ہی اسے اپنی مرضی سے کسی کو وصیت کرنے کی اجازت دی ہو، تو ایسی صورت میں "متولی وقف" کو یہ اجازت نہ ہوگی کہ وہ کسی دوسرے شخص کو اپنا یہ حق سونپ دے، الا یہ کہ "متولی وقف" مرض الوفات میں ہو اور وہ بذات خود اس کا انتظام و انصرام کرنے سے معذور ہو، یا پھر وہ "قاضی" کی مجلس میں اس کی تقرری کرے اور قاضی اس کی تقرری پر صاد کر دے-

ج- المصادقہ علی النظر:

"المصادقہ علی النظر" سے مراد یہ ہے کہ وقف کا منتظم (متولی) اس بات کا اقرار کرے کہ وہ "وقف" کی نگرانی کرنے کا مستحق نہیں ہے، بلکہ اس کے بجائے فلاں شخص اس کا منتظم بننے کا اہل ہے- اور مذکورہ شخص بھی اس کی اس بات کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تصدیق کر دے، تو خواہ "متولی" نے یہ اقرار "حالت صحت" میں اور بغیر قاضی کی عدالت میں حاضری دیئے کیا ہو تو اس کا یہ اقرار درست ہوگا۔ اور اس کی جگہ مذکورہ شخص وقف کا منتظم ہو جائے گا۔ (۱۲)

۴۔ متولی / منتظم (Administrator) کی اجرت و مشاہرہ وغیرہ:

قرآن مجید میں یتیموں کے مال کے نگران کو یہ اجازت دی گئی:

"ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف" (۱۳)

(اور جو کوئی فقیر (ضرورت مند) ہو، وہ معروف طریقے سے اس میں سے کھائے۔)

اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے "والی صدقہ" کو صدقہ کے اموال میں سے "بقدر عرف و رواج" لینے کی اجازت دی۔ ان واضح نصوص کی روشنی میں فقہاء نے متولی وقف کو بھی مال وقف سے ایک معین و مقرر مقدار میں اجرت لینے کی اجازت دی ہے، خواہ یہ اجرت ماہانہ بنیادوں پر ہو یا سالانہ بنیادوں پر۔

اس اجازت کی وجہ یہ ہے کہ متولی وقف کو اپنا بہت سا وقت "امور وقف" کی نگرانی میں اور اس کے انتظام و انصرام میں صرف کرنا پڑتا ہے۔ اور اگر اسے مال وقف میں سے اجرت / تنخواہ لینے کی اجازت نہ ہو، تو اس سے اس کی اپنی معاشی زندگی میں اختلال پیدا ہوگا۔

عام طور پر "متولی وقف" کی یہ اجرت عرف و رواج کے مطابق ہونی چاہئے، یعنی اس معاشرے میں اتنی محنت کی جو اجرت مقرر ہو، اس کی یہ اجرت اس کے مماثل ہو، تاہم اگر "بانی وقف" نے بذات خود اس کی اجرت کا تعین کیا، تو خواہ اس کی یہ اجرت مروجہ اجرت (اجرالمثل) سے زیادہ بھی ہو، تب بھی جائز ہوگی۔ لیکن اگر بانی وقف نے اس کی اجرت "مروجہ اجرت" سے کم مقرر کی ہو، تو قاضی اس کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اجرت ر تنخواہ میں مناسب حال اضافہ کرسکتا ہے۔ اسی طرح اگر بانی وقف کی جانب سے اس کے لیے کوئی اجرت مقرر نہ ہو' تو قاضی اس کی تنخواہ ر اجرت کا تعین کرسکتا ہے۔ لیکن قاضی کو مروجہ اجرت (اجرالمثل) سے زیادہ تنخواہ مقرر کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ (۱۳)

پھر اگر "متولی وقف" کسی شخص کو اپنی جانب سے "امور وقف" کا مختار بنا دے' تو اسے وہ اپنی تنخواہ میں سے کچھ دینے کا مجاز ہے' مال وقف میں سے نہیں۔ اسی طرح اگر اس نے کسی اور شخص کو اپنی جگہ امور وقف انجام دینے کی وصیت کی' تو اگر اس کی جانب سے "وصی" کی تقرری درست قرار پاچکی ہو' تو اسے یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ قاضی کی طرف رجوع کرے اور قاضی اس کی "مثلی اجرت" کا تعین کرے۔

"مال وقف" میں سے تنخواہ لینے کے باوجود "ناظر وقف" فقط انہی امور کا پابند ہوگا' جو عام طور پر اس جیسے لوگ انجام دیتے ہوں' مثال کے طور پر وقف کی اگر کوئی عمارت ہو' تو اس کی مرمت اور دیکھ بھال کرنا' اراضی ہو' تو اس سے پیداوار یا منافع حاصل کرنا' کرائے پر ہونے کی صورت میں اس کا کرایہ وصول کرنا' اور حاصل شدہ مال کو مقررہ مصارف پر خرچ کرنا وغیرہ۔ اسی طرح اگر کوئی عورت امور وقف کی منتظم مقرر ہو جائے تو وہ اسی حد تک معاملات کو انجام دینے کی پابند ہوگی' جس حد تک کہ "عورتیں" عموماً" امور انجام دیتی ہیں۔

پھر "متولی وقف" اس وقت تک تنخواہ ر اجرت لینے کا مستحق رہتا ہے جب تک کہ وہ اس کا انتظام و انصرام چلانے کا اہل ہو' لیکن اگر وہ فوت ہو جائے' یا وہ امور وقف کی نگرانی کرنے سے کسی وجہ سے معذور ہو جائے' یا وہ اپنے فسق و فجور یا خیانت کی وجہ سے معزول کر دیا جائے تو اسے تنخواہ لینے کا حق نہیں رہتا۔ الایہ کہ بانی وقف نے اسے تاحیات تنخواہ دینے کی شرط رکھی ہو۔

اور اگر سالانہ تنخواہ ر اجرت دیئے جانے کی صورت میں سال مکمل ہونے سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قبل متولی کی وفات ہو جائے تو اس مدت کے مطابق اس کے ورثہ کو اس کی تنخواہ ادا کر دی جائے گی' لیکن اگر اس نے اپنی تنخواہ پیشگی (Advance) وصول کر لی ہو' تو اس کے ورثہ سے اس کی وصول کردہ تنخواہ میں سے کچھ بھی واپس نہ لیا جائے گا۔ معزول کیے جانے کی صورت میں بھی یہی حکم ہو گا۔ وقف کے تحت کام کرنے والے عملے' مثلاً مدرس' امام' خطیب' موذن وغیرہ کی تنخواہ کا بھی یہی حکم ہو گا۔ (۱۵)

۵۔ متولی وقف کے اختیارات کی وسعت:

یہاں ان تمام حقوق و اختیارات کی تفصیل بیان کرنا نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی مقصود' البتہ چیدہ چیدہ چند اختیارات کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہو گا۔

فقہاء نے "متولی وقف" کے اختیارات کے متعلق اجمالاً" کہا ہے کہ:

"یجوز لناظر الوقف ان یعمل کل مافیہ فائدۃ لہ ومنفعۃ للموقوف علیہم مع ملاحظۃ شرط الواقف ان کان معتبرا شرعا۔" (۱۶)

(وقف کے متولی وقف کے لیے ہر وہ کام کرنا جائز ہے' جس میں موقوف علیہم کا فائدہ اور نفع ہو' بشرطیکہ اس سے بانی وقف کی شرعاً" معتبر شرائط کی خلاف ورزی بھی نہ ہوتی ہو۔

اس اصول کی روشنی میں اس کے تصرفات کی مختصراً" تفصیل اس طرح ہے:

۱۔ متولی وقف کو اگر "بانی وقف" نے اجازت دی ہو' تو وہ مستحقین کے وظائف میں کمی بیشی کر سکتا ہے' جسے چاہے اس کے مستحقین میں شامل اور جسے چاہے خارج کر سکتا ہے اور جسے چاہے دوسروں پر فوقیت دے سکتا ہے۔

۲۔ اگر وقف کی عمارت مرمت طلب ہو' تو "متولی" کے لیے یہ لازم ہو گا کہ وہ وقف کے منافع میں سے سب سے پہلے اس کی مرمت کرائے' خواہ ایسا کرنے سے مستحقین وقف کے وظائف میں اسے کمی یا وقتی طور پر تعطل کرنا پڑے۔

۳۔ وہ اس اراضی میں خود "فصل" کاشت کرائے' مزارعت پر کسی کو دینے یا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کسی کو اجارے ر کرائے پر دینے کا بھی مجاز ہے اور اس سے حاصل ہونے والے منافع (Profit) کو وصول کرنے اور ان کی حصہ داروں ر مستحقین میں تقسیم کرنے کا مختار ہے۔

۴۔ اسے یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ "اراضی وقف" میں اس کے مزارعین، مویشیوں، آلات زراعت اور پیداوار رکھنے کے لیے مکانات تعمیر کرائے۔

۵۔ اگر وہ وقف مسجد کے لیے ہو، تو وہ اس سے ہر وہ سامان خریدنے کا حق رکھتا ہے، جس کی مسجد کو ضرورت پیش آسکتی ہو، مثلاً سل، چٹائیاں، دریاں وغیرہ، اسی طرح متولی حسب ضرورت عملے کے تقرر و تنزل کا بھی مجاز ہے۔ بشرطیکہ وہ وقف (مسجد) کی جملہ دیکھ بھال کے لیے ہو، لیکن اگر وہ وقف صرف مسجد کی "مرمت" اور "عمارت" کی دیکھ بھال کے لیے ہو، تو متولی کو اس سے عملہ رکھنے اور ان کے وظائف جاری کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

۶۔ اسے حاکم ر قاضی کی اجازت کے ساتھ، یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ فاضل پیداوار کو ایسے غریب اور ضرورت مند مسلمانوں کی امداد و اعانت کے لیے صرف کرے، جو حادثاتی طور پر، کسی ناگہانی مصیبت کا شکار ہو جائیں۔

۷۔ اسے یہ اجازت بھی ہے کہ وہ مال وقف میں سے، ان وکلاء کی فیسیں بھی ادا کرے، جو اس وقف کے کسی مقدمے کی پیروی کے لیے عدالت کے روبرو پیش ہوں۔

یہ تو تھے متولی وقف کے اختیارات۔ انہی کی روشنی میں اس کے اختیارات کی حد کا بھی پتہ چل سکتا ہے۔ اور یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ اسے کون کون سے تصرفات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ "متولی وقف" کو منتظم ہونے کی حیثیت سے نہ تو "وقف" اور اس کے مقاصد کو نقصان پہنچانے کی اجازت ہے اور نہ ہی بانی وقف کی شرائط جو شرعاً معتبر ہوں کی خلاف ورزی کرنے کا اسے اختیار ہے، مثال کے طور پر:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ اگر موقوف علیہم کی تعداد محدود ہو' تو اسے ان میں سے کسی ایک کو خارج کرنے یا شامل کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور نہ ہی منافع کی تقسیم میں کمی بیشی کرنے کا۔ الایہ کہ بانی وقف نے اسے اس کی اجازت بصورت شرائط وقف دی ہو۔ تاہم اگر موقوف علیہم کی تعداد متعین نہ ہو (مثال کے طور پر فقراء اور مساکین کے لیے قائم کیا جانے والا وقف) تو وہاں اسے ایک کو دوسرے پر فوقیت دینے یا کسی کو شامل کرنے اور کسی کو شامل نہ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

۲۔ متولی وقف کو "موقوفہ اراضی" کسی قرض وغیرہ کے بدلے میں رہن رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لیے کہ "قرضہ" ادا نہ ہونے کی صورت میں قرض خواہ موقوفہ اراضی کا مالک ہوسکتا ہے۔ جس سے وقف کا ابطال لازم آجائے گا۔

۳۔ "مال موقوفہ" کو "متولی" اپنے اہل و عیال کے سوا' نہ تو بطور امانت رکھوا سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو اسے قرض پر دے سکتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر وہ ضائع ہوگیا' تو اس پر اس کا تاوان ضروری ہوگا۔

۴۔ "متولی وقف" نہ تو خود وہ اراضی کرائے پر رکھ سکتا ہے نہ اپنے چھوٹے بیٹے کو دے سکتا ہے' جیسا کہ اوپر بیان ہوا' کیونکہ اس سے مواجر (کرایہ پر دینے والے) اور متاجر (کرایہ دار) کا ایک ہونا لازم آتا ہے۔

۵۔ اسی طرح اس کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ بذات خود' اس وقف کے تحت اجرت پر کوئی کام انجام دے۔ تاہم اگر اسے قاضی نے اجازت دے دی' تو تب جائز ہوگا۔

۶۔ "متولی وقف" وقف کی کسی عمارت کا اضافہ نہیں کرسکتا۔ تاوقتیکہ اسے "بانی وقف" نے خصوصی طور پر اجازت نہ دی ہو' یا اس کے مستحقین نے اس پر رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو۔

۷۔ اسی طرح اس وقف کے ملازمین کی تنخواہوں اور وظائف میں بھی اسے اضافہ کرنے کا حق نہیں ہے' تاوقتیکہ اسے بانی وقف نے یا قاضی نے ایسا کرنے کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اجازت دی ہو۔

۸ ۔ اسے یہ بھی اجازت نہیں ہے کہ وہ موقوفہ اراضی میں اپنے لیے کوئی عمارت بنوائے یا کوئی درخت یا باغ لگوائے۔ جیسا کہ اوپر تفصیلاً بیان ہوا۔

۹ ۔ اسے یہ بھی حق نہیں ہے کہ اگر وہ ایک سے زیادہ اوقاف کا متولی ہے تو وہ ایک وقف کی "فاضل آمدن" دوسرے وقف پر خرچ کرے۔ تاہم اگر دونوں اوقاف کا مقصد ایک ہی ہو' تو کوئی حرج نہیں۔ مثال کے طور پر اگر کسی شخص نے مسجد کے لیے دو اوقاف قائم کیے' ایک عمارت کی دیکھ بھال کے لیے اور دوسرا عملے کی تنخواہوں کے لیے۔ پھر اگر ان میں سے کسی ایک کی آمدن (Income) کم ہو گئی ہو' تو متولی وقف کو اجازت ہے کہ دوسرے وقف کی فاضل آمدن سے اس وقف کے مقاصد کی تکمیل کرے۔

۱۰ ۔ متولی موقوفہ اراضی پر کسی قسم کا کوئی قرض بھی وصول نہیں کرسکتا۔ الا یہ کہ بانی وقف یا قاضی نے اسے اس کی اجازت دی ہو۔ اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر وقف کے خزانے میں رقم ر پیداوار موجود نہ ہو' اور اس نے اپنے پاس سے کچھ مال خرچ کر دیا' اس کا خیال تھا کہ وہ بعد میں "وقف" کا مال آنے پر وصول کرلے گا' تو اسے اس رقم کو واپس لینے کی اجازت نہ ہوگی' کیونکہ اس نے "وقف" پر قرض لیکر اپنے اختیارات سے تجاوز کیا ہے۔ البتہ فقہاء نے حسب ذیل صورتوں میں اسے ادھار لینے کی اجازت دی ہے:

الف : کسی ظالم نے "وقف" پر قبضہ کر لیا اور وہ کچھ مال لیے بغیر اسے واگزار کرنے کے لیے تیار نہ ہو' اور اس وقت "وقف" کے خزانے میں اس کی گنجائش نہ ہو' تو اس صورت میں اسے خصوصی اجازت کے تحت قرض لینے کی اجازت ہے۔

ب : وقف کی عمارت فوری طور پر مرمت طلب ہو جائے' مگر نہ تو "وقف" کے خزانے میں اس کی مرمت (Repair) کی گنجائش ہو اور نہ ہی کوئی شخص اس کو طویل عرصے تک کرائے پر لیکر' مطلوبہ رقم دینے کے لیے آمادہ ہو تو اس صورت میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی اسے قرض لیکر اس کی مرمت کروانے کی اجازت ہے۔

ج : کسی وقف کی عمارت اتنی شکستہ ہو جائے' کہ ماہرین کا یہ خیال ہو کہ وہ جلد گر جائے گی اور وقف کے فنڈز میں اس کی مرمت کی گنجائش نہ ہو' تو اس کا متولی قرض لیکر اسے گرا کر' از سرنو بنانے کا مجاز ہے۔

د : اسی طرح اگر مسجد کی روشنی یا اس کی صفوں اور چٹائیوں کو خریدنے کی خزانے میں استطاعت نہ ہو' تو اس صورت میں بھی متولی قرض لیکر' اس کام کی انجام دہی کر سکتا ہے۔

ھ : علی ہذالقیاس وقف کی اراضی میں زراعت کے لیے بیج' کھاد یا دیگر سامان کی ضرورت ہو' اور وقف کے خزانے میں نقد ادائیگی کی گنجائش نہ ہو' تو تب بھی وہ قرض لیکر اس ضرورت کی تکمیل کر سکتا ہے۔

و : اسی طرح اگر "وقف" کے عملے کی تنخواہیں ادا طلب ہوں' مگر وقف کے خزانے میں اس کی گنجائش نہ ہو' یا "وقف" کی اراضی سے متعلق کسی قسم کا کوئی ٹیکس واجب الادا ہو' تو تب بھی متولی اس کے لیے قرض لیکر ادائیگی کر سکتا ہے۔ (۱۷)

۶۔ متولی / ناظر وقف کا احتساب :

"وقف" ایک قومی امانت ہے جیسا کہ اوراق سابقہ میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ لہٰذا شریعت طیبہ نے اس کی حفاظت و صیانت کے لیے' بڑی واضح ہدایات دی ہیں۔ جنہیں ہم مختصراً" متولی / ناظر وقف کے احتساب کا عنوان دے سکتے ہیں۔

متولی وقف کے احتساب سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ متولی / ناظر وقف کو' وقف کے اخراجات کے ضمن میں "من مانی" کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا' بلکہ اس کے اخراجات کے ضمن میں وہ سختی کے ساتھ شرعی قوانین کا پابند ہے۔ اس کے محاسبے کی تفصیل حسب ذیل نکات کی صورت میں مطالعہ کی جا سکتی ہے:

۱۔ حسابات کی جانچ پڑتال :

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس محاسبے کا قدم اول اس کے حسابات کی جانچ پڑتال ہے' یہ جانچ پڑتال حکومت کی جانب سے نامزد "قاضی" انجام دے گا- جانچ پڑتال کے آگے کئی مدارج ہیں:

الف: اجمالی یا سرسری جانچ پڑتال:

اگر تو متولی وقف ثقہ ہو اور امانت و دیانت میں اچھی شہرت کا حامل ہو' تو ایسی صورت میں اس سے "قاضی" فقط اجمالی یا سرسری سا حساب کتاب لے گا- سرسری اور اجمالی حساب کتاب سے مراد یہ ہے کہ وہ فقط سالانہ آمد و خرچ پوچھنے پر اکتفا کرے گا اور ہر بات کی تفصیل دریافت نہ کرے گا- موجودہ دور کے مطابق اگر بات کی جائے' تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ فقط سالانہ آمد و خرچ کے گوشوارے پیش کرے گا اور قاضی اس کے ان گوشواروں کو قبول کر لے گا-

ب: بیان حلفی:

مذکورہ قسم سے تعلق رکھنے والے متولی پر' اگر قاضی نے یا مستحقین میں سے کسی نے افراط و تفریط کا الزام عائد کیا' مثال کے طور پر متولی نے کہا کہ "میں نے یہ رقم فلاں جگہ صرف کی تھی" مگر وقف کے مستحقین اس کی اس بات سے اختلاف کریں' تو ایسی صورت میں اس کا دعوی قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا' یعنی اس کا حلفیہ بیان عدالت کے نزدیک معتبر ہو گا-

لیکن اگر یہ اختلاف "وقف" کے تحت کام کرنے والے عملے کے وظائف میں ہو' مثال کے طور متولی کہے کہ اس نے فلاں شخص کو فلاں مہینے کی تنخواہ ادا کر دی تھی' مگر مذکورہ ملازم اس سے انکار کرے' پھر اگر تو متولی کے پاس دستاویزی ثبوت ہو' تو ایسی صورت میں اس کی بات کا مکمل طور پر اعتبار کیا جائے گا اور مذکورہ ملازم کو مزید کچھ نہ ملے گا- لیکن اگر اس کے پاس کوئی دستاویزی یا عدالتی ثبوت (بصورت گواہ) موجود نہ ہو' تو ایسی صورت میں اس کا بیان حلفی اس سے تاوان کو روکنے میں تو موثر ثابت ہو گا مگر اس سے مذکورہ ملازم اپنا واجب حق لینے سے محروم نہ کیا جائے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گا۔ بلکہ اسے "وقف" کے خزانے سے ادائیگی کی جائے گی۔ اس لیے کہ یہ سب کچھ اس کی محنت کا صلہ ہے۔

ج: تفصیلی احتساب:

لیکن اگر متولی فسادی اور فضول خرچ ہو' تو قاضی اس سے اجمالی حساب کتاب کے بجائے' تفصیلی حساب کتاب لے گا' یعنی وہ آمد و خرچ کا ایک ایک کھاتہ دیکھے گا' اور جب تک اس کی تسلی نہ ہو اس وقت تک اس کو جواب دہی کا **مکلف** ٹھہرائے گا۔ دور حاضر کی اصطلاح میں اگر بات کی جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ وہ کسی نامزد آڈیٹر مثلاً (Charted Accountant) سے اس کے حسابات کی پڑتال کرائے گا۔ اور قصوروار ثابت ہونے پر اسے تاوان ادا کرنے کا ذمہ دار قرار دے گا۔

پھر اگر حسابات میں اس نے کچھ رقم یا کسی سامان کے متعلق یہ دعوای کیا کہ وہ بغیر اس کی غفلت کے' ضائع ہو گیا ہے یا اس نے وہ مستحقین میں تقسیم کر دیا ہے پھر اگر تو "مستحقین" نے اس کے دعوے کی تائید کی' تو **فبھا** ورنہ اس کو اس کا ثبوت مہیا کرنے کو کہا جائے گا' اگر اس کے پاس ثبوت موجود نہ ہو' تو اسے اس کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے' اس پر تاوان واجب قرار دیا جائے گا۔

د: اگر متولی وقف اور مستحقین وقف کے مابین کسی مکان کی مرمت پر اٹھنے والے اخراجات کی تفصیل یا کسی اور مد میں خرچ ہونے والی رقم کی مقدار میں اختلاف ہو اور متولی وقف کے پاس کوئی ثبوت موجود نہ ہو' تو قاضی تصفیے کے لیے' اس شعبے میں کسی ماہر سے استصواب کرسکتا ہے اور اس کی جو رائے ہو' وہ دونوں فریقوں کے مابین تنازعے کا آخری حل ہوگی۔

اس پس منظر میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ متولی ر ناظر وقف کی یہ منصبی ذمہ داری ہے کہ وہ "وقف" کی آمدن اور اخراجات کا مکمل حساب کتاب رکھے اور قاضی کی جانب سے مقرر کردہ مدت (مثلاً ششماہی' سالانہ وغیرہ) کے بعد تمام حسابات اس کے سامنے پیش کرے۔ پھر اگر اس کے حسابات درست پائے جائیں اور قاضی اسے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حسابات کے درست ہونے کا سرٹیفکیٹ مہیا کر دے' تو اس کے بعد کسی اور شخص کو' اس حساب کتاب میں قیل و قال کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ (۱۷)

دور حاضر میں بعض لوگ دینی اور رفاھی اداروں کے نام پر' جو عوام کی رقوم خورد برد کر لیتے ہیں اور صحیح کام کرنے والوں کی رسوائی اور بدنامی کا ذریعہ بنتے ہیں' ان کا مداوا بھی شریعت کے بنائے ہوئے' مذکورہ قانون کی روشنی میں کیا جاسکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے حکومت کوئی شعبہ قائم کرے اور ہر دینی اور رفاہی ادارے کے لیے یہ لازم قرار دے کہ وہ اپنے سالانہ حسابات اس کے سامنے پیش کرے۔ کوتاہی یا غفلت پائے جانے کی صورت میں اسے سخت سزا دی جائے۔

۷۔ متولی وقف پر تاوان:

چونکہ متولی وقف موقوفہ اراضی کا مالک نہیں ہوتا' اس لیے اگر کسی معاملے میں اس کی غفلت و کوتاہی ثابت ہو جائے' تو اسے اس شئی کی قیمت کے برابر تاوان ادا کرنے کا **مکلف** ٹھہرایا جائے گا۔

مختصر طور پر یوں کہا جاسکتا ہے کہ اگر تو موقوفہ شئی آفت سماویہ سے' ہلاک ہوئی' یا پھر اس کی ہلاکت میں اس کی کوتاہی نہ پائی گئی' تو اس سے "متولی وقف" پر تاوان نہ ہوگا۔

اسی طرح اگر اس نے "وقف" سے حاصل شدہ پیداوار یا رقم کو وصول کیا' مگر وہ اس کی تقسیم سے قبل' اس کی کسی کوتاہی کے بغیر ضائع ہو گیا' تو تب بھی یہی حکم ہے' لیکن اگر اس سے مستحقین نے منافع ر پیداوار کی تقسیم کا مطالبہ کیا ہو اور اس نے بغیر کسی شرعی وجہ کے ان میں اسے تقسیم نہ کیا اور پھر وہ شئی ضائع ہو گئی' تو وہ اس کا تاوان ادا کرنے کا **مکلف** ہوگا۔

تاہم اگر اس کی جانب سے کسی قسم کی کوتاہی ثابت ہوگئی' مثال کے طور پر اس نے مسجد کی چٹائی کو یونہی پڑا رہنے دیا' تا آنکہ وہ ضائع ہوگئی' یا اس نے کتابوں کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کسی جگہ یونہی رکھ دیا' جس سے انہیں دیمک لگ گئی' تو ان تمام صورتوں میں وہ تاوان کا مستحق ہوگا۔

اسی طرح اگر اس نے وقف کی خدمت کے لیے کوئی ملازم یا عمارت کی مرمت کے لیے کوئی کاریگر مروجہ اجرت (اجر المثل) سے "غبن فاحش" کے درجے میں زیادہ اجرت پر ملازم رکھ لیا' تو اسے اس کی تمام اجرت (محض اضافی اجرت نہیں) اپنی جیب سے ادا کرنے کا **مکلف** ٹھہرایا جائے گا۔ تاہم اگر معمولی فرق ہو' تو مضائقہ نہیں۔

علی ہذالقیاس اگر وقف کی عمارت مرمت طلب ہو' اور "متولی وقف" نے حاصل ہونے والی آمدن کو مستحقین میں تقسیم کر دیا' تو چونکہ عمارت کی "مرمت" کا حق مقدم تھا' لہٰذا اس پر اس کا تاوان ضروری ہوگا۔ پھر اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا وہ ان سے دی ہوئی رقم واپس لے سکتا ہے' یا نہیں' اس بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ اسے رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔

پھر اگر اس نے قاضی کی اجازت یا بانی وقف کی شرائط کے تحت وقف کی عمارت کی درستی کے لیے کچھ قرض حاصل کیا ہو' تو تب بھی قرض کی ادائیگی تک اسے اس کے منافع مستحقین میں تقسیم کرنے کی اجازت نہ ہوگی اور اگر اس نے ایسے کیا' تو اس پر ضمان ضروری ہوگی۔

اسی طرح اگر اس نے قاضی کی اجازت کے بغیر' قرض حاصل کیا' تب بھی اس پر ضمان ہوگی۔ علی ہذالقیاس اگر اس نے وقف کے مال کو اپنے مال میں شامل کر لیا' تو تب بھی اس پر تاوان ضروری ہوگا۔ (۱۸)

۸ ۔ متولی وقف کی معزولی :

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ دونوں کے نزدیک "بانی وقف" کو علی الاطلاق وقف کے متولی کو معزول کرنے کا حق حاصل ہے' خواہ اس نے شرائط وقف میں اپنے پاس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ حق رکھا ہو' یا نہ رکھا ہو' البتہ اگر "بانی وقف" کی وفات ہو جائے' اور اس نے "متولی وقف" کی ولایت کے متعلق یہ صراحت نہ کی کہ آیا اس کی ولایت فقط بانی وقف کی زندگی تک ہوگی' یا اس کی موت کے بعد بھی جاری رہے گی' تو ایسی صورت میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک' "متولی وقف" از خود معزول ہو جائے گا۔ اور امام محمدؒ کے مطابق وہ معزول نہ ہوگا۔

پھر اگر کسی "متولی" کی نامزدگی "قاضی" (Judge) نے کی ہو' تو اسے کسی بھی صورت میں "بانی وقف" معزول کرنے کا اختیار نہیں رکھتا' البتہ اگر متولی ر ناظر کی تقرری بانی وقف نے کی ہو' تو "متولی" کی خیانت یا اس کا فسق ثابت ہونے کی بنا پر' قاضی اسے معزول کرسکتا ہے۔

اسی طرح اگر متولی "دیوانہ" ہو جائے' یا پھر وہ معذور ہو جائے اور اس کا انتظام چلانے کے قابل نہ رہے' تو وہ معزول ہو جاتا ہے۔

فسق و فجور سے مراد یہ ہے کہ وہ شراب پیتا' جوا کھیلتا ہو' یا کسی اور غیر شرعی کام میں مبتلا ہو---- تاہم اگر معزولی کے بعد وہ اپنے جرم سے توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے اور ثابت ہو جائے' کہ واقعی اس نے سچی توبہ کی' تو قاضی اسے دوبارہ اس کے منصب پر بحال کرسکتا ہے۔ (۱۹)

تعلیقات و حواشی

۱۔ کتاب الوقف : ۷۵ ۔ ۷۶

۲۔ کتاب الوقف : ۷۵ ۔ ۷۶

۳۔ الاسعاف فی احکام الاوقاف

۴۔ فتاوی عالمگیری' ۲ : ۴۰۸

۵۔ کتاب الوقف : ۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۶ ۔ فتاوی عالمگیری، ۲ : ۴۱۰

۷ ۔ کتاب الوقف : ۴۳ ۔ ۴۴

۸ ۔ کتاب الوقف : ۴۳ ۔ ۴۴

۹ ۔ کتاب الوقف : ۷۷ و بعد

۱۰ ۔ کتاب احکام الوقف۔ هلال الرائی : ۱۰۸ ۔ ۱۰۹

۱۱ ۔ کتاب الوقف : ۸۰ ۔ ۸۱

۱۲ ۔ کتاب الوقف

۱۳ ۔ النساء : ۴ : ۵

۱۴ ۔ فتاوی عالمگیری

۱۵ ۔ کتاب الوقف : ۸۸

۱۶ ۔ کتاب الوقف : ۹۷

۱۷ ۔ کتاب الوقف، ص ۹۷ ۔ ۱۰۱۔ جب یہ سطور لکھی جا رہی ہیں، تو اس وقت ملک میں عوام کے منتخب نمائندوں کے احتساب کا مسئلہ خصوصی موضوع سخن بنا ہوا ہے، بعض لوگ بلاوجہ اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ حالانکہ اگر چند سو یا چند ہزار روپے کی قیمت پر مشتمل وقف کے منتظم کا احتساب کیا جاسکتا ہے، تو پورے ملک یا صوبے کی قسمت کا مالک بننے والوں کا احتساب کیوں نہیں کیا جاسکتا۔

۱۸ ۔ ابن عابدین: حاشیہ ردالمحتار، کتاب الوقف، ۴ : ۳۸۰ ۔ ۳۸۱

۱۹ ۔ ایضا: حاشیہ ردالمختار، ۴ : ۳۸۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب نہم

مصارف وقف

"وقف" سے متعلق ایک اہم بحث یہ ہے کہ اس کے "مصارف" کون کون سے ہیں اور اس سے حاصل ہونے والی آمدن (Income) کو کن کن مدات میں صرف کیا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں شریعت کا "اصولی موقف" یہ ہے کہ "وقف" کے منافع میں سے اس کے بنیادی اخراجات منہا کرنے کے بعد بقیہ منافع "بانی وقف" کے متعین کردہ مصارف میں، حسب شرائط صرف کر دیئے جائیں۔

بنیادی اخراجات سے مراد وہ اخراجات ہیں، جو وقف پر موجود کسی قرض کی ادائیگی، اس کی عمارت کی دیکھ بھال اور اس کو رواں دواں رکھنے کے لیے کئے جاتے ہیں۔ ان اخراجات کی منہائی اس لیے مقدم ہے، کیونکہ ان کا تعلق "وقف" کی ذات سے ہے، اگر ان کو اولین حیثیت نہ دی گئی، تو اس کا نتیجہ وقف کی مکمل تباہی اور اس کی بربادی کی صورت میں بر آمد ہوگا۔ جس سے بہت بڑا قومی نقصان ہوگا۔ لہٰذا مستحقین میں منافع کی تقسیم سے قبل ان اخراجات کو پورا کرنا ضروری ہوگا۔

ان بنیادی اخراجات کے بعد وقف کے جو مصارف ہوسکتے ہیں، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(ا) عشر:

ان میں سب سے پہلا "مصرف" "عشر" (دسواں حصہ) ہے، جسے قرآن مجید

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں اراضی کی زکواۃ قرار دیا گیا ہے اور ہر قسم کی پیداوار پر' اس کا نفاذ کیا گیا ہے۔ (۱) تاہم فقہاء نے مالی زکواۃ کی طرح' اس کے کم از کم نصاب کا بھی تعین کیا ہے' جس کی رو سے اگر زمین کی پیداوار پانچ وسق (تقریباً ۱۷ من ۲۰ سیر) کے مساوی ہو تو تب اس پر عشر واجب ہوگا پھر اگر وہ زمین نہری یا چاہی ہو' تو اس زمین سے دسویں حصے کے بجائے بیسواں حصہ (یعنی پانچ فیصد) کے حساب سے عشر وصول کیا جاتا ہے۔ (۲)

چونکہ زکواۃ کی طرح عشر میں بھی یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اس کا مالک کون ہے' اسی لیے اگر وہ زمین کسی یتیم بچے کی ہو' یا کسی اور ایسے مستحق شخص کی یا وقف کی ہو' تو تب بھی اس پر "عشر" واجب ہوتا ہے۔

لہٰذا "موقوفہ اراضی" کی پیداوار میں سے سب سے پہلے عشر نکالا جانا چاہئے۔

علامہ ھلال الرای احکام الوقف میں فرماتے ہیں:

میں نے کہا: آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر وصی (متولی) نے زمین کسی کو کرائے پر دے دی' تو اس کا عشر کس پر لازم ہوگا۔

امام نے جواب دیا: وصی (متولی) پر جو اسے مجموعی پیداوار سے ادا کرے گا۔

میں نے پوچھا: اور اگر اس نے اس زمین کو نصف بٹائی پر دیا' تو تب؟

امام نے کہا: تب بھی یہی حکم ہے۔

میں نے کہا: اگر وقف کے متولی نے کسی شخص کو زمین نصف حصے پر' مزارعت پر دی اور اس کے عشر دینے کی شرط نہ رکھی' تو زمین کا عشر کس پر واجب الادا ہوگا؟

امام نے کہا: عشر اس نصف حصے میں سے ادا کیا جائے گا' جو اہل وقف کے لیے ہے۔

میں نے کہا: کیا موقوفہ اراضی پر بھی عشر ہے۔

امام نے جواب دیا: ہاں۔

میں نے پوچھا: وہ کیوں۔ حالانکہ وقف کی تمام پیداوار مساکین کے لیے ہی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کے دسویں اور باقی نو حصوں کو ایک کیوں نہیں سمجھا جاتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام نے جواب دیا: یہ بات نہیں ہے' جو آپ نے سمجھی ہے' بلکہ اصل ماجرا یہ ہے' کہ اللہ تعالی نے تمام قسم کی زمینوں پر عشر واجب کیا ہے اور اس کی وجہ بھی بیان فرما دی ہے' لہٰذا جب کوئی شخص اپنی زمین کو وقف کرتا ہے' تو وہ اللہ تعالی کے حکم کو بدل نہیں سکتا۔ کیا تجھے علم نہیں کہ "وقف" کے مقاصد' عشر کے مقاصد سے مختلف ہوسکتے ہیں' لہٰذا بانی وقف کے احکام سے' اللہ تعالی کے احکام مقدم ہوں گے۔ جیسا کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ میں نے اللہ کے لیے "دو سو درھم" صدقہ کرنے کی نذر مانی ہے' تو اسے اس رقم کی ادائیگی کو کہا جائے گا' لیکن اگر وہ فوری تعمیل نہیں کرتا اور اس پر پورا سال گزر جاتا ہے' تو اس سے پانچ درہم بطور زکواۃ وصول کیے جائیں گے' اور باقی رقم حسب نیت صدقہ ہوگی۔" (۳)

پھر اگر زمین یا اس کی پیداوار پر حکومت کی جانب سے بھی کچھ واجبات مقرر ہوں' تو ان کی ادائیگی بھی حصوں کی تقسیم سے مقدم ہوگی' مثال کے طور پاکستان میں حکومت کی جانب سے اراضی پر مالیانہ یا آبیانہ وغیرہ کے نام سے سالانہ اور ششماہی بنیادوں پر واجبات وصول کیے جاتے ہیں' ان واجبات کی ادائیگی مقدم ہوگی۔ اسی طرح پانی کا حصہ یا اس کا خرچ بھی اس سے منہا کر لیا جائے گا۔

(۲) "بانی وقف" کی ذات:

اور اگر بانی وقف نے مذکورہ وقف خود اپنے لیے قائم کیا ہو' تو جیسا کہ اوپر تفصیل بیان ہوئی' ایسا وقف باطل ہوتا ہے' لیکن اگر اس نے یہ کہا ہو کہ جب تک وہ حیات ہے' وہ خود اس کے منافع وصول کرے گا اور اس کی وفات کے بعد غرباء اور مساکین یا فلاں فلاں لوگ اس کے منافع کے حقدار ہوں گے' یا اس نے کہا کہ "پہلے فلاں فلاں لوگوں یا غرباء و مساکین پر اسے صرف کیا جائے گا' اس کے بعد یا اس کے مستحق ہونے کی صورت میں وہ خود اس کا مستحق ہوگا تو امام ابو یوسفؒ نے اس وقف کو درست قرار دیا ہے' جبکہ امام محمدؒ بدستور اس کے بطلان کے قائل ہیں۔ تاہم فتویٰ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام ابو یوسفؒ ہی کے قول پر ہے۔ امام ابو یوسفؒ کا استدلال اس روایت سے ہے جس میں مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے موقوفہ صدقہ سے خود بھی کھایا کرتے تھے" اور ایسا اسی وقت ممکن ہے، جب وہ اس کی شرط رکھے، جس سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

اس صورت میں امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق، اس کی شرائط پر سختی کے ساتھ عمل کیا جائے گا اور اراضی کے منافع شرائط کے مطابق بانی وقف کی تحویل میں دے دیئے جائیں گے۔

اسی طرح اگر اس نے پورے منافع کے بجائے، اس کی کچھ شرح (Percentage) مقرر کر دی، مثلاً اس نے کہا کہ اس کے منافع میں سے وہ دسواں، یا پانچواں یا آدھا حصہ وصول کرنے اور حسب منشا خرچ کرنے کا مجاز ہوگا، یا اس نے یہ کہا کہ اس کی وفات کے بعد، اس کا قرض وقف سے ادا کیا جائے، یا اس کی وفات کے بعد وقف کے سرمائے سے، ہر سال اس کی جانب سے حج یا عمرہ کرایا جائے یا فلاں فلاں شخص یہ کام کرے، تو بہرصورت اس کی تعمیل ہوگی اور اس کے بعد دیگر مصارف پر رقم خرچ کی جائے گی۔ (۴)

پھر اگر اس نے وقف میں رکھی گئی اپنی شرط کے مطابق وقف کی پیداوار سے اپنی آل اولاد اور اپنے نوکروں وغیرہ پر خرچ کرنے کے لیے کچھ پیداوار حاصل کی ہوئی ہو، مگر اس کو خرچ کرنے سے پہلے اس کی وفات ہو گئی، تو اس صورت میں اس کی حاصل کردہ پیداوار اس کے ترکے میں شامل تصور ہوگا، اور اسے واپس وقف کے خزانے میں شامل نہ کیا جائے گا۔

(۳) بانی وقف کی اولاد

"بانی وقف" کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ اپنی اولاد اور اپنے خاندان کے لیے کوئی "وقف خیری" قائم کر جائے۔ ایسے وقف کو شریعت میں وہی حیثیت حاصل ہوتی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے' جو دیگر اوقاف کو حاصل ہے۔

"وقف علی الاولاد" کے مختلف مقاصد ہیں : ان میں سے اہم مقصد تو یہ ہے کہ اس وقف سے اس کی اولاد میں شامل تمام افراد یکساں طور پر متمتع ہوتے رہیں اور وہ نہ اس جائیداد کو آگے فروخت کرسکیں اور نہ ہی کسی اور طرح ضائع کرسکیں۔ پھر اس وقف کا ایک مقصد اپنی جائیداد کو ظالم حکمرانوں کے تسلط سے محفوظ رکھنا بھی تھا' اس لیے کہ پرانے زمانے میں اکثر معمولی معمولی باتوں پر جاگیریں اور جائیدادیں بحق سرکار ضبط کرلی جاتی تھیں' الغرض "وقف علی الاولاد" کے متنوع مقاصد ہیں' جنہیں شریعت نے درست تسلیم کیا ہے۔

وقف علی الاولاد کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں :

الف : ایک بیٹے پر وقف کرنا : پہلی صورت کی تفصیل اس طرح ہے کہ بانی وقف اپنے ایک بیٹے پر جائیداد وقف کرے اور یہ کہے "میں نے فلاں زمین اپنے بیٹے پر وقف کی اس کے بعد فقراء پر" اس صورت میں بانی وقف کی جو نرینہ یا دختری اولاد بوقت وقف ہوگی یا جو اس کے بعد پیدا ہوگی' سب اس وقف سے استفادہ کرنے کے مستحق ہوگی اس بارے میں مرد اور عورت میں کوئی تفاوت نہ ہوگا۔ البتہ جب بانی وقف کی حقیقی اولاد ختم ہو جائے گی' تو اس کے بعد یہ وقف فقراء اور اہل حاجت کے لیے ہوگا اور اس کے پوتوں / پوتیوں کے لیے نہ ہوگا۔ اس لیے کہ بیٹے (اولاد) کا حقیقی مفہوم وہی ہے' جو اوپر بیان ہوا۔

اور اگر جب بانی وقف نے وہ جائیداد وقف کی' تو اس وقت اس کا اپنا کوئی بیٹا نہ تھا' البتہ اس کا "پوتا" موجود تھا' تو چونکہ وہ بھی اس کی اولاد شمار ہوتا ہے' لہٰذا وہی اس کا مستحق ہوگا۔ البتہ بیٹی کی اولاد (نواسے نواسیاں) اس کا قطعاً" مصداق نہ ہوگی۔ لیکن اگر اس کے ہاں اس کے بعد کوئی اولاد ہوگئی تو تب اس کا استحقاق اسی اولاد تک محدود ہو جائے گا اور پوتے / پوتیاں اس کے مستحق نہ رہیں گے۔

الخصاف کے مطابق اگر وقف کے وقت بانی وقف کے پوتے بھی موجود نہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوں تو اس کے پڑپوتے اس کے مستحق ہونگے تاہم یہ استحقاق ایک نسل سے دوسری نسل تک ممتد نہ ہوگا اور اگر وقف کے وقت اس کی اپنی یا اس کے بیٹوں اور پوتوں کی اولاد موجود نہ ہو' تو وقف کو دوسرے مصارف یعنی غرباء اور اہل حاجت وغیرہ کے لیے سمجھا جائے گا۔ (۵)

ب : اولاد اور اولاد کی اولاد :

اور اگر بانی وقف نے وقف کو دو درجوں یعنی اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد تک ممتد کیا اور کہا "میں نے' اس جاگیر کو اپنی اور اپنے بیٹے کی اولاد پر وقف کیا" تو ایسی صورت میں وقف کے وقت یا اس کے بعد' اس کی اپنی اور اس کے بیٹوں کی جو اولاد بھی موجود ہوگی' خواہ وہ مرد ہو یا عورت' وہ اس وقف سے استفادے کی مستحق ہوگی۔ اس صورت میں صحیح قول کی رو سے اس کی بیٹیوں کی اولاد بھی اس کی مستحق ہوگی۔

ج : تین درجوں کے لیے کوئی شی وقف کرنا :

اسی طرح اگر اس نے تین درجے وقف میں شامل کیے اور کہا "کہ میں نے یہ جاگیر اپنے بیٹوں' پوتوں اور پڑپوتوں کے لیے وقف کی" تو ان تین درجوں تک جتنے لوگ' مرد عورتیں' ہونگے وہ اس کی پیداوار میں سے حصہ پانے کے مستحق ٹھہریں گے۔ البتہ جب وہ تمام کے تمام فوت ہو جائیں گے' تو اس کے بعد "وقف" کا استحقاق غرباء اور اہل حاجت کی طرف لوٹ آئے گا۔

۳ ۔ بصورت تثنیہ:

اور اگر اس نے وقف کے وقت تثنیہ کا لفظ استعمال کیا' اور کہا کہ "میں نے اپنی یہ جاگیر اپنے ان دو بیٹوں اور ان کے بعد ان کی اولاد کے لیے وقف کی" تو اس صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ آیا اس کی اس وقت تمام اولاد وہی دو بیٹے تھے' یا ان کے علاوہ بھی اس کی اولاد موجود تھی؟

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اگر تو اس وقت اس کی وہی اولاد ہو' تو ایسی صورت میں اس وقف کے مستحق وہی دو بیٹے ہونگے' لیکن اگر ان میں سے کسی ایک نے وقف کو قبول نہ کیا یا وہ فوت ہو گیا' تو اس کا نصف حصہ فقراء اور مساکین پر صرف کیا جائے گا- اور جب دوسرا بیٹا بھی فوت ہو جائے گا تو تب ان کی اولاد اس کے منافع میں سے حصہ پانے کی مستحق ہو گی-

اور اگر اس وقت اس کی ان دو بیٹوں کے علاوہ بھی اولاد ہو' تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ آیا اس نے ان دو بیٹوں کا نام لیا ہے یا ان کی طرف اشارہ کر کے ان کی تعیین کی ہے یا تعیین نہیں کی-

تعیین ہونے کی صورت میں وہی دو بیٹے اور ان کی اولاد مذکورہ بالا طریقے سے وقف سے فائدہ اٹھانے کی حقدار ہو گی- لیکن اگر اس نے تعیین نہ کی ہو تو اس سے ان کی تعیین کرنے کو کہا جائے گا اور اگر وہ اس کی وضاحت کرنے سے قبل فوت ہو گیا' تو اس وقت تک اس وقف کے منافع کو روک رکھا جائے گا- جب تک کہ اس کے خاندان والے ان دو بیٹوں کی تعیین نہیں کر لیتے-

۳- بصورت جمع :

اور اگر بانی وقف نے وقف کرتے ہوئے جمع کا صیغہ استعمال کیا اور کہا "میں نے یہ جاگیر اپنی اولاد پر وقف کی" تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ آیا اس نے محض "اولاد" ہی کو اس کا مستحق قرار دیا ہے یا اولاد کی اولاد کو بھی مستحقین کے زمرے میں شامل کیا ہے-

اگر تو اس نے "اولاد" کی اولاد کو بھی مستحقین کی فہرست میں شامل کیا ہو' اور کہا ہو :

"میں نے اپنی فلاں جاگیر اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کے لیے وقف کی"

تو ایسی صورت میں ہر وہ شخص اس وقف سے استفادے کا حق دار ہو گا' جو بانی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وقف سے اولاد ہونے کی نسبت رکھتا ہو' خواہ اس کی یہ نسبت قریبی ہو' یعنی بیٹا یا بیٹی ہونے کی حیثیت سے یا یہ نسبت دور کی ہو (مثلاً پوتا پوتی) پھر خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی اور خواہ لڑکے کی اولاد ہو' یا لڑکی کی' ہر فرد اس میں سے حصہ پانے کا حقدار تصور ہوگا۔

اور اگر اس نے فقط ایک ہی درجہ یعنی محض اولاد کے ذکر پر اکتفا کیا اور کہا:

"میں نے یہ اراضی اپنی اولاد کے لیے وقف کی"

پھر اگر اس نے کچھ اولاد کی تعیین کر دی' تو اس کی تعیین کے مطابق عمل ہوگا اور فقط وہی اولاد اس میں سے حصہ دیئے جانے کی حقدار ہوگی' لیکن اگر اس نے ان کی تعیین نہ کی' تو بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں فقط اس کی حقیقی اور صلبی اولاد ہی حصہ دیئے جانے کی مستحق ہوگی اولاد کی اولاد نہیں' جبکہ بعض دیگر فقہا نے اس میں اولاد اور اولاد کی اولاد کو بھی شامل کیا ہے۔ جیسا کہ اوپر اولاد کی اولاد کے ضمن میں مذکور ہوا۔

لیکن اگر اس نے وقف تو الفاظ جمع کے ساتھ کیا' مگر اس کی اولاد فقط ایک فرد پر مشتمل ہو' تو آیا اس کی اس واحد اولاد کو پورے وقف کا منافع دیا جائے گا یا نہیں' بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ پورے منافع کا' جبکہ بعض دیگر فقہاء کے بقول وہ فقط نصف حصے کا حقدار ہوگا۔

اگر کسی نے "وقف" بیٹوں کے لیے کیا' تو اس میں اس کی بیٹیاں شامل ہونگی' لیکن اگر اس نے کوئی شی اپنی بیٹیوں کے لیے وقف کی' تو اس میں اس کے بیٹے شامل نہ ہونگے۔ (۶)

۴۔ کسی کا اپنی نسل' اولاد' عقب' آل اور اہل قرابت وغیرہ پر کوئی شی وقف کرنا:

الف: لفظ نسل اور اولاد (ذریتہ):

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اگر کسی نے کوئی شی اپنی نسل اور اولاد (ذریت) کے لیے وقف کی' تو اس کا وقف کرنا درست ہوگا' اور اس میں بانی وقف کی اولاد اور اولاد (بیٹے بیٹیوں) کی اولاد شامل ہوگی۔

ب۔ لفظ عقب:

اگر کسی نے کوئی شی اپنے عقب (وارثوں) پر وقف کی' تو اس میں ہر وہ شخص داخل تصور ہوگا جو باپ کی طرف سے بانی وقف سے قرابت کا حامل ہو' لہٰذا اس میں بیٹے اور بیٹوں کی اولاد نیچے تک شامل ہوگی' البتہ لڑکیوں کی اولاد اس میں شامل نہ ہوگی۔ "اولاد ظہور" (پشتوں کی اولاد) کا بھی وہی حکم ہے' جو لفظ عقب کا ہے۔

ج: لفظ آل' جنس اور اہل بیت کا حکم:

اگر اس نے کوئی شئی اپنی آل' جنس یا اپنے اہل بیت پر وقف کی تو ایسی صورت میں وقف کے مستحقین میں بانی وقف کی تمام اولاد اور نیچے تک اس کے پوتے وغیرہ اور اسی طرح اس کے وہ آباء و اجداد جنہوں نے اسلام کا زمانہ پایا' خواہ وہ مسلمان ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں' وہ سب اس میں شامل سمجھے جائیں گے۔ لہٰذا اگر اس نے ان کے مسلمان ہونے کی شرط نہ رکھی' تو اس فہرست میں مسلم اور غیر مسلم دونوں یکساں تصور ہونگے۔

د: لفظ اقربا یا ذی قرابت یا ذی ارحام وغیرہ:

اور اگر بانی وقف نے کوئی شئی اپنے رشتے داروں (اقرباء' ذی قرابت' ذو ارحام) پر وقف کی' تو اس کے تحت بانی وقف کے حقیقی باپ اور اس کی حقیقی اولاد کے سوا' اس کے ماں باپ اور دونوں کی طرف سے تمام رشتے دار شامل ہونگے' ماں باپ اور حقیقی اولاد کے خارج ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عرفاً انہیں "اقرباء" نہیں کہا جاتا۔ یہ امام ابو حنیفہؒ و ابو یوسفؒ کا مسلک ہے۔ جبکہ امام محمدؒ انہیں بھی اقرباء کی فہرست میں شامل قرار دیتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یوں تو دور و نزدیک کے تمام رشتے دار ہی' زیر نظر صورت میں مستحق تصور ہوتے ہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ نے رشتے داروں کو درجہ بدرجہ اس کا مستحق قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی نے کوئی شے اپنی رشتہ داروں کے لیے وقف کی' اور اس وقت اس کے دو چچا اور دو خالائیں موجود تھیں تو صاحبین کے نزدیک یہ چاروں افراد حقدار ہونگے۔ مگر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک فقط اس کے چچا مستحق ہونگے خالائیں نہیں۔ مگر چونکہ اقرباء کا لفظ امام صاحب کے نزدیک دو سے کم افراد کے لیے مستعمل نہیں ہوتا' لہٰذا اگر اس کا ایک چچا اور دو خالائیں ہو' تو دونوں میں نصف نصف حصہ تقسیم کیا جائے گا۔

ھ : ہمسایوں کے لیے کوئی شئی وقف کرنا :

اگر کوئی شئی ہمسایوں کے لیے وقف کی گئی ہو' تو اس سے مراد فقط وہی ہمسائے نہ ہونگے' جن کی دیواریں اس کے مکان کے ساتھ متصل ہوں' بلکہ اس سے مراد وہ تمام لوگ ہیں۔ جو اس کے مکان کے آس پاس رہتے ہیں' خواہ وہ بہت قریب رہتے ہوں یا کچھ فاصلے پر' پھر خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم' پھر خواہ وہ ایک ہی مسجد میں نماز ادا کرتے ہوں یا دو چھوٹی چھوٹی مساجد میں (بڑی مساجد کی صورت میں حکم مختلف ہوگا)۔

اگر بانی وقف اس محلے سے منتقل ہو کر کسی اور محلے میں یا کسی دوسرے شہر میں چلا جائے' تو اس کا وقف بھی اس کے ساتھ ہی منتقل ہو جائے گا اور اب اس کے پرانے ہمسایوں کے بجائے نئے ہمسائے' اس کے مستحق ہونگے۔

و : فقراء اور اہل حاجت :

جیسا کہ سطور بالا میں بیان ہوا' وقف کے اصل مستحق تو فقراء اور اہل حاجت ہیں' لہٰذا اگر کسی "وقف" کے مستحقین باقی نہ رہیں' یا وہ وقف شروع ہی سے فقراء اور اہل حاجت کے لیے قائم کیا گیا ہو' تو ان دونوں صورتوں میں فقراء ہی اس کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مستحق ہونگے۔

"فقیر" کے لفظی معنی "حاجت مند" اور "ضرورت مند" کے ہیں' اور اس سے مراد وہ شخص ہے' جو اپنے فقر کی بنا پر مستحق زکواۃ ہو۔ یعنی اس کے پاس نہ تو "نصاب زکواۃ" کے مطابق مال ہو' اور نہ ہی اس کے پاس کرائے پر دینے کے لیے کوئی مکان موجود ہو' ایسی صورت میں وہ اس وقت تک زکواۃ اور "وقف" کے منافع کا مستحق نہ ہوگا جب تک وہ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے مصرف میں نہ لے آئے اور اس کے پاس نصاب زکواۃ کے مساوی رقم بھی باقی نہ رہے۔ تاہم سکونتی مکان اس سے مستثنیٰ ہے۔

ھلال الرای نے فقیر کی تعریف یہ کی ہے کہ "ہر وہ شخص کہ جس کے اخراجات کی کفالت اس کے مالدار رشتے داروں پر ضروری نہ ہو"۔ چنانچہ چھوٹے بچے' عورتیں اور معذور افراد اس لیے "فقیر" نہیں ہیں کیونکہ ان کی کفالت ان کے والدین اور دادا وغیرہ کے ذمہ ضروری ہے۔ لہٰذا اگر کسی شخص کا بیٹا مالدار ہے' تو وہ بھی غنی شمار ہوگا اور اگر کسی عورت کا بیٹا یا اس کا خاوند مالدار ہے' تو وہ عورت بھی مالدار ہی شمار ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی بچے ر بچی کا باپ مالدار ہے' تو وہ بچہ ر بچی بھی مالدار ہی شمار ہونگے۔ تاہم ان رشتے داروں کے علاوہ دیگر رشتے داروں کا مالدار ہونا کس کے مالدار ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔

پھر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک "فقیر" وہ شخص ہے جس کے پاس دو سو درہم کے مساوی رقم ر سونا چاندی موجود نہ ہو' بصورت دیگر وہ فقیر شمار نہ ہوگا۔ جبکہ امام ابو یوسفؒ پچاس درھموں کے مالک کو غنی شمار کرتے ہیں۔ مقدار نصاب میں یہ اختلاف یا تو مختلف اوقات پر محمول ہے یا پھر مختلف اشیاء کے اختلاف پر' بہرحال ہمارے اس زمانے میں چاندی کا نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی' یا اس کی قیمت) معتبر ہوگا۔ اور چونکہ چاندی کی قیمت ہر روز تبدیل ہوتی رہتی ہے' اس لیے اسے کسی ایک مقدار کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا۔ (۷)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھر اگر اس کی اپنی اولاد' اس کے قریبی رشتے داروں یا اس کے ہمسایوں میں سے کوئی شخص فقیر یعنی محتاج ہو جائے' تو اسکا حق دوسروں سے مقدم ہوگا اور اسے دوسروں سے پہلے وقف میں سے حصہ دیا جائے گا۔

پھر کسی کا "فقیر" ہونا اس وقت معتبر ہوگا' جب مذکورہ اراضی سے پیداوار حاصل ہوئی ہو' لہٰذا اگر کوئی شخص اس سے قبل مالدار ہو' یا اس کے بعد مالدار ہو جائے' تو اس کا مالدار ہونا معتبر نہ ہوگا۔

چونکہ فقہاء نے مقدار نصاب کا تخمینہ دو سو درہم مقرر کیا ہے۔ لہٰذا یہ بھی صراحت کی گئی ہے کہ کسی بھی شخص کو دو سو درھموں سے زیادہ نہ دیا جائے۔ اگر ہمارے زمانے میں بالفرض "نصاب زکواۃ" کی مالیت تین ہزار روپے بنتی ہو' تو گویا "وقف" کے خزانے سے کسی بھی شخص کو اس سے زیادہ امداد نہ دی جاسکے گی اور چونکہ نصاب کی مقدار میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے یہ "تخمینہ" بھی کم و بیش ہوتا رہے گا۔ (۸)

۴: متفرقات:

۱۔ اگر کسی شخص نے کوئی جائیداد اپنے فقیر رشتہ داروں پر وقف کی' اور اس کے ضرورت مند رشتہ دار اس شہر یا قریہ کے باہر بھی ہوں' تو اس وقف کے منافع اس شہر میں موجود رشتہ داروں تک محدود رہیں گے' تاہم اگر متولی وقف نے اس کے منافع شہر سے باہر کسی اور جگہ موجود رشتہ داروں میں تقسیم کے لیے ارسال کر دیئے' تو اس پر ضمان نہ ہوگی۔ (۹)

۲۔ اگر اس نے یہ کہا ہو کہ یہ جائیداد "میرے ضرورت مند رشتے داروں" پر وقف ہے' تو اس صورت میں اس کے قریب ترین رشتہ دار سے منافع کی تقسیم کا آغاز ہوگا اور درجہ بدرجہ ہر ایک کو دو سو درہم (یا مروجہ نصاب زکواۃ کے مساوی) حصہ دیا جائے گا۔ مثال کے طور پر اگر کل پیداوار کی مالیت تین سو درھم ہو' تو اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے قریب ترین رشتے دار کو دو سو درہم اور دوسرے درجے کے رشتے دار کو ایک سو درہم دیئے جائیں گے اور باقی تمام رشتے دار محروم رہیں گے۔

۳۔ اگر کسی شخص نے اپنی جائیداد اپنے نیک (صالح) غریب رشتے داروں کے لیے وقف کی، تو صالح سے مراد وہ شخص ہوگا، جو حیادار، صحیح طریقے پر کاربند، دوسروں سے برائی دور کرنے والا، محفوظ کنارے میں رہنے والا، کم شر والا ہو، اور نہ تو بدنام ہو اور نہ ہی مشکوک، وہ نہ تو پاکباز عورتوں پر اتہام بازی کرتا ہو اور نہ ہی جھوٹ بولنے میں بدنام ہو۔ تو ایسا شخص نیک و صالح شمار ہوگا۔ اسی طرح اگر اس نے "صالح" کے بجائے "اہل خیر" یا اہل عفاف (عفت و پاک دامنی) کہا، تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (۹)

تعلیقات و حواشی

۱۔ البقرہ، ۲: ۲۶۸

۲۔ یہاں اس بات کا ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا کہ حکومت پاکستان نے "عشر" کے نفاذ میں پیداوار کے بجائے اراضی کے رقبے کو اساس بنایا ہے۔ مثال کے طور پر چار ایکڑ اراضی تک عشر معاف ہے۔ اس سے اگر زیادہ پیداوار ہو، تو اس پر عشر واجب ہوتا ہے۔ جبکہ شرعاً" اس کی اساس اس کے رقبے پر نہیں، بلکہ پیداوار پر ہے۔

۳۔ احکام الوقف، ص ۲۱۲۔ ۲۱۴

۴۔ فتاوای عالمگیری، ۲: ۳۷۱۔ ۳۷۴

۵۔ کتاب الوقف، ص ۱۴۸۔ ۱۴۹

۶۔ کتاب الوقف، ص ۱۵۲۔ وجہ یہ ہے کہ اس کا مدار عرف پر ہے اور چونکہ عرفاً بیٹے (بنین) کا لفظ دونوں اصناف کے لیے بولا جاتا ہے، مگر بیٹیاں صرف صنف نازک کو کہتے ہیں لہٰذا یہ تاویل مناسب ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۷ - ایضاً" : ۵۸ - ۷۱

۸ - فتاوای عالمگیری' : ۲ : ۳۸۵

۹ - فتاوای عالمگیری- ۲ : ۳۸۵- جہاں اس نوع کی دیگر جزئیات پر بھی بحث کی گئی ہے-

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب دہم

احکام مساجد

الفاظ وقف:

"مساجد" کے لیے قائم کیے جانے والے اوقاف چونکہ خصوصی تقدس رکھتے ہیں' اس لیے ان کے بعض احکام میں عام اوقاف سے تفاوت پایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں تمام ائمہ بشمول امام ابو حنیفہؒ اس بات پر متفق ہیں کہ جب بھی کوئی زمین کا قطعہ مسجد کے لیے وقف کر دیا جائے اور اس میں بانی وقف کی اجازت سے اذان کہہ دی جائے یا نماز پڑھی جائے' تو وہ جگہ شرعاً" و قانوناً" "مسجد" ہو جاتی ہے اور اس کے لیے کسی حاکم ر قاضی کے فیصلے یا بانی وقف کی وفات کی قطعاً" شرط نہیں ہے۔ اس کے باقی احکام کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ مسجد کے وقف کے لیے یہ کہنا بھی لازم نہیں ہے کہ "میں نے اسے مسجد بنایا" یا اسی طرح کا کوئی اور جملہ۔ بلکہ جیسے ہی وہ اس جگہ میں لوگوں کو نماز کے لیے آنے کی اجازت دے گا اور اسے نماز کے لیے خالی کر دے گا' تو وہ جگہ مسجد ہو جائے گی اور اس پر مسجد کے احکام نافذ ہو جائیں گے۔

لیکن اگر مالک نے صحیح طریقے سے اسے مسجد کے لیے خالی نہ کیا' مثال کے طور پر اس نے مسجد کے اوپر ذاتی رہائش کے لیے کوئی مکان بنا لیا' یا اشیاء جمع رکھنے کے لیے کوئی گودام (Store) وغیرہ بنایا ہوا ہو' تو چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حق کے لیے اس جگہ کا خالی ہونا نہیں پایا گیا۔ اس لیے اس کا مسجد ہونا درست نہ ہو گا۔ تاہم اگر اس جگہ امام کی رہائش ہو' یا مسجد کا سامان رکھا جاتا ہو' تو مضائقہ نہیں' بشرطیکہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسجد کے اوپر بنا ہوا مکان، "مسجد" بنائے جانے سے قبل کا ہو، اس لیے کہ "مسجد" مکمل ہو جانے کے بعد مسجد کے اوپر نہ تو امام کے لیے کوئی رہائش گاہ بنائی جاسکتی ہے اور نہ ہی اشیاء جمع رکھنے کے لیے کوئی گودام ہی بنایا جاسکتا ہے۔ (۱)

تاہم صاحبین (امام ابو یوسفؒ و محمدؒ) سے دوسری روایت کے مطابق، بالخصوص گنجان آبادیوں میں اس کی اجازت ہے۔

۲۔ گھر کے وسط میں مسجد کا حکم:

اگر کسی شخص نے اپنے گھر، حویلی کے درمیان میں مسجد بنا دی اور لوگوں کو اس میں داخل ہو کر نماز ادا کرنے کی اجازت دے دی، تو امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر تو اس نے اس جگہ تک کے راستے کو بھی مسجد کے لیے وقف کیا، تو **فبہا** ورنہ وہ مسجد نہ ہوگی اور اس کی موت کے بعد اس کے ورثہ اس کو فروخت کر سکیں گے اور اس کا **ھبہ** بھی درست ہوگا۔ جبکہ **صاحبین** فرماتے ہیں کہ خواہ وہ اس کی شرط رکھے یا نہ رکھے، بہرصورت وہ مسجد ہوگی اور راستہ دینا "بانی مسجد" کی ذمہ داری ہے۔ (۲)

۳۔ وقتی مسجد:

اگر کسی شخص کے پاس کوئی خالی قطعہ اراضی پڑا ہو اور اس نے لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دی۔ تو یہ اجازت یا تو ہمیشہ کے لیے ہوگی، یا کچھ وقت کیلئے مثلاً ایک ماہ یا چھ ماہ یا سال وغیرہ کے لیے۔ اگر تو اول الذکر صورت ہو، تو وہ مسجد شمار ہوگی اور اس کی موت کے بعد اس کے ورثہ کو، اس کی وراثت منتقل نہ ہوگی۔ البتہ دوسری صورت میں وہ جگہ بدستور "بانی وقف" کی ملکیت رہے گی۔ جو اس کی وفات کے بعد بانی وقف کے وارثوں کو منتقل ہو جائے گی۔

۴۔ قریب المرگ مریض کا مسجد بنانا:

اگر کسی قریب المرگ مریض نے کوئی جگہ مسجد کے لیے دینے کا اعلان کیا، اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد اس کی وفات ہو گئی' مگر وہ جگہ اس کے کل ترکے کے ۳؍۱ حصہ سے زائد ہو' اور اس کے وارث اس جگہ کے "مسجد" بنائے جانے کی اجازت نہ دیں' تو اس جگہ کا مسجد ہونا باطل ہو جائے گا۔ اور وہ جگہ اس کے وارثوں کی ملکیت قرار پائے گی۔ کتاب الوصیت کے مطابق کل ترکے کے ۳؍۱ میں مسجد جائز ہوگی اور زائد ورثا کو وراثتاً منتقل ہو جائے گی۔

۵۔ جناز گاہ اور عید گاہ کا حکم:

فقہاء کے نزدیک جناز گاہ اور عید گاہ کا بھی وہی حکم ہے' جو عام مساجد کا ہے۔ یعنی جس طرح "مسجد" کی جگہ ایک دفعہ نماز ادا کرنے یا اذان دینے سے مسجد قرار پا جاتی ہے' اسی طرح جناز گاہ اور عید گاہ کے مقامات کا بھی یہی حکم ہے' البتہ جناز گاہ میں جنبی کے داخلے کا حکم "مختلف فیہ" ہے۔

۶۔ صحن میں عمارت اور عمارت کو صحن بنانے کا حکم:

اگر کسی مسجد کی انتظامیہ صحن میں مسجد اور مسجد کی جگہ میں صحن بنانا چاہے' تو انہیں اس کی اجازت ہے' اگر اختلاف ہو جائے' تو فنی اور تکنیکی معاملات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مشہود لم بالخیر کی اکثریت کے مطابق فیصلہ کر لیا جائے۔

۷۔ راستے میں مسجد بنانا:

فتاوای عالمگیری میں المنتقی کے حوالے سے امام محمدؒ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ کھلے اور چوڑے راستے پر مسجد بنانا جائز ہے۔ بشرطیکہ مسجد بنانے سے لوگوں کے گزرنے میں رکاوٹ نہ ہو۔ اسی طرح اگر اہل محلّہ علاقے میں سے گزرنے والی کسی سڑک پر مسجد بنانا چاہیں' بشرطیکہ اس سے لوگوں کو تکلیف نہ ہوتی ہو' تو اس کی بھی اجازت ہے۔ اسی طرح اگر مسجد کی توسیع کے لیے راستے میں سے کچھ حصہ شامل کر لیا جائے' بشرطیکہ اس سے گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہوتی ہو' تو یہ بھی جائز ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳) تاہم مسجد کو یا اس کے کسی حصے کو سڑک یا راہ گزر بنانا جائز نہیں ہے۔

۸ ۔ بانی مسجد کی غلط شرائط :

اگر بانی وقف نے مسجد بناتے وقف غلط اور ناجائز شرائط رکھیں، تو "مسجد" کا بنانا جائز، مگر اس کی شرائط باطل ہونگی۔ مثال کے طور پر اگر اس نے کہا کہ "مجھے اس جگہ کے مسجد بنانے سے متعلق خیار شرط ہوگا" یا اس مسجد میں صرف اسی محلے کے لوگ یا فلاں طبقے کے لوگ ہی نماز ادا کر سکتے ہیں، دوسرے نہیں، یا اس نے اسی طرح اس کے بعض حقوق اپنے پاس رکھنے چاہے، تو اس کی یہ تمام شرائط باطل ہونگی اور "مسجد" کا بنانا جائز ہوگا۔

۹ ۔ مسجد کا قبضہ :

اگر کسی شخص نے "مسجد" کا قطعہ "متولی" یا ناظر وقف کے سپرد کر دیا، تو اس میں نماز اور اذان ہونے سے پہلے وہ قطعہ مسجد کہلانے کا حقدار ہوگا ؟ یا نہیں۔ اس کے متعلق مشائخ کے مابین اختلاف ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ دیگر اوقاف کی طرح تسلیم و قبضہ دیئے جانے سے وہ جگہ "مسجد" ہو جائے گی، جبکہ بعض دیگر فقہاء کا قول ہے کہ محض تسلیم (سپرداری) کافی نہیں، بلکہ اس میں نماز کا ہونا یا اذان کا دیا جانا ضروری ہے۔

پھر اگر "نماز" کے قیام کی شرط تسلیم کی جائے، تو آیا تنہا نماز ادا کرنا کافی ہوگا یا باجماعت نماز ضروری ہوگی، امام ابو حنیفہؒ سے حسن (بن زیاد) کی روایت ہے کہ باجماعت نماز ضروری ہوگی۔ جبکہ دوسری روایت کی رو سے بانی وقف کے علاوہ کسی اور شخص کی تنہا نماز بھی کافی ہوگی۔

۱۰ ۔ حق انتظام و خطابت و امامت :

پھر بانی وقف اور اس کی اولاد، اس مسجد کے انتظام و انصرام، اس کی خطابت و

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امامت، اس میں اذان دینے اور اس کی تعمیر نو کرنے یا مذکورہ بالا افراد کو نامزد کرنے کے زیادہ اہل ہونگے۔ الایہ کہ اہل محلّہ نے کسی ایسے شخص کو نامزد کیا ہو، جو بانی وقف کے نامزد کردہ فرد سے زیادہ بہتر ہو۔ (۴)

۱۱۔ ویران اور غیر آباد مسجد کا حکم:

اگر کوئی مسجد، لوگوں کے چلے جانے یا بستی کے اجڑ جانے یا کسی وجہ سے مسلمانوں کی نقل مکانی کی وجہ سے ویران اور غیر آباد ہو جائے اور وہاں اس مسجد کی ضرورت باقی نہ رہے، تو اس مسجد کا کیا حکم ہوگا؟

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جو جگہ ایک بار مسجد بن جائے، تو تاقیامت مسجد ہی رہے گی، اسے نہ تو کسی اور مصرف میں لایا جاسکتا ہے اور نہ ہی اسے فروخت کیا جاسکتا ہے۔ فتاوای عالمگیری کے مطابق فتوای اسی قول پر ہے۔ (۵)

البتہ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں اگر تو بانی وقف زندہ ہو، تو اس مسجد کی جگہ اس کی، ورنہ اس کے ورثہ کی ملکیت میں لوٹ آئے گی، اور ان کے لیے اس کو فروخت کرنا اور اس کی قیمت کو اپنے مصرف میں لانا جائز ہوگا۔ لیکن اگر اس کے بانی یا اس کے ورثہ کا پتا نہ ہو، تو اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت کو کسی دوسری مسجد کے مصرف میں لایا جاسکتا ہے۔ (۶) اس قول پر اگرچہ متاخرین کے ہاں عمل نہیں ہے۔ لیکن خصوصی حالات میں استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر، پاکستان میں موجود غیر آباد مسجدیں یا مثال کے طور پر مشرقی پنجاب اور مغربی بنگال میں موجود ہزار ہا مساجد کے لیے اس حکم سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ وہاں نہ تو مسلمانوں کا کنٹرول اور قبضہ رہا ہے اور نہ ہی ان مساجد کے آس پاس مسلمان موجود رہے ہیں۔ لہٰذا ان حالات میں امام محمدؒ کے مذکورہ قول پر عمل کرنا مفید ثابت ہوسکتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لطیفہ:

اس ضمن میں' بطور لطیفہ یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ امام محمدؒ کا گزر ایک "کوڑے خانہ" سے ہوا' تو انہوں نے اپنے شاگردوں کی طرف منہ کر کے فرمایا "یہ امام ابو یوسفؒ کی مسجد ہے" ان کا مقصد یہ جتلانا تھا کہ پھر اس طرح کے حالات بھی پیدا ہو سکتے ہیں' جو اس کوڑے خانہ کے نظر آتے ہیں۔

اسی طرح امام ابو یوسفؒ ایک کوڑے خانے سے گزرے' تو انہوں نے بھی یہی قول دہرایا اور فرمایا کہ "یہ امام محمدؒ کی مسجد ہے" ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر مسجد کو کسی کی ملکیت قرار دے دیا جائے' تو پھر اسی طرح کی صورت حال پیدا ہوتی ہے جو اس کوڑے خانہ کی نظر آتی ہے۔ (۷)

یہی اختلاف سرائے' حوض' سبیلوں' کنووٗں وغیرہ کے متعلق ہے کہ جب وہ آباد نہ رہیں' تو امام محمدؒ کے نزدیک ان کا وقف ہونا باطل ہو جاتا ہے' جبکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہیں۔ جو اختلاف مسجد کی جگہ کے متعلق مذکور ہوا' یہی اختلاف مسجد سے متعلق دوسری اشیاء' مثلاً دریوں' صفوں اور دیگر سامان کے متعلق ہے۔ کہ یہ تمام اشیاء بوسیدہ اور غیر مستعمل ہونے کی صورت میں سابق مالک کی طرف لوٹ جائیں گی۔ لیکن اگر سابق مالک موجود نہ ہو اور اہل محلّہ اس کو صدقہ کرنا چاہیں' تو اگر تو اس کی بازار میں کوئی قیمت ہو' تو انہیں اس کی اجازت نہ ہوگی' لیکن اگر اس کی مارکیٹ میں کوئی قیمت نہ ہو' تو ان کے صدقہ کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔

مسجد سے اکھیڑے جانے والی گھاس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر تو اس کی قیمت ہو' تو اسے بلاقیمت کسی کو دینا جائز نہ ہوگا اور اگر اس کی کوئی قیمت نہ ہو' تو کسی کو مفت دینے میں کوئی حرج نہیں۔ یہی حکم مسجد میں موجود درختوں کے پھلوں' پھولوں اور دوسری اشیا کا ہے' کہ اگر تو ان کی بازار میں قیمت ہو' تو انہیں "مفت" لے جانا یا کسی کو دے دینا جائز نہیں ہے' البتہ اگر قیمت نہ ہو' تو کوئی حرج نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسجد کے ساز و سامان کو استعمال کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔ کہ اگر مسجد میں کسی نے کوئی شی فقط نمازیوں کے لیے لگوائی ہو' تو اسے کسی دوسرے شخص کے استعمال اور مصرف میں لانا درست نہ ہو گا۔ (۸) لیکن اگر وہ شی نماز کے ساتھ مختص نہ ہو' تو اس سے نماز کے علاوہ بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور اگر مسجد کی لائٹ (Light) اور پنکھوں یا ایئرکنڈیشن چلانے وغیرہ کا یہی حکم ہے کہ اگر ان اشیاء کی تنصیب برائے نماز ہو' تو بغیر نماز کے ان سے فائدہ اٹھانا جائز اور درست نہ ہو گا۔

تعلیقات و حواشی

۱۔ احکام الوقف' : ۱۶۹

۲۔ فتاوای عالمگیری' ۲ : ۴۵۵

۳۔ ایضاً" ' ۲ : ۴۰۶

۴۔ کتاب الوقف' : ۱۷۰۔ ۱۷۱

۵۔ فتاوای عالمگیری' ۲ : ۴۶۳

۶۔ کتاب الوقف' : ۱۷۲

۷۔ ایضاً" ' : ۱۷۳

۸۔ فتاوای عالمگیری' ۲ : ۴۰۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب یازدہم

"دعویٰ وقف"

"وقف" کے ضمن میں دیگر مباحث کے ساتھ "وقف کے دعوے" کی بحث بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ وقف کے دعوے سے مراد یہ ہے کہ "وقف" سے متعلق یا اس سے غیر متعلق افراد سے کوئی شخص کسی دوسرے پر یہ دعویٰ کرے کہ اس کی فلاں زمین "موقوفہ" ہے یا یہ کہ اس کے مستحقین میں سے وہ شخص یا فلاں شخص بھی شامل ہے' جسے نظر انداز کیا گیا ہے' یا بانی وقف کے رشتہ داروں میں سے کوئی شخص "وقف" کی عدم صحت کا مقدمہ دائر کر دے ان تمام صورتوں میں باقاعدہ عدالتی کارروائی ہوتی ہے' جس کی بعض تفصیلات ذیل میں بیان کی جا رہی ہیں :

۱۔ دعویٰ :

وقف کے جملہ مقدمات پر کارروائی ہونے کے لیے اولین شرط دعویٰ ہے۔ اگر دعویٰ نہ ہو' تو شہادت وغیرہ قسم کی کارروائی غیر ضروری اور غیر مناسب ہو جاتی ہے۔ اس ضمن میں الذخیرہ میں ایک رہنما اصول بیان کیا گیا ہے' یعنی یہ کہ :

"كل وقف هو حق الله تعالى فالشهادة عليه صحيحة بدون الدعوى و كل وقف هو حق العباد فالشهادة عليه لاتصح بدون الدعوى" (۱)

(ہر وہ وقف جو اللہ تعالیٰ کا حق ہو' اس کے متعلق بغیر دعوی کے بھی شہادت لینا جائز ہے اور جو "وقف" بندوں کا حق ہو' اس کے خلاف بغیر دعوی کے شہادت لینا درست

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں)۔

اس طرح گویا وقف کے مقدمات کو اصولی طور پر دو حصوں میں بانٹ دیا گیا:
اولاً" وہ اوقاف جو خالصتہ" اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق ہیں' مثلاً مساجد' قبرستان' عیدگاہیں وغیرہ۔ تو ان کے متعلق قاضی یا حاکم از خود بھی کسی ٹھوس شہادت ملنے کی بنا پر' فیصلہ کرنے کا مجاز ہے' مگر وہ اوقاف جو حقوق العباد سے متعلق ہیں' مثلاً رشتہ داروں' غرباء اور مساکین کے لیے' قائم کیا گیا کوئی وقف تو اس کے متعلق' جب تک کسی کی جانب سے کوئی دعوی نہ ہو' قاضی کو ازخود فیصلہ کرنے اور مقدمہ سماعت کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

یہ "دعویٰ" خود بائع (بانی وقف) کی جانب سے بھی ہو سکتا ہے کہ وہ "اراضی" فروخت کرنے کے بعد عدالت میں اس "اراضی" کے وقف ہونے کا دعوی کر دے' اور یہ کہے کہ "یہ جگہ تو فلاں مسجد کے لیے وقف تھی" اور اس کے ثبوت کے لیے کوئی شہادت بھی پیش کر دے' تو عدالت اس کا دعوی سماعت کرنے اور "بیع" کو فسخ کرنے کی مجاز ہوگی۔ لیکن اگر اس نے ملکیت کا دعوی کرنے کے بعد یہ دعوی کیا کہ یہ "جائیداد" اس کے باپ نے اس پر وقف کر دی تھی' تو اس کا یہ دعوی قابل قبول نہ ہوگا۔ اس لیے کہ اس میں اس کی ذاتی غرض نظر آتی ہے۔ اسی طرح اگر اس نے پہلے اس جگہ کو "وقف" قرار دیا اور بعدازاں اسے اپنی مملوکہ میراث قرار دینا چاہا' تو اس کا یہ دعوی قابل سماعت نہ ہوگا۔

اسی طرح اگر مشتری (خریدار) نے دعوی کیا کہ اس نے فلاں شخص سے جو جگہ خریدی ہے' وہ جگہ تو فلاں شخص نے مسجد کے لئے وقف کی تھی' تو اسے "مذکورہ" دعوی کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا' یہ دعوی مذکورہ وقف کے "متولی" کی جانب سے ہونا چاہئے اور اگر کسی وقف کا کوئی متولی نہ ہو' تو قاضی اپنی طرف سے کسی کو "متولی" نامزد کر سکتا ہے' اور اس کا نامزد کردہ یہ متولی قاضی کی عدالت میں دعوی کرنے کا مجاز ہوگا۔ (۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھر وقف کے متعلق "صحت دعوی" کے لیے لازم ہے' کہ دعوی میں "وقف" کی حدود اربعہ کی بھی تعیین اور تحدید کی جائے' تاہم اگر وہ جگہ اتنی معروف ہو' کہ لوگ اس کا نام لیتے ہی اسے پہچان جاتے ہوں' تو اس کے دعوی میں حدود اربعہ کی تعیین ضروری نہ ہوگی' "دعوی وقف" کے باقی احکام وہی ہیں' جو دیگر فوجداری یا دیوانی مقدمات کے ہیں۔

ب۔ مدعی و مدعی علیہ :

اس ضمن میں ایک اہم بحث مدعی (Claimer 'Claiment) اور مدعی علیہ (Defendant) سے متعلق ہے' کہ کون شخص بطور مدعی عدالت میں دعوی (Claim) پیش کرنے کا مجاز ہے۔ اس سلسلے میں بیشتر مقدمات میں شریعت نے "وقف" کے حق میں' یا "وقف" کے خلاف جملہ معاملات میں وقف کے متولی ر ناظر (Administrator) ہی کو مدعی اور مدعی علیہ ہونے کا حق دیا ہے اور وقف کے حق میں یا اس کے خلاف مقدمات میں کوئی اور شخص نہ تو مدعی بننے کا حق رکھتا اور نہ ہی مدعی علیہ۔

یہ متولی خواہ وقف کے مستحقین کی فہرست میں شامل ہو' یا نہ ہو' اور خواہ اس کی تعیناتی بانی وقف نے کی ہو یا قاضی ر حاکم نے اپنے خصوصی اختیارات کے تحت کی ہو' بہرصورت وہی دعوی کرنے یا اس کے خلاف دعوی کیے جانے کا حقدار ہے۔ للذا کوئی ایسا مستحق جو نہ تو متولی ہو اور نہ ہی قاضی کی جانب سے دعوی کرنے میں اجازت یافتہ ہو' وقف کے حق میں یا اس کے خلاف دعوی کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی "وقف" کا فقط وہی ایک مستحق ہو' تو بعض فقہاء نے اسے "وقف" کے حق میں "مدعی" بننے کا حق دیا ہے۔

یہ حکم اس صورت میں ہے جب دعوی ناظر ر متولی کے علاوہ کسی اور شخص پر کیا جا رہا ہو' لیکن اگر خود متولی ر ناظر (Administrator) کے خلاف کیا جا رہا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو' اور یہ دعوی "استحقاق" سے متعلق ہو' تو ایسی صورت میں خواہ اسے قاضی کی جانب سے اجازت ہو یا نہ ہو' ہر مستحق اس دعوے میں فریق اول (مدعی) بن سکتا ہے۔

لیکن اگر اس کا یہ دعوی اس کے ذاتی حق سے متعلق نہ ہو' بلکہ وقف کے عمومی معاملات (General Affairs) کے ساتھ متعلق ہو' مثال کے طور پر متولی کی جانب سے امور وقف میں غفلت و لاپرواہی' یا خیانت' یا وقف کی شرائط کی خلاف ورزی' یا کوئی دیگر ایسا معاملہ جس میں اس کی معزولی ضروری ہو' پائی جائے تو اس میں مقدمہ کا فریق اول بننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ قاضی سے اس معاملے میں "مدعی" بننے کی اجازت لے۔ اور قاضی کی اجازت کے بغیر پیش کیا ہوا دعوی قابل سماعت نہیں ہوتا۔

اسی طرح اگر مستحقین میں سے کسی شخص نے یہ دعوی کیا کہ فلاں جگہ' فلاں شخص نے فلاں فلاں لوگوں پر وقف کی تھی' جس میں مدعی بھی شامل ہے اور اسے فلاں شخص نے غصب کر لیا ہے' تو ایسے دعوی کا نہ تو مدعی علیہ پر جواب دینا ضروری ہے اور نہ ہی قاضی پر ایسے دعوی کی سماعت لازم ہے۔

یہاں شریعت نے یہ اجازت بھی دی ہے کہ اگر "مدعی" یا مدعی علیہ ایک سے زیادہ اشخاص ہوں' تو ان میں سے کوئی ایک دوسرے رفقاء کی اجازت سے' اس کا دعوی پیش کرنے یا مدعی علیہ کے طور پر جواب دعوی داخل کرنے کا مجاز ہوگا۔ مثال کے طور پر اگر کسی وقف کے ناظر متعدد ہوں اور وہ باہم مشورہ کر کے کسی ایک شخص کو اپنا نمائندہ منتخب کر لیں' تو یہ منتخب نمائندہ ان سب کی طرف سے "مدعی" بننے یا "مدعی علیہ" ہونے کا حقدار ہوگا' اسی طرح اگر یہ دعوی مستحقین کی جانب سے متولی پر کیا جا رہا ہو' تو وہاں بھی یہی حکم ہوگا۔ (۳)

اسی طرح اگر کسی وقف کے دو حصے ہوں' ان میں سے ایک حصے کا منتظم موجود اور دوسرے کا غائب (Obsent) ہو' اور دونوں اوقاف کی نوعیت ایک جیسی ہو' اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مدعی کے دعوی اور گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہو کہ یہ دونوں اوقاف فلاں شخص نے فلاں مقصد کے لیے وقف کیے تھے' تو اس صورت میں "حاضر شخص" غائب شخص کا قائم مقام ہوگا اور عدالت دونوں کے خلاف فیصلہ اس کی موجودگی میں سنا سکتی ہے' تاہم اگر مدعی نے یہ دعوی کیا یا گواہوں کی گواہی سے یہ ثابت ہوا کہ یہ دونوں اوقاف الگ الگ ہیں' تو تب یہ حکم نہ ہوگا۔

۲۔ وہ حالات جن میں دعوی قابل سماعت نہیں رہتا:

عام طور پر کسی معاملے پر ایک مدت کا گزر جانا' حق کے ساقط ہونے کی دلیل نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر کسی معاملے پر ایک طویل زمانہ بیت جائے اور اس کے بعد متعلقہ شخص یہ اقرار کرے کہ اس پر فلاں شخص کا حق ہے' مگر وہ وقت کے گزرنے کو حق کے ساقط ہونے کی دلیل ٹھہرائے' تو اس کی یہ بات قابل قبول نہ ہوگی۔ البتہ دو صورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں:

۱۔ اولاً" یہ کہ حق کا علم ہونے کے باوجود وہ ایک طویل مدت تک دعوی نہ کرے' یہ طویل مدت مختلف معاملات میں مختلف مقرر کی گئی ہے اور اس کی حیثیت محض تخمینی مدت کی ہے' چنانچہ بعض فقہاء فرماتے ہیں' کہ وراثت اور وقف کے معاملات میں یہ مدت ۳۳ سال ہے' ایک دوسرے قول کی رو سے "وقف" میں چھتیس سال اور وراثت میں ۱۵ سال ہے' مگر پہلا قول ہی رائج ہے۔ لہٰذا اگر کسی نے اتنی مدت گزرنے کے بعد اپنے حق کا دعوی کیا' تو اس کا یہ دعویٰ قابل سماعت نہ ہوگا۔

(۴)

پھر اپنے حق کے مطالبے سے مراد قاضی کی عدالت میں آکر مطالبہ کرنا ہے' لہٰذا اگر کسی شخص نے قاضی کی مجلس ر عدالت سے باہر مطالبہ کیا ہو' مگر قاضی کی عدالت میں مطالبہ نہ کیا ہو تو اس کا یہ دعوی قابل سماعت نہ ہوگا۔

پھر اگر اس نے قاضی کی عدالت میں دعوی تو کیا' مگر پھر خود ہی اس کو چھوڑ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

دیا‘ تو اگر اس کے سابقہ دعوے اور موجودہ دعوے کے مابین ۳۳ سال کی مدت نہ گزری ہو‘ تو اسے دعوی کرنے کا بدستور حق حاصل رہے گا‘ البتہ اس مدت کے گزرنے کے بعد نہیں۔

پھر اس مدت کا آغاز اس وقت سے شمار ہوگا‘ جب متعلقہ فرد کا اس شی پر حق ثابت ہوا ہو‘ بشرطیکہ اس وقت دعوائے حق سے روکنے والا کوئی مانع امر موجود نہ ہو‘ مثال کے طور پر اگر مدعی وہاں موجود نہ ہو‘ یا مدعی دیوانہ‘ یا بچہ ہو اور ان کا نہ کوئی سرپرست ہو اور نہ ہی "وصی" یا مدعی علیہ ایسا طاقتور حاکم ہو‘ جس کے خلاف دعوی کرنا مشکل ہو‘ اور وہ اس کے فیصلے پر اثر انداز ہوسکتا ہو‘ تو ایسی صورتوں میں مذکورہ مدت کا آغاز اس وقت سے شمار ہوگا‘ جب سے مذکورہ مانع زائل ہوا۔ اس اصول پر حسب ذیل صورتیں مبنی ہیں:

(الف) : اگر کسی عورت کا خاوند‘ مثال کے طور پر اس کے ساتھ چالیس سالہ ازدواجی زندگی بسر کرنے کے بعد‘ اسے طلاق دے دے‘ یا اتنی ہی مدت کے بعد اس کی وفات ہو جائے‘ تو اس کو اس کے بعد مذکورہ مدت تک اپنے مہر کی ادائیگی کا مطالبہ کرنے کا حق ہوگا۔ اور اس مطالبے کے حق کی ابتدا طلاق یا خاوند کی وفات سے شروع ہوگی۔

(ب) : اسی طرح اگر کسی شخص کے پاس کوئی جگہ ہو‘ مگر وہ اس کا اظہار نہ کرے‘ کہ اس کے قبضے میں یہ جگہ اجارہ کے طور پر ہے یا عاریت کے طور پر‘ یا مدعی علیہ مدعی کے حق کا اقرار کرے‘ لیکن بعدازاں اپنے اقرار سے منحرف ہو جائے‘ تو ان دونوں صورتوں میں اصل صورت حال واضح ہونے سے مذکورہ مدت کا آغاز ہوگا۔

(ج) : اور اگر صورت حال واضح ہو‘ لیکن "مدعی" کو دعوے کرنے سے کوئی امر مانع رہا ہو‘ مثلاً اس کا بچپنا‘ یا اس کی دیوانگی یا اس کی وہاں سے مسلسل غیر حاضری وغیرہ‘ تو ان تمام صورتوں میں مذکورہ مدت کی ابتدا ان موانع کے زائل ہونے سے ہوگی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ دعوے کا ایسی دلیل پر مبنی ہونا' جس سے مدعی کا حق ثابت نہ ہوتا ہو:

پھر اگر "مدعی" مدعی علیہ کا قریبی عزیز ہو' اور اس نے اپنی کھلی آنکھوں سے "مدعی علیہ" کو "متعلقہ" اراضی میں مالکانہ تصرفات' از قسم زراعت' باغبانی' مکان بنانا' یا منہدم کرنا' وغیرہ کرتے ہوئے دیکھا مگر اس نے اس پر دعوی نہ کیا' تو خواہ اس کا سکوت تھوڑی مدت ہی کے لئے ہی ہو' اس کا دعوی قابل سماعت نہ ہوگا۔ اس لیے کہ اس کی یہ خاموشی اس بات کا ثبوت ہے' کہ اس کا اس جائیداد پر حق نہیں ہے۔ اسی طرح اگر "مدعی" کے سامنے مدعی علیہ نے متعلقہ اراضی کو فروخت کرنے' یا وقف کرنے وغیرہ کا معاملہ کیا' اور وہ خاموش رہا' تو تب بھی یہی حکم ہے۔ فقہاء کے مطابق بیوی خاوند کے لیے قریبی عزیز کی حیثیت رکھی ہے۔ جبکہ قریبی ہمسایہ "اجنبی" کے حکم میں ہے۔ (۵)

۳۔ دعوے کا اثبات:

"وقف" سے متعلقہ مسائل میں دعوے کا اثبات حسب ذیل طریقوں سے ہوتا ہے:

۱۔ اقرار:

وقف سے متعلق دعوے کا اثبات "مدعی علیہ" کے اقرار سے ہوسکتا ہے' یعنی اس طرح کہ مدعی علیہ عدالت کے سامنے یا گواہوں کے سامنے "مدعی" کے حق کا اقرار و اعتراف کرے۔ "اقرار" سے مراد ایسا اقرار ہے' جو مکمل ہوش و حواس کے ساتھ کیا جائے' اور اس میں کسی قسم کا جبرو اکراہ بھی شامل نہ ہو۔

فقہاء نے اس بات پر بھی بحث کی ہے کہ "اقرار" کے طور پر "مدعی علیہ" کی کسی تحریر کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔ بالخصوص اس صورت میں جب "مدعی علیہ" اس کے متعلق اپنی ذاتی تحریر ہونے سے انکار کر دے۔ لیکن فقہاء کا یہ قول نظر ثانی کا محتاج ہے۔ اس لیے کہ اگر کسی تحریر والی دستاویز پر موجود انداز تحریر' یا دستخط

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ سے یہ ثابت ہو جائے' کہ یہ مدعی علیہ ہی کی تحریر ہے' تو ایسی صورت میں اس تحریر کو' "مدعی" کے حق میں اہم دلیل کے طور پر قبول کیا جانا چاہئے' جیسا کہ دور حاضر میں عدالت اس قسم کے وثائق کے متعلق یہی انداز اختیار کرتی ہے۔ اسی طرح دوکانداروں۔ مثلاً صراف (Money Changer) فروخت کنندہ (Seller) ' سمسار (دلال' Broker - Agent) وغیرہ کے پاس موجود تحریری شہادتوں کو بھی بطور اقرار قبول کیا جاتا ہے' جیسا کہ عام طور پر لوگوں کے ہاں دستور ہے۔ (٦)

۲۔ انکاری قسم:

دوسری صورت میں یہ ہے کہ "دعوی" درست قرار پانے کے بعد' اگر "مدعی" کے پاس کوئی ثبوت یا شہادت موجود نہ ہو' اور "مدعی علیہ" اس کے حق کا اقرار نہ کرے' تو "مدعی علیہ" کو حسب قانون:

"البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر"

(مدعی کے ذمہ ثبوت کرنا اور مدعی علیہ پر' انکار کی صورت میں قسم دینا ہے)

قسم دی جاتی ہے' اگر تو اس نے قسم کھالی' تو مدعی کا دعوی خارج ہو جائے گا اور قاضی اس کارروائی کی دستاویز دونوں کو جاری کر دے گا' لیکن اگر وہ حق کا اقرار بھی نہ کرے اور انکاری قسم بھی نہ کھائے' تو ایسی صورت میں "قاضی ر جج" مدعی علیہ کے خلاف الزام ثابت ہونے کی بنا پر ڈگری جاری کر دے گا' اور اس کا یہ انکار "مدعی" کے حق کے اثبات کے لیے ایک دلیل بن جائے گا۔

اسی طرح اگر مدعی نے اپنے حق کے اثبات کے لیے "مدعی علیہ" کی کوئی تحریر پیش کی۔ مگر "مدعی علیہ" نے اس کے اپنی تحریر ہونے سے انکار کیا' تو وہاں بھی "مدعی علیہ" کو قسم دی جائے گی' لیکن یہ قسم اس دستاویز کے صحیح یا غلط ہونے سے متعلق نہیں' بلکہ "اصل قبضے" سے متعلق ہوگی' یعنی "مدعی علیہ" اس کے حق کے اثبات یا عدم اثبات کے لیے قسم دیا جائے گا۔ نہ کہ محض اس تحریر کی کتابت وغیرہ کی حد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تک۔ (۷)

۳۔ شہادت:

اثبات حق کا تیسرا ذریعہ "مدعی" کی اپنے حق میں "شہادت" ہے۔ شہادت سے مراد وہ گواہی ہے' جو باقاعدہ کسی عدالت میں قاضی کے سامنے کسی مقدمہ کے دائر کیے جانے کے بعد' اس کے حق میں یا اس کی مخالفت میں پیش کی جائے۔

پھر جس طرح مردوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے' اسی طرح عورتوں کی گواہی کو بھی سماعت کیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں گواہی کے خلاف بھی گواہی لی جاسکتی ہے' جس طرح کے باقی معاملات میں یہی حکم ہے۔

پھر جیسا کہ اوپر گزرا' شہادت کے درست ہونے کے لیے "دعوی" کا صحیح ہونا ضروری ہے' اگر کسی مقدمے کا دعوی درست نہ ہو' تو اس کے متعلق پیش کردہ شہادت بھی قابل قبول نہیں ہوتی' تاہم اگر وہ "وقف" "حقوق اللہ" سے متعلق ہو' یعنی مساجد' عیدگاہ اور جنازہ گاہ وغیرہ' تو وہاں پیشگی دعوی کی صحت ہونا ضروری نہیں' بلکہ بغیر دعوی کے بھی اسے سماعت کیا جاسکتا ہے۔

بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ چونکہ انجام کار تمام اوقاف حقوق اللہ سے ہی متعلق ہوتے ہیں' یعنی بالآخر ان کے ساتھ غرباء اور مساکین کا حق متعلق ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر "وقف" کے متعلق' قاضی بغیر دعوی کے' شہادت قبول کرسکتا ہے' مثال کے طور پر اگر کسی شخص نے کسی سے زمین کا کوئی قطعہ خریدا' بعدازاں اس نے یہ دعوی کر دیا کہ یہ زمین تو فلاں شخص نے اس (مشتری) پر وقف کی تھی اور وہ اس کے حق میں باقاعدہ شہادت بھی پیش کر دے' تو اس کی یہ شہادت قابل قبول ہوگی' تاہم اس جگہ پر' اس (مشتری) کا حق ثابت ہونے کے بجائے' غرباء اور مساکین کا حق ثابت ہوگا' اس لیے کہ وہ ازیں قبل مالک سے اس زمین کا سودا کر کے' اپنے اس دعوے کی از خود نفی کر چکا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شہادت میں جس طرح ذاتی روایت یا مشاہدہ دلیل سمجھا جاتا ہے' اسی طرح اگر کسی نے کسی عادل جماعت یا کم از کم دو ایسے عادل افراد سے اس کے متعلق سنا ہو' جو جھوٹ نہ بولتے ہوں' تو اس کا یہ سماع بھی حجت ہوگا۔ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ "حقوق اللہ" سے متعلق اوقاف میں تو مذکورہ قسم کی شہادت قبول ہوگی' لیکن "حقوق العباد" کے بارے میں "سماعی شہادت" کا اعتبار نہ ہوگا۔

بعض فقہا کے مطابق اگر تو "وقف" کا ایک "مصرف" واضح طور پر متعین ہو' اور گواہی سے اس کا مصرف کچھ اور ثابت ہوتا ہو' تو وہاں سماعی شہادت قبول نہ ہوگی۔ لیکن اگر کوئی جگہ کسی کے پاس ذاتی ملکیت کے طور پر موجود ہو اور گواہوں کی سماعی شہادت سے اس کا وقف ہونا ثابت ہوتا ہو' تو وہاں سماعی شہادت بھی قابل قبول ہوگی اور اس جگہ کے "وقف" ہونے کا فیصلہ صادر کر دیا جائے گا۔ تاہم سماعی شہادت دینے والے گواہوں پر لازم ہوگا کہ وہ اس بات کی صراحت کریں کہ ان کی یہ شہادت سماعی ہے۔ مشاہداتی نہیں۔

مختصر یہ کہ سماعی شہادت کے متعلق ہمیں تین اقوال ملتے ہیں (۱) اسے مطلقاً قبول کیا جائے۔ (۲) مطلقاً قبول نہ کیا جائے۔ (۳) بعض صورتوں میں قبول اور بعض میں قبول نہ کیا جائے۔ یہی آخری قول زیادہ بہتر ہے۔

اور اگر یہ شہادت "شرائط وقف" سے متعلق ہو' تو ہدایہ اور فصول العمادیہ کی رو سے اسے مطلقاً قبول نہ کیا جائے گا' جبکہ **المجتبی** المختار میں مذکور قول کی رو سے اسے قبول کیا جاسکتا ہے۔

پھر "گواہی" کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ گواہ "وقف" کی "حدود اربعہ" کی بھی **تعیین** کریں' تاکہ اس کا کسی اور وقف سے التباس کا امکان نہ رہے' تاہم اگر "وقف" کی جگہ مشہور ہو' تو ایسی صورت میں اس جگہ کا نام لینا بھی کافی ہوسکتا ہے۔

پھر گواہوں کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ وہ گواہی کو اپنی "ذاتی منفعت" تک نہ لے جائے' یا وہ خود سے متعلق ایسے افراد تک اس کو **ممتد** نہ کرے' جن کے حق میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کی گواہی قابل قبول نہیں ہوتی' مثال کے طور اگر اس نے اپنی بیوی' یا اپنے کسی بیٹے ربیٹی کے متعلق گواہی دی کہ فلاں جگہ اس پر وقف ہے' تو اس کی گواہی ناقابل قبول ہوگی۔ البتہ اگر اس کی گواہی سے اس کے ہمسایوں کو فائدہ ہو رہا ہو' تو اس کے قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔

پھر اسی طرح گواہوں کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ "بانی وقف" کی صراحت کریں' تاہم اگر وہ "وقف" قدیم ہے' تو اس کے ذکر کی بھی ضرورت نہیں۔

۳۔ گواہی کا حسب دعوی اور باہم دگر موافق ہونا:

پھر اگر وہ معاملہ "حقوق العباد" کا ہو' تو گواہوں کی گواہی کا حسب دعوی ہونا ضروری ہے' حقوق اللہ ہونے کی صورت میں یہ شرط لازم نہیں۔ مثال کے طور پر اگر کسی شخص نے یہ دعوی کیا کہ فلاں جگہ مسجد کے لیے وقف ہے' مگر گواہوں نے گواہی یہ دی کہ وہ جگہ قبرستان کے لیے وقف ہے' تو چونکہ یہ معاملہ حقوق اللہ کا ہے' لہٰذا یہاں گواہی معتبر ہوگی اور اس جگہ کو قبرستان کے لیے وقف تصور کیا جائے گا۔

جبکہ دونوں گواہوں کے الفاظ کا باہم دگر موافق ہونا بھی ضروری ہے۔ اس ضمن میں امام ابو حنیفہؒ کا موقف یہ ہے کہ دونوں کی گواہی بنیادی طور پر ایک ہی مضمون کو ثابت کرنے والی ہونی چاہیے' لہٰذا اگر اس سے "ضمنی" طور پر کوئی مضمون ثابت ہوتا ہو' تو اس گواہی (شہادت) سے دعوی ثابت نہ ہوگا' البتہ صاحبین "ضمنی" طور پر باہم موافق گواہی کو بھی اثبات دعوی کے لیے حجت تسلیم کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کے نزدیک "جس مضمون پر دونوں گواہ متفق اللفظ ہو کر گواہی دیں' اس کا اثبات ہو جاتا ہے اور جس میں ایک گواہ دوسرے سے اختلاف کرے' اتنا حصہ "لغو" اور اکارت ہو جائے گا۔

اور اگر ان کا باہم اختلاف "وقف" کے زمانے میں یا اس کی جگہ کے متعلق ہو' مثال کے طور پر ایک شخص نے گواہی دی کہ واقف نے فلاں جگہ کو ماہ رجب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں' کوفہ میں وقف کیا تھا' جبکہ دوسرا گواہ گواہی دے کہ اس نے رمضان المبارک میں' بصرہ شہر میں اسے وقف کیا تھا' تو یہاں ان دونوں کی "گواہی" کو "نفس وقف" کے اثبات کے لئے قبول کیا جائے گا' اس لیے کہ "وقف" محض زبانی طور پر کہہ دینے سے ہو جاتا ہے اور اس کے لیے باقاعدہ کسی کو گواہ بنانا لازم نہیں ہوتا۔

لیکن اگر دونوں کے بابین "وقف شدہ" شی میں اختلاف ہوگیا' مثال کے طور پر ایک شخص نے کہا کہ اس نے فلاں چیز وقف کی تھی' جبکہ دوسرے شخص نے اس کے علاوہ کسی اور شئی کا نام لے دیا' تو اس سے شہادت ناقابل قبول ہو جائے گی' اس لیے کہ دونوں کے مابین وقف کی اساس میں اختلاف رائے ہو گیا ہے' لیکن اگر کسی شی کے بارے میں یہ اختلاف ہو گیا کہ ایک گواہ نے کہا کہ اس نے پوری شی وقف کی تھی اور دوسرے گواہ نے نصف شی کے وقف ہونے کا ذکر کیا' تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نصف شی کا وقف ثابت ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر "مقصد وقف" میں اختلاف ہو گیا۔ کہ ایک گواہ نے کہا کہ اس نے "بکر" پر' اور اس کے بعد فقراء پر فلاں شی وقف کی تھی' جبکہ دوسرے گواہ نے زید پر' اور اس کے بعد فقراء پر اس کے وقف ہونے کا ذکر کیا' تو اس صورت میں "وقف" کا ہونا درست ہوگا' البتہ مذکورہ افراد کے بجائے' فقراء و مساکین پر اسے وقف تصور کیا جائے گا۔ (۸)

۴۔ فیصلہ:

گواہی لینے اور دیگر ممکنہ ذرائع سے تصدیق کرنے کے بعد قاضی / جج وقف کے متعلق فیصلہ صادر کرتا ہے۔ اس کا صادر کردہ فیصلہ ان تمام امور پر محیط ہونا چاہئے' جن کے حق میں یا جن کے خلاف مقدمہ دائر کیا گیا ہے' تاکہ اس کے فیصلے میں وزن اور قوت پیدا ہو سکے۔

پھر یہ مسئلہ بھی ائمہ کرام اور فقہاء کے مابین مختلف فیہ ہے کہ اگر قاضی نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کسی ایک شخص کے خلاف فیصلہ صادر کیا ہو، تو آیا اس کا صادر کردہ فیصلہ اسی "فرد" کے حق میں نافذالعمل ہوگا، یا اس طرح کے تمام افراد کے حق میں بھی قابل لحاظ ہوگا۔ مثال کے طور پر، اگر زید نے بکر کے خلاف یہ دعویٰ دائر کیا کہ اس کے پاس جو اراضی ہے، وہ بکر کے والد نے وقف کی تھی، پھر قاضی نے تمام دستیاب شہادتوں کی روشنی میں یہ فیصلہ صادر کیا کہ اس کے پاس جو اراضی ہے وہ موقوفہ نہیں ہے بلکہ اس کی موروثہ اراضی ہے؟ تو کیا یہ فیصلہ زید کے علاوہ باقی لوگوں کے لیے ہوگا، یا صرف زید ہی کے لیے ہوگا۔ اس بارے میں اگرچہ مخالف رائے بھی ملتی ہے، لیکن مختار قول یہی ہے کہ قاضی کا فیصلہ نہ صرف زید کے لیے بلکہ ان تمام لوگوں کے لیے بھی قابل قبول ہوگا، جو اس اراضی کے متعلق شکوک و شبہات رکھتے ہیں، لہٰذا متذکرہ الصدر فیصلہ صادر کیے جانے کے بعد، قاضی دوبارہ اس نوع کا دعویٰ سماعت نہیں کرے گا، ہاں البتہ اس بارے میں قاضی کے فیصلے کے خلاف اگر مرافعہ (Apeal) کیا جائے۔ تو اس کی اجازت ہے، اور اپیل کسی بڑی عدالت ہی میں ہو سکتی ہے۔ (۹)

۵ - معاملات وقف میں عدالت عالیہ کا شرعی فیصلہ کے بعد حکومت کا قانون بدل دینے کی شرعی حیثیت:

اگر ایک مرتبہ کسی "شئی" کو مخصوص شرائط و مقاصد کے تحت وقف کر دیا جائے اور اس کی اس حیثیت کو عدالت تسلیم کرلے، یا "وقف" کے متعلق کسی مسئلے میں کوئی تنازعہ پیدا ہو جائے اور عدالت حسب آئین شرع اس کے متعلق کوئی فیصلہ کردے، تو وہ فیصلہ مستقل طور پر اس "شی" کی شرائط و مقاصد کا حصہ ہو جائے گا اور بعدازاں، ملکی قانون میں تبدیلی واقع ہو جائے، تو حکومت وقت کو اس کی شرائط و مقاصد کو تبدیل کرنے اور ان میں دخل انداز یا اثر انداز ہونے کا حق حاصل نہ ہوگا۔

جیسا کہ سطور بالا میں بیان ہوا، "وقف" اپنی وضع و فطرت میں مکمل طور پر ایک "صدقہ" اور انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ تو جس طرح صدقات اور انفاق فی سبیل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

للّٰہ میں کسی حکومت یا اس کے حکام کو دخل انداز ہونے کی اجازت نہیں ہے' تو اسی طرح یہاں بھی یہی حکم ہوگا۔ اور تبدیلی قانون کا معاملہ "لھو قاف" کی حیثیت پر اثر انداز نہ ہوسکے گا۔

جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ کہ سلطان مصر برقوق (۷۸۴ھ ر ۱۳۸۲ء تا ۸۰۱ھ ر ۱۳۹۸ء) نے "اوقاف اہلیہ" کو بحق سرکار ضبط کرنا چاہا تھا' مگر مصری فقہاء کے زبردست احتجاج کی وجہ سے وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ اسی طرح کی مثالیں مصری تاریخ میں فاطمی دور حکومت اور الجزائر وغیرہ میں فرانسیسی انقلاب کے زمانے میں ملتی ہیں' جنہیں فقہاء نے ہمیشہ ناپسندیدگی کی نظروں سے دیکھا ہے۔

ھ۔ وقف علی اللہ میں حکومت اسلامی کے اختیارات کی حدود و وسعت:

سطور بالا میں یہ مسئلہ تفصیل سے زیر بحث آچکا ہے' کہ "اوقاف علی اللہ" پر تصرف و انتظام کے جملہ حقوق و اختیارات "وقف کنندہ" یا اس کے مقرر کردہ قیم و ناظر کو حاصل ہوتے ہیں۔ اول الذکر یعنی "بانی وقف" "وقف علی اللہ" کے مقاصد اور اس کی شرائط کا تعین کرتا ہے' جبکہ مؤخر الذکر یعنی "قیم و ناظر" اس پر "تصرفات" اور اس کے انتظام و انصرام کا پابند ہوتا ہے۔ اور حکومت کا (بوساطت عدلیہ) یا عدلیہ کا کردار محض ان کے "نگران اعلیٰ یا محاسب ادارے" کا ہوتا ہے' جس کی بنا پر اسے ایسا کوئی حق حاصل نہیں' کہ وہ "اوقاف" کی شرائط اور اس کے مقاصد میں ردوبدل کرسکے' یا اس کے بنیادی ڈھانچے میں کوئی دور رس قسم کی تبدیلی لاسکے:

اس کے برعکس حکومت (یا عدالت) وقف کی صحت یا عدم صحت کا (کسی تنازعے کی صورت میں) فیصلہ کرسکتی ہے' اسی طرح اسے یہ حق بھی حاصل ہے' کہ وہ وقف کے ناظر و قیم کی جانب سے "بانی وقف" کے خلاف یا بانی وقف کی جانب سے قیم و ناظر کے خلاف کوئی تحقیقات کرائے۔ یا باہمی جھگڑوں کا فیصلہ صادر کرے۔ اسی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طرح "بانی وقف" کی جانب سے "ناظر وقف" کے فوت ہو جانے کی صورت میں' اس کے جانشین کی تقرری کے سلسلے میں ہدایات کی عدم موجودگی میں' عدالت اس پر کوئی ناظر یا نگران مقرر کرسکتی ہے یا عارضی ناظر کو مستقل کرنے کی مجاز ہے۔

اسی طرح ناظر کی شرائط و مقاصد وقف نظرانداز کئے جانے کی صورت میں یا کسی غبن فاحش یا واضح بددیانتی پر مبنی کسی اقدام کے خلاف' اسے رد کرنے یا اس ناظر کو معزول کر کے' اس کی جگہ مخصوص افراد میں سے کوئی اور شخص مقرر کرسکتی ہے۔ (۱۰)

عدلیہ (یا حکومت) مسلم اوقاف کے مصارف پر بھی نظرثانی کرنے کا حق رکھتی ہے۔ یا جدید اصطلاحات میں ناظر وقف کو یہ پابند کرسکتی ہے کہ وہ اوقاف کی آمد و خرچ کو حکومت کے کسی منظور شدہ آڈیٹر سے آڈٹ کرائے۔

اسی طرح اسے یہ حق بھی حاصل ہے کہ اگر کسی "وقف" کے موقوف علیہم وفات پا جائیں' یا "وقف شدہ" شئی منافع دینا بند کر دے' تو باقاعدہ قاضی سے فیصلہ کرا کے اسے اپنی نگرانی میں لے لے۔

اسی طرح بعض صورتوں میں قاضی بذات خود بھی کسی وقف کا نگران یا قیم ہو سکتا ہے۔ مگر فقط اسی صورت میں کہ جب بانی وقف کا تعینات کردہ ناظر فوت ہو جائے۔ یا اس کو کسی معقول وجہ کی بنا پر معزول کر دیا جائے اور کسی نئے قیم و ناظر کا ابھی تصفیہ نہ ہوا ہو۔

۲۔ متولی و واقف کے علی الرغم وقف کے نظم و نسق میں عمال حکومت کی شمولیت کی شرعی حیثیت:

اسی بنا پر کسی بھی حکومت کو یہ حق حاصل نہیں کہ "بانی و ناظر" کی مرضی اور اس کے مشورے کے بغیر "وقف اسلامی" کے نظم و نسق میں اپنے عمال کو شامل کر سکے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا' ایسا اسی وقت درست ہے۔ کہ جب قانون وقف کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مطابق اس کی ضرورت ہو' یعنی یہ کہ متولی و منتظم فوت یا معزول ہو جائے اور اس کی جگہ کسی نئے منتظم کا تقرر عمل میں نہ آیا ہو تو فقط اسی صورت میں قاضی بذات خود یا کسی اور شخص کو اپنی جانب سے اس وقف کا نگران و منتظم بنا سکتا ہے۔ ورنہ شریعت میں ایسے اوقاف میں دخل اندازی کی قطعاً" اجازت نہیں۔

تاریخ اسلام کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے' کہ جب بھی کسی مسلم حکومت نے ایسا قدم اٹھایا ہے۔ تو مسلمانوں نے حکومت کے اس اقدام کو سختی کے ساتھ ناپسند ٹھہرایا ہے' مثال کے طور پر مصر میں فاطمی دور میں ایسا کیا گیا تھا' جس کی جمہور فقہاء نے بھرپور مخالفت کی۔

تعلیقات و حواشی

۱۔ فتاوای عالمگیری۔ ۲ : ۴۳۰

۲۔ ایضاً" ۔ ۲ : ۴۳۱

۳۔ احکام الوقف : ۱۸۲ ۔ ۱۸۴

۴۔ ایضاً" ۔ : ۱۸۵ ۔ ۱۸۶

۵۔ ایضاً" ۔ : ۱۸۶ ۔ ۱۸۷

۶۔ ایضاً" ۔ : ۱۸۹ ۔ ۱۹۰

۷۔ فتاوای عالمگیری۔ ۲ : ۴۳۱ ۔ ۴۳۴

۸۔ کتاب الوقف۔ : ۱۹۱ ۔ ۱۹۲

۹۔ دیکھیے : فتاوای عالمگیری : کتاب الوقف۔ ۲ : ۴۳۲ تا ۴۳۴

۱۰۔ دیکھیے : فتاوای عالمگیری : کتاب الوقف' البحرالرائق' کتاب الوقف وغیرہ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب دوازدہم

صک (دستاویز وقف) کی تیاری

وقف کے ضمن میں ایک اہم ترین مسئلہ "دستاویز وقف" کی تیاری بھی ہے۔ قرآن مجید میں قرض کے معاملے میں یہ حکم دیا ہے کہ:

"یا یہا الذین امنو اذا تدا ینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ" (۱)

(اے اہل ایمان! جب تم آپس میں، ایک مدت معینہ تک قرض کا معاملہ کرنے لگو، تو اسے لکھ لیا کرو۔)

جس سے متبادر ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت کا منشا یا مقتضی یہ ہے کہ ہر وہ معاملہ، جس کے متعلق بعد میں اختلاف و نزاع پیدا ہوسکتا ہو، اسے لکھ لینا ہی بہتر ہوتا ہے، چنانچہ اسی بنا پر "وقف" کے ضمن میں "شروع" سے ہی "دستاویزات" کے تیار کرنے پر زور دیا جاتا رہا ہے۔

"دستاویز وقف" نہ صرف "وقف" کو حیات و دوام عطا کرتی ہے، بلکہ اس کے ضمن میں آئندہ زمانے میں پیدا ہونے والے تمام مسائل کا "حتمی حل" بھی پیش کرتی ہے۔ اس دستاویز کی روشنی میں نہ تو "متولی وقف" اپنی حدود و قیود سے آگے تجاوز کرسکتا ہے اور نہ ہی بانی وقف کے ورثہ اس کی کارکردگی پر اثر انداز ہوسکتے ہیں۔

اس ضمن میں امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الام میں "دستاویز وقف" کا جو نمونہ پیش کیا ہے۔ اس کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، امام شافعیؒ نے اپنی تمام جائیداد اپنی بیٹیوں کے لئے وقف فرما دی تھی۔ اپنی دستاویز وقف کو "وثیقہ فی الحبس" کے عنوان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے تحت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ دستاویز فلاں بن فلاں نے اپنے بدن و عقل کی سلامتی اور اپنے معاملات پر قدرت تصرف کے ساتھ۔ فلاں مہینے' فلاں سال میں تحریر کی ر کرائی ہے' یہ کہ میں نے مصر کے شہر الفسطاط میں واقع مکان کو' جس کی حدود اربعہ یہ ہے' شمال۔ جنوب' مغرب۔ مشرق میں نے اس مکان کی تمام زمین کو' اس کی عمارت (Building) اور عمارت میں موجود تمام سامان یعنی چھت' دیواروں اور دروازوں' راستوں' حصول آب کے ذرائع' اس کی تمام سہولتوں' اور اس کے ہر چھوٹے بڑے منافع ر نقصانات کے سمیت صدقہ (وقف) کر دیا' یہ صدقہ حبس' اللہ تعالی کے راستے میں اور طلب ثواب کے لیے ہے۔ اس میں نہ تو میں رجوع کروں گا اور نہ ہی کسی بات پر نظرثانی کروں گا' یہ صدقہ محرمہ ہے' نہ اسے بیچا جائے' نہ ھبہ کیا جائے' نہ وراثت میں دیا جائے' تا آنکہ اللہ تعالی خود اس کا وارث ہو جائے۔ جو سب وارثوں سے بڑھ کر اور بہتر وارث ہے' میں نے اسے اپنی ملکیت سے خارج کر دیا' اور اسے فلاں بن فلاں کو' جو بذات خود اس وقف کا متولی ہے' جو ان لوگوں میں سے ایک ہے' جن پر میں نے اسے مخصوص شرائط کے ساتھ' اور لوگوں کے ناموں کی صراحت کے ساتھ وقف کیا ہے۔ اس سلسلے میں میری شرط یہ ہے کہ میں نے اسے اپنی حقیقی (صلبی) اولاد پر' خواہ وہ مذکر ہوں یا مونث' جو آج حیات ہیں' یا آج کے بعد پیدا ہوں گے' وقف کر دیا ہے' خواہ وہ مرد ہوں' یا عورتیں' بڑے ہوں یا چھوٹے اس سے استفادہ کرنے میں وہ سب مساوی ہوں گے' کسی کو دوسرے پر ترجیح نہ دی جائے۔ تا آنکہ میری بیٹیاں شادی نہ کر لیں' پھر جب ان کی شادی ہو جائے اور وہ شوہروں کے ساتھ علیحدہ ہو کر آباد ہو جائیں تو جب تک وہ شوہر کے ہمراہ ہوں گی ان کا حق اس میں سے منقطع ہو جائے گا' .... پھر اگر ان کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خاوند فوت ہو جائے یا اس کو طلاق ہو جائے اور وہ دوبارہ یہاں واپس آجائے' تو اس کا حق دوبارہ عود کر آئے گا' جیسے کہ شادی سے قبل اس کا حق تھا' پھر جو بھی میری بیٹیوں میں سے نکاح کرے گی' اس کے ساتھ یہی ماجرا گزرے گا' یعنی وہ میرے "صدقہ" سے شادی شدہ ہو کر نکلے گی اور خاوند کی وفات یا اس سے طلاق ہو جانے کی صورت میں دوبارہ حقدار ہو جائے گی۔ کوئی بھی میری بیٹی اس کے حق سے محروم نہ ہوگی' مگر خاوند کے ساتھ جانے کی صورت میں۔ پھر اگر میری صلبی اولاد میں سے کوئی شخص فوت ہو گیا' تو اس کا حصہ باقی اولاد میں یکساں تقسیم ہو گا' پھر جب میری تمام حقیقی اولاد فوت ہو جائے گی' تو تب میرے لڑکوں کی اولاد' اس کی حقدار ہوگی' البتہ بیٹیوں کی اولاد کا اس پر کوئی حصہ نہ ہو گا۔ پھر جس طرح میری حقیقی اولاد میں مرد عورتیں سب یکساں تھے' اسی طرح میرے بیٹوں کی اولاد میں بھی مرد عورتیں سب مساوی ہونگے۔ اور جو لڑکی شادی شدہ ہو جائے گی' وہ اس کے مستحقین کی فہرست میں سے خارج تصور ہوگی' البتہ خاوند کی وفات یا اس سے طلاق ہو جانے کی صورت میں حسب سابق اس کا حق دوبارہ عود کر آئے گا۔ اور میری نرینہ اولاد سے آئندہ جو اولاد پیدا ہوگی وہ بھی اس کے مستحقین میں داخل ہوگی' اور جو ان میں سے فوت ہو جائے گا' اس کا حصہ اس کے دوسرے بہن بھائیوں میں یکساں طور پر تقسیم ہو جائے گا' پھر جب ان میں سے آخری فرد بھی فوت ہو جائے گا' تو میرے پوتوں کی اولاد' لڑکے لڑکیاں حسب بالا اس کی مستحق قرار پائے گی۔ عورت اپنے شادی شدہ ہونے کے بعد' اس کے مستحقین کی فہرست میں سے خارج ہو جائے گی' البتہ خاوند کی وفات یا اس سے طلاق ہو جانے کی صورت میں وہ دوبارہ مستحق ہو جائے گی۔ اور جو اولاد آئندہ ان کے ہاں پیدا ہوگی وہ بھی اس فہرست میں شامل ہو جائے گی ....

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھر یہی سلسلہ اس کے بعد نیچے کے خاندانوں میں بھی جاری و ساری رہے گا' تا آنکہ میرے اور ان کے مابین سو پشتیں یا اس سے کم یا زیادہ گزر جائیں۔ پھر جب وہ سب کے سب گزر جائیں اور ان میں سے کوئی شخص بھی باقی نہ رہے' تو تب (بھی) یہ گھران لوگوں کے لئے صدقہ وقف رہے گا کہ نہ اسے بیچا جائے' نہ ھبہ کیا جائے۔ میری والدہ اور والد کی جانب سے جو میرے قرابت دار اور ضرورت مند ہیں' وہ سب اس میں' مرد عورتیں' قریب و دور کے رشتہ دار' برابر ہونگے' پھر جب وہ بھی تمام کے تمام فوت ہو جائیں تو یہ گھران "موالی" (آزاد کردہ غلاموں) اور ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر وقف ہونگے' جنہیں میں نے یا میرے آباؤ اجداد نے احسان کر کے غلامی سے آزاد کیا۔ ان کی تمام اولاد' مرد عورتیں' سب اس میں یکساں حصہ دار ہونگے' .... پھر جب وہ بھی تمام کے تمام فوت ہو جائیں اور ان میں سے کوئی شخص بھی حیات نہ رہے' تو یہ مکان رضائے خداوندی کے لیے یہاں آنے والے مسلمان غازیوں اور مسافروں' فقراء اور مساکین پر جو میرے ہمسائے ہوں' یا فسطاط کے رہنے والے ہوں' وغیرہ کیلئے وقف ہوگا' تا آنکہ اللہ تعالی اس کا وارث ہو جائے۔

اس مکان کا متولی میرا بیٹا "فلاں بن فلاں" ہوگا' جسے میں نے اپنی زندگی میں اور اپنے مرنے کے بعد' اس جگہ کا متولی بنایا ہے' جب تک وہ اپنی ولایت کو نبھانے میں قوت سے اور امانت داری سے کام لے گا۔ وہ اس پیداوار کو سنبھالنے اور منصفانہ تقسیم کرنے میں امین ہوگا' جو اس سے حاصل ہوگی۔ پھر اگر کام کرنے کی صلاحیت یا امانت کے وصف کے اعتبار سے اس کی کارکردگی میں فرق آجائے' تو اس کے بعد میری اولاد میں سے وہ شخص اس کا متولی ہو' جو ان میں زیادہ صاحب فضیلت و امانت ہو' .... پھر جب وہ کمزور ہو جائے' تو اس کو کوئی ولایت حاصل نہ رہے گی' اور اس کے بجائے کسی اور صاحب قوت و امانت کی طرف اس کی ولایت منتقل ہو جائے گی ....

اس اقرار پر فلاں بن فلاں گواہ ہوا۔" (۲)

امام شافعی کے اس "وقف" کے مطابق ہر دور میں "وقف ناموں" کی ترتیب و

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تسوید کا سلسلہ جاری رہا۔ ہم ذیل میں ہندوستان کے دو عدد وقف کے نمونے پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں' جن میں سے ایک "وقف علی الاولاد" کا نمونہ ہے اور دوسرا "وقف خیریہ" برائے مسجد ہے:

وقف علی الاولاد

ایک پرانا وقف نامہ

منکہ محمودہ بیگم بنت محمد نصراللہ قوم قریشی سکنہ آگرہ۔

۱۔ من مقرہ بدرستی ہوش و حواس خود اقرار کر کے لکھ دیتی ہوں کہ جائیداد مندرجہ فہرست صرف منسلکہ دستاویز ہذا کی مقرہ بلا شرکت غیرے مالک و قابض ہے۔ جائیداد مذکورہ صدر کی آمدنی و پیداوار میں سے اول اس کی وصولی وغیرہ کے اخراجات و معاملہ وغیرہ ادا کرنے کے واسطے رکھ لیا کرے گی۔ جو میری پرورش و پارچات وغیرہ کے واسطے کافی ہو اور مابقی قابل وراثت و خیراتی اغراض میں صرف ہوگا۔ میرے قرابت داران یعنی میرے پوتے۔ پڑپوتے۔ بہو۔ اور میری دخترزادی اور ان کی اولاد جو اس وقت مجھ سے گزارہ پاتے ہیں اور کھانے پینے میں میرے ہمراہ ہیں۔ اسی طرح گزارہ پاتے رہیں گے۔ آمدنی و منافع کی کمی بیشی کے لحاظ سے گزارہ پانے والوں کی تعداد کی کمی بیشی میری اقتضائے رائے پر ہوگی۔ مسجد کی مرمت۔ موذن و خطیب کی تنخواہیں اور اس کے متعلق دیگر اخراجات رمضان و عیدین آمدنی و پیداوار سے ادا کئے جائیں گے۔

جو متولی بعد میں مقرر ہوگا۔ اس کو وہی اختیارات حاصل ہونگے جو مقرہ کو حاصل ہیں۔

۲۔ جب تک میں زندہ ہوں متولی رہوں گی۔ میری وفات کے بعد میرا نبیرہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسمی عبداللہ متولی ہوگا۔ عبداللہ کی وفات کے بعد میرے رشتہ داروں میں سے جو قابلیت۔ راست بازی۔ میانہ روی اور عزت میں سب سے زیادہ ہو متولی ہونے کا مستحق ہوگا۔

۳۔ میری وفات کے بعد نہ میرے کسی وارث کو اور نہ کسی متولی کو یہ حق ہوگا کہ جائیداد مذکورہ صدر کو بذریعہ بیع یا رہن یا ہبہ یا کسی اور نہج سے منتقل کرے۔ جائیداد مذکورہ صدر کا جس قدر حصہ قابل وراثت اور خیراتی وغیرہ امور میں صرف کیا جائے گا وہ میرے زیر ہدایت و زیر نگرانی صرف ہوگا۔

خیراتی وقف

ترجمہ وقف نامہ مسجد وزیر خان لاہور

ھو اللہ

جس خدا نے اپنے بندوں کو نیک چیزیں باقی چھوڑنے کی توفیق بخشی وہ ہر حمد کا سزاوار ہے اور رحمت و سلام الٰہی اس کے رسول محمد صلعم پر نثار ہے۔ جنہوں نے مخلوق کو پاک مال کے راہ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب دلائی اور ان کے آل و صحاب پر جو نیکیوں کے معدن اور خوبیوں کے مخزن ہیں۔

بعدازیں یہ اس بات کا بیان ہے کہ درگاہ خداوندی کے نیاز مند حکیم علم الدین المخاطب بہ وزیر خان ولد شیخ عبداللطیف پسر شیخ حسام الدین انصاری نے اپنی خالص املاک اور پاک مال میں سے بحالت صحت و کامل العقل ہونے اور اپنے ہر ارادہ پر قادر ہونے کے بخوشی خود وقف و تصدیق کیا اور یہ چیزیں حسب ذیل ہیں:

پوری جامع مسجد اپنے زیر اثر مقامات اور جائز آمدنیوں کے ساتھ اور اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پاک جگہ کو ہمیشہ قائم رکھنے کے لیے اپنی مسجد مذکورہ کے ضروری اخراجات و حاجات پر دو رستہ کی تمام دکانیں معہ بالا خانوں' کپڑوں' سرائے کلاں' حمام' دو چرخ دار کنوؤں اور چند زمین کے قطعات کو کہ ان سب ذکر کئے گئے مقامات میں سے ہر ایک کی حدیں ظاہر و نمایاں اور علامتیں پیدا و عیاں ہیں۔ اور سب دارالسلطنت لاہور کے اندر واقع ہیں۔ وقف کر دیا۔ وقف صحیح۔ لازم۔ خالص۔ کامل۔ جو نہ بیع کیا جاسکتا ہے۔ نہ کسی کو یونہی بخشا جاسکتا ہے۔ نہ مہر میں دیا جاسکتا ہے۔ نہ ترکہ و میراث میں منتقل ہوسکتا ہے۔ نہ کسی کی ملکیت بن سکتا ہے۔ کسی وجہ یا سبب سے ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ خدائے پاک روئے زمین کا وارث اور وہ بہترین وارث ہے اور وقف کا آخری حصہ مسلمان فقیروں پر کیا ہے۔ (۳)

۳۔ دستاویز وقف سے متعلقہ احکام:

یہ تو تھے وقف کی دستاویزات کے وہ نمونے' جو اسلاف کے ہاں قبولیت کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ تاہم ان سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ محض دستاویز سے "وقف مکمل ہو جاتا ہے۔ بلکہ "دستاویز" موجود ہونے کے باوجود حسب ذیل امور توجہ طلب ہیں:

۱۔ اگر کسی شخص نے کسی جائیداد کو وقف کرنے کی دستاویز (**صک**) تیار کرائی اور اس پر گواہ بھی بنا لیے۔ پھر "بانی وقف" نے کہا کہ میں نے تو اس شرط کے ساتھ یہ زمین وقف کی ہے کہ مجھے اس کی فروخت کا حق حاصل ہوگا۔ اور مجھے پتہ نہیں کہ کاتب نے یہ شرط لکھی ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق فقہا فرماتے ہیں کہ اگر تو وہ شخص پڑھا لکھا ہے اور دستاویز کی زبان سمجھتا ہو۔ اور گواہ اس بات کی گواہی دیں۔ کہ اسے دستاویز پڑھ کر سنائی گئی تھی' تو اس کی مذکورہ شرط مسموع نہ ہوگی اور فیصلے کا مدار دستاویز کے مطابق ہوگا' لیکن اگر وہ شخص جس زبان میں دستاویز لکھی گئی ہو' اس زبان سے نابلد ہو' تو پھر اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اسے اس دستاویز کا مفہوم اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی زبان میں ترجمہ کرکے سنایا گیا تھا اور اس نے ان تمام امور کو قبول کیا تھا' تو تب بھی اس کی مذکورہ بات قابل قبول نہ ہوگی' لیکن اگر ایسا نہ کیا گیا ہو' تو تب البتہ اس کی مذکورہ تصریح کو قبول کیا جائے گا۔" (۴)

فقہا فرماتے ہیں کہ یہ بات فقط امور وقف سے مخصوص نہیں ہے' بلکہ ہر دستاویز کا یہی حکم ہے' خواہ وہ دستاویز وقف کی ہو' یا کسی اور معاملے کی۔

اسی طرح الوجیز میں ہے کہ اگر کاتب نے دستاویز لکھتے وقت حدود اربعہ میں سے دو تو صحیح لکھ دیں' مگر دو کو غلط کر دیا' پھر اگر تو جو حدود اس نے غلط لکھی ہوں' وہاں اس کے اور اس کی اصل حد کے درمیان دستاویز میں بیان کردہ تفصیل کے مطابق' کوئی "زمین" ہو' یا انگور کی بیل ہو' یا کسی دوسرے شخص کا گھر ہو' تو وقف درست ہوگا' لیکن اگر ان اطراف میں اس کی بیان کردہ حدود بالکل موجود نہ ہوں' تو وقف باطل ہوگا۔

اسی طرح دستاویز "وقف کے متولی" کے متعلق ہو اور اس میں قاضی یا متولی اس کے "وصی" یا "متولی" ہونے کی جہت یعنی مقصد بیان نہ کرے' تو تب بھی ایسی دستاویز لغو ہوگی' البتہ "وصی" یا متولی نامزد کرنے والے حاکم کے نام کی تفصیل' دستاویز میں بیان کرنا ضروری نہیں ہے۔ (۵)

ان امور سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ محض کسی وقف کی دستاویز کا ہونا کافی نہیں ہے' بلکہ دستاویز موجود ہونے کے باوجود بھی کئی امور تصفیہ طلب ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر اس بارے میں کوئی مقدمہ عدالت میں جائے' تو عدالت کو ان تمام باتوں کی تنقیع کر لینی چاہیے۔ تاکہ عدالت کوئی غلط فیصلہ نہ کر بیٹھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعلیقات و حواشی

۱۔ البقرہ: ۲۸۲

۲۔ کتاب الام، مطبوعہ قاہرہ، ۴: ۶۱

۳۔ اس وقف نامہ کا وقف علی الاولاد سے کوئی تعلق نہیں صرف پرانے زمانہ کا طریقہ تحریر وقف نامہ ظاہر کرنے کے لیے یہاں درج کیا گیا ہے۔ (مؤلف)

۴۔ فتاوای عالمگیری، ۲: ۴۴۰

۵۔ فتاوای عالمگیری، ۲: ۴۴۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب سیزدہم

تاریخ مسلم اوقاف

جیسا کے سطور بالا میں بیان ہوا' "وقف" کا سلسلہ خود ذات رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا اور بلا تخصیص مسلم تاریخ کے ہر دور میں یکساں ذوق و شوق قائم و دائم رہا۔ مسلمانوں کی قومی تاریخ ایسے "اوقاف" کی تفصیل سے بھری ہوئی ہے' جنہیں ان کے بانیوں نے ولولہ انگیز طریقے سے قائم فرمایا اور جو صدیوں تک ان کے بانیوں کی دریا دلی اور فیاضی کی داستان سرائی کے ساتھ ساتھ افادہ عام و خاص اور نفع عوام کا ذریعہ رہے' آسانی کے لیے اوقاف کی اس تاریخ کو حسب ذیل ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱ ۔ اوقاف عہد نبوی۔
۲ ۔ اوقاف عہد خلفائے راشدین۔
۳ ۔ اوقاف اسلامی: تاریخی جائزہ۔
۴ ۔ اوقاف اسلامی ترکی۔
۵ ۔ اوقاف پاکستان و ہند۔
۶ ۔ غیر مسلموں کے اوقاف۔
۷ ۔ جدید صورت حال۔
۸ ۔ قیام پاکستان کے بعد کی صورتحال۔

۱۔ اوقاف عہد نبوی:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں متعدد اوقاف قائم ہوئے' ان کی تفصیل اس طرح ہے:

الف: مساجد:

آنحضورؐ کے زمانہ اقدس میں قائم شدہ اوقاف میں "مساجد" سرفہرست ہیں۔ ان مساجد کی تفصیل اس طرح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نام مسجد	واقف ر بانی
۱۔ مسجد نبوی (۱)	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ نے اپنے سرمائے سے آنحضورؐ کی مدد فرمائی تھی)
۲۔ مسجد قبا	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل قبا
۳۔ مسجد بنی عمرو	بنو عمرو
۴۔ مسجد بنو ساعدہ	بنو ساعدہ
۵۔ مسجد بنی عبید	بنو عبید
۶۔ مسجد بنی سلمہ	بنو سلمہ
۷۔ مسجد بنی رائح	بنو رائح
۸۔ مسجد بنی زریق	بنو زریق
۹۔ مسجد غفار	بنو غفار
۱۰۔ مسجد بنی اسلم	بنو اسلم
۱۱۔ مسجد جھینہ	بنو جھینہ (۲)

یہ تو وہ مساجد تھیں، جو خاص مدینہ منورہ میں واقع تھیں، ان کے علاوہ مدینہ منورہ کے آس پاس میں بھی متعدد مساجد موجود تھیں، جن میں مسجد بنی حذارہ، مسجد بنی امیہ (ایک انصاری قبیلہ)، مسجد بنی بیاضہ، مسجد بنی الحبلی، مسجد بنی عصبہ، مسجد ابی فیصل، مسجد بنی دینار، مسجد ابی بن کعب، مسجد النابغہ، مسجد ابن عدی، مسجد بلحارث بن خزرج، مسجد بنی حطمہ، مسجد الفضیح، مسجد بنی حارثہ، مسجد بنی ظفر، مسجد بنی الاشہل، مسجد واقم، مسجد بنی العادیہ، مسجد عاتکہ، مسجد بنی قریظہ، مسجد بنی وائل اور مسجد الشجرہ وغیرہ مساجد قابل ذکر ہیں۔ (۳)

یہ سب مساجد "وقف" کے لیے ایک پائیدار بنیاد فراہم کرتی ہیں، اسی بنیاد پر آگے چل کر قانون وقف کی نشوونما ہوئی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ب۔ دیگر اوقاف :

عہد نبوی میں مساجد کے علاوہ بھی بہت سی اشیاء وقف کی گئیں۔ ان اشیاء کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ا۔ حضرت ابو طلحہ انصاریؓ کا باغ :

مدینہ منورہ میں حضرت ابو طلحہ انصاری کا ایک باغ تھا' جو مسجد نبوی کے بالکل سامنے واقع تھا: اس باغ کا نام "بیرحاء" تھا: نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہاں تشریف لاتے' اور اس کا عمدہ پانی نوش فرماتے تھے۔ بخاری شریف میں ہے کہ:

"جب آیت قرآنی لن تنالوا البر .... نازل ہوئی' تو حضرت ابو طلحہؓ انصاری کھڑے ہوگئے اور کہا کہ چونکہ فرمان باری تعالی ہے "تم ہرگز نیکی کو نہ پاسکو گے' جب تک کہ اپنی محبوب شئی (راہ خدا میں) خرچ نہ کردو" اور مجھے اپنی سب سے محبوب شئی میرا باغ بیرحاء ہے: میں اسے راہ خدا میں اس نیت سے صدقہ کرتا ہوں' کہ یہ نیکی اور ذخیرہ آخرت کے طور پر خدا تعالی کے ہاں محفوظ ہو جائے' لہذا آپؐ جہاں مناسب سمجھتے ہیں' اس کو صرف فرمائیں۔ اس پر آنحضورؐ نے فرمایا کہ بہت خوب' یہ سودا تو بہت نفع دینے والا ہے۔ میں نے تمہاری بات سن لی ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ تم اسے اپنے قریبی رشتے داروں کو دے دو۔ اس پر ابو طلحہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں ایسے ہی کروں گا' چنانچہ انہوں یہ باغ اپنے قریبی رشتے داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔" (۴)

سورۃ آل عمران چونکہ سن ۳ ھ میں نازل ہوئی (کیونکہ اس میں غزوہ احد کا ذکر ہے) اس لحاظ سے یہ واقعہ بھی کم و بیش اسی زمانے میں پیش آیا۔ اس روایت میں گو اساسی طور پر صدقہ کرنے کا ذکر ہے' مگر محدثین اور فقہاء نے اس سے "وقف" ہی کا مفہوم اخذ کیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے اس پر حسب ذیل عنوان قائم کیا ہے:

"باب اذا واقف ارضا فلم یبین الحدود فھو جائز و کذالک الصدقتہ۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ حضرت عمر فاروقؓ کی وقف کردہ اراضی:

عہد نبوی میں یوں تو وقف کے کئی واقعات پیش آئے' مگر "قانون وقف" کی توسیع پذیر موشگافیوں کے لیے سب سے زیادہ نظیر (مثال) بننے والا واقعہ حضرت عمر فاروقؓ کی وقف کردہ اراضی کا ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ ۷ ھ میں جب خیبر کا علاقہ فتح ہوا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ علاقہ مختلف صحابہ کرامؓ۔ بالخصوص مہاجرین میں تقسیم فرما دیا' تاکہ یہ حضرات' جو انتہائی تنگی و ترشی سے گزر بسر کر رہے تھے۔ قدرے فارغ البالی سے وقت گزار سکیں' چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کو بھی دربار نبوی سے ایک ایسا ہی قطعہ زمین میسر آیا۔ بعض دیگر روایات میں ہے کہ انہوں نے کچھ اراضی یہاں خرید بھی فرمائی تھی' اس طرح یہاں ان کی مملوکہ زمین کافی ہو گئی۔ اس پر حضرت عمر فاروقؓ خدمت نبویؐ میں پہنچے اور عرض کی:

"یا رسول اللہ مجھے خیبر میں جو زمین ملی ہے' میں آج تک اس سے عمدہ جائیداد کا مالک نہیں ہوا (۵) تو آپ مجھے اس کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو اس کی اصل کو محفوظ رکھو اور (اس کے فوائد) صدقہ کر دو چنانچہ حضرت عمر فاروق نے اس شرط کے ساتھ اس زمین کو وقف کر دیا' کہ اس کی اصل زمین کو نہ تو فروخت کیا جاسکے گا اور نہ ہی ہبہ اور نہ ہی اس سے وراثت کا سلسلہ چلے گا' یہ زمین فقراء' قریبی رشتے داروں' غلاموں' راہ خدا' مہمانوں اور مسافروں کے لیے صدقہ ہو گی: جو شخص اس جائیداد کا متولی (منصرم) ہو گا۔ اس پر کوئی گناہ نہیں' کہ وہ اس سے معروف طریقے کے مطابق خود کھائے یا کسی غیر مالدار دوست کو کھلائے۔" (٦)

حضرت عمر فاروق نے اپنی دستاویز وقف میں جو الفاظ استعمال فرمائے یہ الفاظ آج تک "قانون وقف" کی اساس کے طور پر غیر معمولی حیثیت رکھتے ہیں ابتدائی زمانہ اسلام سے ہی دنیا کے مختلف علاقوں میں اس نے اپنی مشتمل ہیں جو اسلامی قانون کا اہم حصہ بنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"وقف" کے الفاظ کے انتخاب و استعمال کے لیے حضرت عمر فاروقؓ کو اولیت کا شرف حاصل ہے اور اسے بھی بلاشبہ "اولیات عمر" میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ حضرت عثمان غنیؓ کے اوقاف:

حضرت عثمان غنی نے بھی مختلف اشیاء راہ خدا میں وقف فرمائیں' چنانچہ انہوں نے اپنے مکان کا محاصرہ کیے جانے پر محاصرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

الف۔ بئر رومہ کا وقف:

> "میں تم سے قسم دے کر یہ پوچھتا ہوں اور میں یہ قسم فقط صحابہ کرام کو دیتا ہوں' کہ کیا تم نہیں جانتے' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا' کہ جس شخص نے بئر رومہ کھودا (حاصل کیا) اس کے لیے جنت کی بشارت ہے' تو میں نے اسے کھودا (خرید کیا) تھا" (۷)

اس کا پس منظر یہ تھا' کہ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آئے' تو انہیں پانی پینے کے حصول میں سخت دشواری پیش آئی۔ مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کا ایک ہی کنواں تھا' جو ایک یہودی کی ملکیت تھا' جو قیمتاً" پانی بیچا کرتا تھا۔ جبکہ مسلمانوں کی اکثریت اپنی غربت کے باعث "حصول آب" میں تنگی محسوس کرتی تھی۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "بئر رومہ" خریدنے اور مسلمانوں کے لیے وقف کرنے کی' صحابہ کرام کو ترغیب دلائی۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی نے یہ کنواں تیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف فرما دیا۔

ب۔ دیگر کنوئیں:

حضرت عثمان غنی نے بئر رومہ کے علاوہ بھی متعدد کنوئیں خرید کر یا کھدوا کر مسلمانوں کے لیے وقف فرمائے' ان میں بئر سائب' بئر عامر اور بئر اریس قابل ذکر ہیں۔ (۸) یہ بئر اریس وہی کنواں ہے' جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ بابرکت انگوٹھی' جو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ہاتھوں کی زینت رہ چکی تھی'

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے گر گئی تھی اور تلاش بسیار کے باوجود بھی دستیاب نہ ہوئی تھی۔

ج۔ مسجد نبوی کی توسیع :

عہد نبوی ہی میں مسجد نبوی نمازیوں کی وسعت سے تنگ نظر آنے لگی' اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ سلم نے صحابہ کرامؓ کو قریبی زمین خرید کر مسجد کے لیے وقف کرنیکی ترغیب دلائی' جس پر حضرت عثمانؓ نے قریبی قطعہ زمین خرید کر مسجد نبوی کے لیے وقف فرمایا۔ (۹)

د۔ غزوہ تبوک کے موقع پر سامان رسد کی فراہمی :

غزوہ تبوک کے موقع پر لشکر اسلام کو سخت تنگی کا سامنا تھا' ایک تو اس لیے کہ یہ سخت گرمی کا موسم اور دور دراز کا سفر تھا اور دوسرے اس بنا پر کہ اس موقع پر مقابلہ دنیا کی ایک بڑی طاقت سے تھا' مگر لشکر اسلام کے پاس سامان رسد تک موجود نہ تھا: اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عام چندے کا اعلان فرمایا' جس میں ہر صحابی نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق حصہ لیا۔ حضرت عثمانؓ نے اس موقع پر سامان رسد کے لیے تین سو اونٹ بمع ساز و سامان ستر گھوڑے اور ایک ہزار دینار پیش کیے' جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر مسرور ہوئے کہ آپ فرماتے تھے "آج کے بعد عثمانؓ کچھ بھی کریں۔ ان کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا۔ (۱۰)

۴۔ حضرت علی کے اوقاف :

حضرت علیؓ نے بھی چند اوقاف اپنی طرف سے وقف فرمائے تھے۔ امام شافعیؒ بعض مستند ذرائع سے یہ روایت نقل فرماتے ہیں' کہ حضرت علیؓ نے ینبوع میں واقع اپنی جائیداد کو "وقف" عام کیا ہوا تھا۔ (۱۱) ینبوع جزیرہ عرب کے مغربی ساحل پر واقع ایک خوشحال بستی ہے' جو اپنے نخلستان کے باعث مشہور ہے' یہاں حضرت علیؓ کی ملکیت میں باغ کے علاوہ زرعی زمین اور چشمے بھی تھے۔ یہ تمام جائیداد انہوں نے راہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خدا میں وقف فرما دی تھی۔

وقف آل بنی ہاشم:

امام شافعی ہی نے یہ روایت نقل فرمائی ہے۔ کہ ایک مرتبہ حاکم مدینہ کو "آل ابی رافع" سے صدقے (وقف) کی ایک دستاویز ہاتھ لگی' جب اسے کھولا گیا' تو اس میں لکھا تھا:

"یہ جائیداد (حضرت) علیؓ نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کے لیے صدقہ کی ہے' اور بعض دیگر خاندانوں کے لیے (جن کے نام حضرت علیؓ نے لکھے تھے) (۱۲)

امام شافعی فرماتے ہیں: حالانکہ بنو ہاشم پر فرضی صدقہ (زکوۃ) حرام ہے۔ اسی طرح حضرت علی نے یہ صراحت بھی نہیں فرمائی۔ کہ ان کا یہ وقف فقرا کے لیے ہے یا مالداروں کے لیے جبکہ بنو ہاشم میں دونوں طرح کے لوگ تھے۔" (۱۳)

۵۔ حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کا قائم کردہ وقف:

امام شافعیؒ ہی نے بعض مستند ذرائع سے یہ روایت نقل فرمائی ہے' کہ حضرت فاطمہؓ نے بھی اپنی زندگی میں آل ہاشم کے لیے ایک وقف قائم کیا تھا اور یہ کہ وہ زندگی بھر اپنے اس وقف کی متولیہ اور منتظمہ رہیں (۱۴) البتہ انہوں نے یہ صراحت نہیں فرمائی کہ ان کا یہ وقف کہاں اور کس نام سے واقع تھا۔

۶۔ حضرت زبیر بن العوامؓ کا قائم کردہ وقف:

مشہور صحابی حضرت زبیر بن العوامؓ نے بھی ایک وقف قائم کیا تھا' مگر ان کے اس وقف کی نوعیت بالکل مختلف تھی۔ امام بخاری نے صراحت فرمائی ہے' کہ انہوں نے:

"اپنے مکانات اپنی ان بیٹیوں کے لیے وقف فرما دیئے تھے' جنہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کسی وجہ سے ان کے سسرال سے نکلنا پڑے' ان مکانوں میں انہیں بغیر تکلیف کے ٹھکانہ اور رہائش دی جائے۔ پھر جب ان کی' ان کے خاوند کے ساتھ مصالحت ہو جائے تو پھر انہیں یہاں رہنے کا کوئی حق نہ ہوگا"۔ (۱۵)

۲۔ اوقاف عہد خلافت راشدہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ھ (یا ۹ ربیع الاول) کو وصال فرما گئے' تو مسلمانوں میں اگلے تیس سالوں (۱۱ - ۴۰ ھ) کے لیے "خلافت راشدہ" کا نظام قائم ہو گیا۔ اس دور کو اس بنا پر تاریخ اسلام میں خصوصی اہمیت حاصل ہے' کہ اس دور میں نہ صرف عہد نبوی کا نظام قائم رہا' بلکہ اس عہد میں کئی پہلوؤں سے امور نبوت کی تکمیل بھی ہوئی' یوں یہ "عہد خلافت علی منہاج النبوت" کا مصداق ہونے کی بنا پر قرآنی پیش گوئی کے عین مطابق بھی ہے اور اپنے خصوصی کردار کے باعث تاریخ اسلام کا سنہرا دور کہلانے کا حقدار بھی۔

خلافت راشدہ کے اس تیس سالہ دور میں نہ صرف "وقف" کا مذکورہ تصور زیادہ واضح' گہرا اور مستحکم ہوا' بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے۔ اسی عہد میں "اوقاف" عام صدقات سے متمیز ہوا اور پہلی مرتبہ وسیع البنیاد اوقاف کا قیام عمل میں آیا۔ چنانچہ دیکھتے ہیں کہ اس دور میں دو طرح کے اوقاف قائم کیے گئے: اولاً: انفرادی اور ثانیاً اجتماعی یا سرکاری۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

الف۔ انفرادی اوقاف:

اس تیس سالہ دور میں انفرادی سطح پر بے شمار اوقاف کا قیام عمل میں آیا' ان میں باغات' زرعی اراضی' کوئیں' مکانات اور مساجد شامل تھیں۔ امام شافعیؒ نے بعض معتبر شہادتوں کی بنیاد پر یہ لکھا ہے کہ "مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں" مہاجر اور انصاری صحابہ کرامؓ نے بے شمار اوقاف قائم فرما رکھے تھے' جن اوقاف کے وہ خود اپنی حین حیات متولی اور منصرم رہے' اور ان کی وفات کے بعد وہ اوقاف ان کی اولاد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو منتقل ہو گئے۔" اس سلسلے میں امام فرماتے ہیں کہ یہ اوقاف اس قدر مشہور ہیں کہ ان کے لیے سند کا ذکر کرنا خواہ مخواہ کا تکلف ہے۔ (۱۶)

ایک اور روایت میں امام شافعی نے مشہور ہاشمی بزرگ محمد بن جعفر کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ان سقایات (پانی سے بھرے ہوئے بڑے بڑے برتنوں) سے پانی پی لیا کرتے تھے' جو لوگ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مسافروں کے لیے رکھ چھوڑتے تھے۔ حالانکہ بنو ہاشم پر صدقہ سے استفادہ کرنا حرام ہے' جس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا تعلق صدقہ مفروضہ (زکوۃ وغیرہ سے) نہ تھا' بلکہ اس کا تعلق نفلی صدقات سے تھا۔ (۱۷) اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس قسم کے اوقاف اس زمانے میں عام اور بکثرت ہو گئے تھے اور ان میں "عوامی بہبود" کا تصور زیادہ واضح اور مستحکم ہو گیا تھا۔

ب۔ اجتماعی یا سرکاری اوقاف :

تاہم اس ضمن میں جو پیش رفت ہوئی' اس کا تعلق دوسری قسم یعنی اجتماعی یا سرکاری اوقاف سے تھا' اس عہد میں وسیع البنیاد اوقاف کا قیام عمل میں آیا' تفصیل اس طرح ہے :

ا۔ مذہبی اوقاف :

اس زمانے میں مذہبی اوقاف میں وسعت پیدا ہوئی۔ خلفائے راشدین' بالخصوص حضرت عمر فاروق نے سرکاری اہتمام کے ساتھ بے شمار مساجد تعمیر فرمائیں' انہوں نے شام کے عمال کو تحریر فرمایا' کہ ہر شہر میں ایک مسجد سرکاری طور پر تعمیر کی جائے۔ (۱۸) صاحب روضتہ الاحباب کا بیان ہے' کہ خلیفہ دوم نے چار ہزار مساجد تعمیر کرائیں اور ان مساجد میں باقاعدہ تنخواہ دار امام اور موذن مقرر فرمائے۔

۱۷ھ میں حرم کعبہ کی توسیع عمل میں آئی اور اس کے گرد چار دیواری بنوائی گئی۔ (۱۹) اسی طرح انہوں نے مسجد نبوی کی توسیع بھی فرمائی اور ازواج مطہرات کے گھروں کو چھوڑ کر مسجد نبوی سے متصل جتنے مکانات تھے' ان سب کو خرید کر مسجد میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شامل فرما لیا۔ مسجد میں ایک طرف ایک چبوترہ بنوایا' تاکہ جن لوگوں کو کوئی بات چیت کرنا ہو' یا شعر پڑھنا ہو' وہ یہاں آکر اپنا شوق پورا کر لیں۔ (۲۰) بعدازاں ۲۹ ھ عہد عثمانی میں مسجد نبوی کی دوبارہ تعمیر اور توسیع نہایت شاندار طریقے سے انجام پائی' عمارت کے لیے چونا اور پتھر بطن نخلہ سے منگوایا گیا اور ساری عمارت میں منقش پتھر استعمال فرمایا۔ (۲۱)

اسی طرح عہد صدیقی میں مصحف قرآن مجید کی "دو جلدوں کے مابین" تدوین عمل میں آئی' جو مذہبی اعتبار سے ایک یادگار کارنامہ تھا' بعدازاں حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں اسی مصحف کی متعدد نقول تیار کروا کر مختلف بلاد اسلامیہ میں ارسال کی گئیں۔ جن کی نقول پورے عالم اسلامی میں ہمیشہ متداول رہیں (۲۲) اور مصحف کے وقف کی مثال بنیں۔

۲ – رفاہ عامہ کے اوقاف :

عہد خلافت راشدہ میں مذہبی مقاصد کے لیے قائم کردہ اوقاف کے علاوہ رفاہ عامہ کے لیے بھی بے شمار اوقاف قائم کیے گئے۔

"خیبر وفدک" میں "خمس" کے اصول کے تحت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اراضی تھی' اور جسے آپؐ بالخصوص مسافروں اور مساکین کی خبر گیری کے لیے استعمال فرماتے تھے' عہد صدیق اکبرؓ میں بھی اس کا یہی مصرف رہا۔ بعض ازواج مطہرات اور بعض اہل بیت نبوی کی طرف سے جب اس اراضی کی حسب اصول وراثت تقسیم کا سوال اٹھایا گیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس حدیث نبوی کی بنیاد پر "کہ ہم گروہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بنایا کرتے' ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے" ان کا یہ مطالبہ مسترد فرما دیا اور مذکورہ اراضی کو بدستور سرکاری ملکیت میں رہنے دیا اور اس کے مصارف حسب سابق بحال رکھے۔" یہ اراضی خلفائے راشدین کے زمانے۔ (بشمول عہد حضرت علیؓ و حضرت حسنؓ) میں اسی حیثیت میں برقرار رہی' البتہ بنو امیہ کے زمانے میں اسے ذاتی ملکیت بنا لیا گیا' جس پر خلیفہ راشد حضرت عمر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بن عبد العزیزؒ نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے' اسے بدستور اس کی سابقہ حیثیت پر لوٹا دیا۔ (۲۳)

ب۔ نہروں کی تعمیر:

خلافت راشدہ کے زمانے میں مختلف علاقوں اور شہروں کو آب رسانی کے لیے متعدد نہریں کھودی گئیں: چنانچہ نہرابی موسیٰ کے ذریعے بصرہ (۲۴) کو' نہرسعد کے ذریعے اہل انبار کو پانی پہنچایا گیا۔ نیز مصر سے بروقت غلہ منگوانے کے لیے ۱۸ھ میں حضرت عمر فاروقؓ نے دریائے نیل اور بحرہ قلزم کے مابین ۹۹ میل لمبی نہر کھدوائی' جس سے غلہ سے بھرے ہوئے جہاز براہ راست مدینہ منورہ آنے لگے' اسی طرح اس زمانے میں نہرمعقل بھی تیار ہوئی۔ (۲۵)

ج۔ مہمان خانوں / سراؤں کا قیام:

اس عہد میں مسافروں کے لیے مہمان خانوں / سراؤں کا قیام بھی عمل میں آیا۔ چانچہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں بڑے بڑے شہروں میں مسافروں کے لیے مسافر خانے تعمیر ہوئے۔ جیسا کہ البلاذری نے کوفہ (۲۶) اور مدینہ منورہ میں ایسے مہمان خانوں کی صراحت کی ہے۔ (۲۷) جبکہ طبری نے لکھا ہے کہ عہد حضرت عثمانؓ میں کوفہ میں عقیل (۲۸) اور ابن ھبار کے مکانات خرید کر ایک وسیع مہمان خانہ تیار کرایا گیا۔ (۲۹) حضرت عثمانؓ ہی کے زمانے میں مدینہ منورہ اور **نجد** (۳۰) کے درمیان برلب سڑک ایک سرا تعمیر کرائی گئی اور اسکے متعلق ایک بازار بسایا اور شہر میں پانی کا ایک کنواں کھدوایا گیا۔ (۳۱)

د۔ سڑکوں اور پلوں کی تعمیر:

سڑکوں اور پلوں کے متعلق امام سیوطی نے لکھا ہے' کہ اس نوع کے کام بھی بیت المال سے انجام پاتے تھے' (۳۲) مگر بعض دیگر ماخذ سے پتہ چلتا ہے' کہ یہ عمومی انتظام نہیں تھا۔ اس کے بجائے مفتوح اقوام کے صلح ناموں میں یہ شرط رکھی جاتی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھی' کہ وہ پل اور سڑکیں خود بنائیں گی- چنانچہ طبری نے ۱۶ھ کے ایک معاہدے میں یہ فقرہ بھی تحریر کیا ہے- کہ کاشتکار سڑک اور پل خود بنائیں گے اور بازار لگائیں گے- (۳۳)

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مابین آمدورفت کو آسان بنانے کے لیے عہد فاروقی میں ہر منزل پر چوکیاں' سرائیں اور حوض تعمیر کرائے گئے- (۳۴) اسی طرح عہد عثمانی میں مدینہ منورہ کو خیبر کی جانب سے آنے والے سیلاب سے محفوظ کرنے کے لیے' مدینہ منورہ سے تھوڑے فاصلے پر عدری کے قریب ایک بند بندھوایا گیا اور نہر کھدوا کر سیلاب کا رخ دوسری جانب پھیر دیا گیا- (۳۵)

ھ- نئی مفتوحہ اراضی:

ان چھوٹے چھوٹے اوقاف کے علاوہ اس عنوان سے جو اہم اور وقیع نوعیت کا معرکہ آراء کام ہوا' وہ نو مفتوحہ اراضی کو "وقف" قرار دینا تھا- فتوحات کا سلسلہ گو عہد نبوی میں ہی شروع ہو گیا تھا' مگر اس میں وہ وسعت اور عمومیت پیدا نہ ہوئی تھی' جو عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں جا کر ہوئی- چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں پہلی مرتبہ ان اراضی کا مسئلہ زیر بحث آیا- بعض صحابہ کرامؓ کی رائے تھی کہ اس تمام اراضی کو حسب دستور مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے' مگر حضرت عمر فاروقؓ اس رائے کے حق میں نہ تھے- وہ جانتے تھے کہ اگر ایسا کیا گیا- تو ایک طرف تو اسلام میں بذات خود بڑے بڑے زمیندار پیدا ہو کر' جاگیرداری نظام کی تقویت اور احیا کا باعث بنیں گے اور دوسری طرف اس سے مجاہدین کے فتوحات کی طرف اٹھتے ہوئے قدم رک جائیں گے' لہٰذا انہوں نے سورۃ الحشر کی آیت والذین جاء وامن بعد ھم (اور جو لوگ ان کے بعد آئیں گے) سے استنباط کرتے ہوئے یہ فیصلہ فرمایا کہ مفتوحہ اراضی سابق مالکان کی ملکیت میں رہے اور اس پر اس کے سابق مالکان خراج ادا کرنے کی شرط پر قابض رہیں- اس طرح ان اراضی سے جو آمدن ہو' اسے تمام مسلمانوں پر تقسیم کر دیا جائے- (۳۶) یہ گویا اس زمین کو "وقف علی المسلمین" قرار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

دینے کی صورت تھی۔

و۔ قرض حسنہ کی اسکیم :

حضرت عمر فاروقؓ نے بیت المال کے ایک حصے کو بطور قرض حسنہ کے وقف فرما دیا۔ ضرورت مند افراد اس میں سے قرض حسنہ وصول کر کے وقت پر لوٹا دیتے تھے۔ تاہم اگر کوئی شخص اس رقم سے کاروبار کرتا۔ تو اسے مذکورہ رقم بمع منافع واپس کرنا ہوتی تھی۔ یہ گویا صنعتی مقاصد کے لیے قرضہ جاری کرنے کی صورت سے مشابہ صورت تھی (تفصیل اوپر آچکی ہے)۔

۳۔ مسلم اوقاف کا عمومی جائزہ۔

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ مسلمانوں کے مذہبی و رفاہی "اوقاف" کی تفصیل سے بھری پڑی ہے۔ یہ تفصیل مسلمانوں کے ان ولولہ انگیز اور خدا ترس جذبوں کی غماز ہے' جنہوں نے ان کے دلوں کو پر جوش اور ذہنوں کو پرہمت بنا رکھا تھا۔

ان اوقاف کو ہم آسانی کے لیے تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں' یعنی مذہبی اوقاف (مساجد و مدارس)' رفاہی اوقاف اور خاندانی اوقاف۔ اول الذکر دونوں اقسام کو "اوقاف خیریہ" بھی کہا جاتا ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

الف۔ مذہبی اوقاف :

ا۔ مساجد

ابتدائی زمانہ اسلام میں جو مساجد تعمیر ہوئیں' وہ زیادہ تر مسلمانوں کی اجتماعی کوششوں کی مرہون منت تھیں' مثال کے طور پر مدینہ منورہ میں مسجد قبا اور مسجد نبوی' اسی طرح' کوفہ' بصرہ' دمشق وغیرہ کی مسجدیں۔ تاہم جلد ہی قبائل کی سطح پر مساجد کی تعمیر ہونے لگی' مثال کے طور پر مدینہ منورہ میں مسجد عمرو بن عوف (۳۷) مسجد بنو غنم بن عوف (۳۸) اور مدینہ منورہ کے آس پاس بنو قریظہ' بنو حارثہ' بنو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ظفر، بنو وائل، بنو حرام اور بنو زریق کی مساجد وغیرہ۔ تاہم نماز جمعہ فقط مسجد نبوی ہی میں ادا کیا جاتا تھا اور یہ مساجد فقط نماز پنج گانہ کے لیے مخصوص تھیں۔

پھر اس میں بھی تبدیلی آئی اور مسلمانوں نے انفرادی طور پر مساجد کی تعمیر و تکمیل کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس ضمن میں قدیم ترین مثال حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہے، جنھوں نے مکہ مکرمہ میں ایک ذاتی مسجد بنائی ہوئی تھی، جو فقط ایک چبوترے پر مشتمل تھی (۳۹) اسی طرح مدینہ منورہ میں بھی ایک صحابی حضرت عتبانؓ بن مالک نے، جو بقول ان کے موسم برسات میں اپنے قبیلے کی مسجد میں پہنچنے سے معذور رہتے تھے، اپنے گھر میں مسجد بنا لی، جس کا افتتاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (۴۰) تاہم یہ مثالیں ابتدائی نوعیت کی ہیں اور ان سے بعد میں تعمیر کی جانے والی مساجد کے لیے ایک نمونہ تو فراہم ہوتا ہے۔ مگر مکمل تمثیل نہیں۔

غالباً" پہلی صدی ہجری کے اواخر میں مخیر مسلمانوں نے نہایت وسعت اور فراخدلی کے ساتھ مساجد کی تعمیر و تکمیل میں ذاتی طور پر حصہ لینا اور پوری مسجد کے اخراجات کی کفالت کرنا شروع کیا، جس میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا رہا۔ ولید بن عبدالملک اموی (۸۶ - ۹۶ ھ) پہلا اموی حکمران ہے۔ جس نے مساجد کی تعمیر و ترقی میں نہایت (۴۱) فراخدلی اور وسعت کے ساتھ حصہ لینا شروع کیا، اسکے عہد کی تعمیر کردہ مساجد۔ مثلاً جامع اموی دمشق، بیت المقدس، القدس اور مسجد نبوی (تعمیر نو و توسیع) اس کے انہی جذبوں کی عکاس ہیں۔ بعد کے امراء نے بھی اس میں دل کھول کر خرچ کرنا شروع کیا اور نہ صرف ذاتی آمدنی سے مساجد تعمیر کرائیں، بلکہ ان کے جملہ اخراجات کی بھی کفالت کی، مثال کے طور پر، جامع ابن طولون (مصر) پربانی (ابن طولون) نے ایک لاکھ بیس ہزار دینار کی خطیر رقم صرف کی اور جامع مسجد المئوید پر ایک لاکھ دس ہزار دینار خرچ ہوئے۔ (۴۲)

ابتدائی زمانہ میں "مساجد" کے ساتھ جاگیریں اور جائیدادیں وقف کرنے کا کوئی رواج نہ تھا، جس کی وجہ اس زمانے میں مساجد پر معمولی اخراجات تھے، جن کو اہل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسجد باسانی برداشت کر سکتے تھے' مگر جیسے جیسے مسجد کا ادارہ بڑھا اور اس کے دیگر لوازم' مثلاً امام و موذن کی تنخواہیں- معلم الصبیان کا مشاہرہ اور دیگر اخراجات متوالیہ وغیرہ کا مسئلہ پیدا ہوا' تو مخیر مسلمانوں اور نیک دل حکمرانوں نے مساجد کی تعمیر کے ساتھ ساتھ اس کے رواں اخراجات (Running Expenses) کے لیے مستقل جاگیریں اور جائیدادیں وقف کرنا شروع کر دیں- بقول المقریزی اس کا رواج محمد ابوبکر المذرانی کے عہد (۳۰۰ ھ) سے پہلے موجود نہ تھا- ابو محمد بن علی المذرانی (م ۳۴۵ ھ / ۹۵۶ء) پہلا شخص ہے' جس نے بلاد مقدسہ اور بعض دیگر مقاصد کے لیے بطریق وصیت برکتہ الحبس اور سیوط وقف کیے- (۴۳) مگر المقریزی کا یہ بیان محل نظر ہے- اس لیے کہ خود المقریزی ہی نے جامع ابن طولون کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس نیک دل حکمران نے مسجد کے لیے بے شمار مکانات مسجد اور دارالشفاء کے اخراجات کے لیے وقف کیے اور یہ مسجد ۲۶۳ سے لے کر ۲۶۵ ھ تک کے عرصے میں مکمل ہوئی- (۴۴) اس طرح گویا یہ کہا جاسکتا ہے- کہ مساجد کے لیے اوقاف قائم کرنے کی ابتدا تیسری صدی کے آخری نصف حصے میں ہوچکی تھی اور مخیر حضرات نے زرعی اراضی سمیت مختلف غیر منقولہ اشیاء اس مقصد کے لیے وقف کرنا شروع کر دی تھیں' مگر فاطمیوں نے دفعتہ" زرعی جائیدادوں کا وقف حکما" بند کر دیا- اور قاضی القضاۃ کو ایک دیوان الاحباس کے ساتھ اس علاقے کا نگران مقرر کر دیا- مشہور فاطمی حکمران المعز (م ۳۶۵ ھ) نے حکم جاری کر دیا کہ تمام اوقاف کی جائیدادیں اور اوقاف کی دستاویزات (شرائط) خزانہ عامرہ (بیت المال) میں داخل کرا دی جائیں- ان اوقاف کے مداخل پندرہ لاکھ درہم سالانہ اجارے پر دے دیئے گئے- اس رقم میں سے موقوف علیہم کو وظائف دے کر باقی رقم بیت المال میں داخل کر دی جاتی تھی- مگر اس کا نتیجہ یہ نکلا- کہ مساجد کے ان اوقاف کی قیمت (کرایہ) اتنی گر گئی- کہ اس سے بہت سی مساجد کی آمدن' ان کے ضروری اخراجات کی کفالت کے لیے کافی نہ ہوتی تھی- اسی لیے الحاکم نے (م ۴۰۵ / ۱۰۱۲ء) میں نہ صرف جامع مسجد حاکم کی تعمیر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مکمل کی۔ بلکہ پہلے سے تعمیر شدہ مساجد' مثلاً جامع الازھر' دارالعلوم' جامع المقس اور جامع راشدہ وغیرہ کے لیے بھی بڑے بڑے اوقاف وقف کیے۔ یہ اوقاف رہائشی مکانوں' دوکانوں' چکیوں' قیساریہ اور حوانیت پر مشتمل تھے۔ (۴۵)

اس سلسلے میں سلطان صلاح الدین ایوبی اور اس کے نیک دل جانشینوں کا نام بھی خصوصی طور پر قابل ذکر ہے' مگر ان حضرات کی زیادہ تر توجہ "مدارس" کی جانب مبذول رہی۔

عہد ممالیک (۶۴۸ھ / ۱۲۵۰ء تا ۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء) میں بھی مساجد کے لیے اوقاف قائم کرنے کا سلسلہ روز افزوں رہا۔ بعض مستشرقین' مثلاً Berhem (۴۶)اور Noberg (۴۷) وغیرہ نے اس عہد کی دستاویزات کو جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے' جس سے پتہ چلتا ہے' کہ اس دور میں اوقاف کے قیام کو دنیا میں بڑی اہمیت حاصل تھی۔

اس دور میں ان اوقاف کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا:

الف ۔ دیوان الاحباس :

یہ شعبہ دوادار السلطان (۴۸) کی نگرانی اور اہتمام میں تھا۔ اور ان کا انتظام ایک خاص ناظر کے سپرد ہوتا تھا' یہ اوقاف مملکت مصر کے بڑے بڑے صوبوں کی جائیدادوں پر مشتمل تھے اور ۷۴۰ھ / ۱۳۳۹ء میں ان کی سالانہ آمدنی ایک لاکھ تیس ہزار (۱۳۰۰۰۰) فدان پر مشتمل تھی اور یہ تمام رقم مسجدوں اور زاویوں کی مرمت اور زیبائش پر صرف ہوتی تھی۔

ب ۔ اوقاف حکومت :

یہ اوقاف' جو فقط حرمین الشریفین اور دیگر قسم کے نیک کاموں کے لیے مختص تھے' مصر و قاہرہ کی شہری اراضی پر مشتمل تھے۔ یہ اوقاف براہ راست قاضی القضاۃ (چیف جج) کی نگرانی میں تھے اور ایک ناظر یا بعض اوقاف دو ناظران کے منتظم ہوتے تھے۔ شہر کے ہر حصے کے لیے ایک علیحدہ دفتر ہوتا تھا۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس شعبے میں بھی بہت سی خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ جن کی المقریزی نے بجا طور پر نشاندہی کی ہے۔ بعدازاں ملک الناصر فرج (۸۰۱ ھ ر ۱۳۹۹ء تا ۸۱۵ ھ ر ۱۴۱۲ء) کے زمانے سے اوقاف کی ان جائیدادوں کا نظام اور بگڑ گیا اور مختلف حیلے بہانوں سے ان اوقاف کو فروخت کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

ج ۔ اوقاف اہلیہ :

(خاندانوں کے نام پر اوقاف)' ان میں سے ہر ایک کا اپنا اپنا ناظر ہوتا' یہ خانقاہوں مسجدوں' مدرسوں اور مزارات کے اوقاف تھے اور اس عنوان سے مصر و شام میں بڑی بڑی جاگیریں وقف تھیں۔ جن میں سے بعض فی الحقیقت سرکاری اراضی تھیں' جنہیں حاصل کر کے وقف کر دیا گیا تھا۔ امیر برقوق (۷۸۴ھ ر ۱۳۸۲ء تا ۸۰۱ھ ر ۱۳۹۸ء) نے ان اراضی کو بحق سرکار ضبط کرنا چاہا' مگر فقہاء اور علماء کے زبردست احتجاج کی بنا پر اسے اپنی یہ تجویز واپس لینا پڑی' مگر بالاخر اس کے جانشینوں نے اسے ضبط کر ہی لیا۔ (۴۹)

۲۔ مدارس :

مدرسے کا ادارہ شروع شروع میں مسجد کے اندر قائم رہا اور اپنی اس حیثیت میں خوب پھلا پھولا' مگر بالاخر اس نے بہت جلد اپنی جداگانہ حیثیت قائم کر لی۔

عام طور پر دور اسلام میں مخصوص وضع قطع کے مدرسہ کا موجد مشہور سلجوقی وزیر نظام الملک (۴۰۹ ر ۱۰۱۸ تا ۴۸۵ ھ ر ۱۰۹۲ء) کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ مگر جیسا کہ علامہ شبلی مرحوم (مقالات شبلی) اور ڈاکٹر شبلی (تاریخ التعلیم) وغیرہ نے لکھا ہے۔ کہ نظام الملک طوسی سے قبل بھی مختلف مدارس اور مکاتب موجود تھے۔

ابن العذاری نے لکھا ہے۔ کہ مشہور اموی خلیفہ الحکم نے قرطبہ میں ۳۵۹ھ ر ۹۶۷ء میں ستائیس مدرسے قائم کیے' تاکہ ان میں غریب اور یتیم بچے تعلیم حاصل کر سکیں۔ تین مدرسے جامع اموی قرطبہ کے قریب اور بقیہ شہر کے مختلف حصوں میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ نو سال کے بعد اس نے معلمین کے لیے کچھ دوکانیں وقف کیں۔ (۵۰) اسی سال یعنی ۳۵۹ھ میں فاطمی جرنیل جوھر الصقلی نے جامع ازھر کی تاسیس کی' جو شیعی علوم و فنون کا مرکز تھا۔ مگر سلطان صلاح الدین ایوبی نے اسے اہل سنت و الجماعت کے علوم کا مرکز بنا دیا۔ (۵۱) مشہور فاطمی حکمران الحاکم نے ۳۹۵ھ ر ۱۰۰۰ء میں مدرسہ دارالعلوم یا دارالحکمت قائم کیا تھا' جو سب پر فوقیت رکھتا تھا۔ (۵۲) جس کے لیے اس نے باقاعدہ ایک عمارت قائم کی اور اسے ہر طرح سے آراستہ کیا۔ اس کے ساتھ ایک بہت بڑا کتب خانہ بھی تھا' اس مدرسے کے قیام کا بڑا مقصد شیعی علوم کی ترویج و اشاعت تھا۔ اس کے مصارف کے لیے الحاکم نے قسطاط کے بہت سے مکانات وقف کیے۔ (۵۳)

چوتھی صدی ہجری کے اواخر میں مدارس کے لیے علیحدہ اور مخصوص عمارت بنانے کی ابتدا ہوئی' چنانچہ پہلا مدرسہ نیشا پور کے سامانی حکمران ناصر الدولہ ابوالحسن (م ۳۷۸ ھ) نے امام ابوبکر محمد بن حسین بن فورک (م ۴۰۶ ھ) کے لیے بنایا تھا۔ (۵۴) سلطان محمود غزنوی نے متھرا کی فتح سے واپس جا کر تقریباً" ۴۱۰ ھ میں ایک بہت بڑا مدرسہ قائم کیا' جس میں مختلف کتب خانوں سے بہت سی کتابیں نقل کرا کر جمع کیں اور اس کے اخراجات کے لیے بہت سے دیہات اور مواضع وقف کیے۔ سلطان کے بھائی سبکتگین نے اپنی امارت کے زمانے میں بھی ایک مدرسہ تعمیر کیا تھا' چوتھا مدرسہ نیشا پور میں ابو اسحاق الاسفرائنی (م ۴۱۸ ھ) کے لیے بنایا گیا تھا۔ (۵۵)

مدارس کے قیام اور ان کے لیے اوقاف مخصوص کرنے میں مشہور سلجوقی وزیر اعظم نظام الملک طوسی کا نام سرفہرست ہے۔ اس نے ۴۵۷ ھ - ۴۵۹ ھ میں مدرسہ نظامیہ بغداد کو تعمیر کرایا اور اس کے علاوہ نیشا پور' ہرات' اصفہان اور موصل میں بڑے بڑے مدارس قائم کیے۔ (۵۶) ابن جبیر نے ۵۷۸ ھ ر ۱۱۸۲ء میں بغداد کا سفر کیا تھا۔ اس کا بیان ہے' کہ اس وقت بغداد میں تیس مدرسے تھے اور ہر ایک مدرسہ بجائے خود ایک شہر معلوم ہوتا تھا۔ (۵۷) مدرسہ نظامیہ کے بعد دوسرا بڑا مدرسہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۶۲۵ھ ر ۱۲۲۷ء میں عباسی خلیفہ مستنصر باللہ نے "مدرسہ مستنصریہ" کے نام سے قائم کیا۔ مدرسہ کے طلباء کو قیام کیلئے دارالاقامہ اور خوراک' روغن اور کاغذ مدرسہ سے ملتا تھا' سینکڑوں دیہات اور مواضع اس کے مصارف کے لیے وقف تھے۔

چھٹی صدی ہجری کے ایک نامور مسلم فرمانروا۔ سلطان ناصر الدین محمود زنگی (۵۶۹ ھ - ۱۱۷۳ء) نے دمشق میں بہت بڑے دارالحدیث کے علاوہ متعدد مدارس قائم کیے۔ اسی طرح حلب میں بھی مدرسہ حلاوبین (۵۴۳ ھ)' مدرسہ العصرونیہ (شافعی مسلک) (۵۴۵ ھ) اور مدرسہ الحلاویہ کے نام سے عظیم مدارس قائم کیے اور ان کے مصارف کے لیے معقول جاگیریں وقف فرمائیں۔ (۵۸) اس کے بعد دوسرا بڑا نام سلطان صلاح الدین ایوبی (م ۵۸۹ ھ ر ۱۱۹۳ء) کا ہے' جس نے قاہرہ المقدس اور دمشق وغیرہ میں بہت سے مدارس قائم کئے اور ان کے لیے بے انتہا آمدنی والی جاگیریں وقف کیں۔ (۵۹)

عہد ممالیک (۶۴۸ ھ ر ۱۱۵۰ء تا ۹۲۳ ھ ر ۱۵۱۷ء) میں بھی بے شمار دینی مدارس قائم کیے گئے اور ان کے لیے جاگیریں وقف کی گئیں' اس ضمن میں سلطان ملک اشرف قایت بای' سلطان ابن الناصر محمد بن قلاوون' الملک الظاہر بیبرس بند قداری (م ۶۷۶ ھ)' امیر رکن الدین بیبرس' امیر کبیر سیف الدین اور ملک اشرف سیف الدین ابو نصر الدقمان نے بھی بے شمار دینی مدارس اور خانقاہیں قائم کیں اور ان کے لیے جاگیریں وقف کیں۔ (۶۰)

مدارس قائم کرنے کا یہ ذوق عالمگیر تھا' اسی بنا پر اس دور کی تاریخ میں ہمیں ان جذبوں کی جھلک عالمی سطح پر نظر آتی ہے۔

۳۔ رفاہی اوقاف:

ان مذہبی اور دینی اوقاف کے ساتھ ساتھ مسلم حکمرانوں اور امراء نے رفاہ عامہ کے لیے بھی بے شمار اوقاف وقف فرمائے' ان سب کی تفصیل دینا تو ممکن نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

البتہ سرسری اشارہ کرنا کافی ہو گا۔

الف۔ ہسپتال (بیمارستان)

مسلمانوں نے ہر شہر میں ہسپتال اور شفا خانے قائم کیے تھے' اس ضمن میں قدیم ترین حوالہ ابن طولون کا ملتا ہے۔ جس نے ۲۵۹ ھ میں ساٹھ ہزار دینار خرچ کر کے ایک عظیم ہسپتال قائم کیا تھا جہاں پر ہر طرح کی بیماریوں کا علاج ہوتا تھا۔ اطبا کی تنخواہوں کے علاوہ بیماروں کی ادویات' خوراک اور لباس کی کفالت بھی بانی کی جانب سے کی جاتی تھی۔ ہسپتال میں دو حمام بھی بنائے تھے' ایک مردوں کے لیے اور دوسرا عورتوں کے لیے۔ (۶۱) اسی طرح ۳۴۶ ھ میں کافور الاخشیدی نے "بیمارستان کافور" اور فتح بن خاقان نے "بیمارستان المغافر" کے ناموں سے ہسپتال بنائے تھے۔ (۶۲) جہاں مختلف بیماریوں کے علاج کیے جاتے تھے۔

مصر ہی میں سلطان المنصور قلاوون نے ۶۸۲ ھ میں ست الملک کے ایک شاہی محل میں بہت بڑا ہسپتال قائم کیا اور اس کے لیے ایک لاکھ سالانہ درہم کی آمدنی والی جاگیر وقف کی' اس ہسپتال کی خاص بات یہ تھی' کہ اس میں مریضوں کی خدمت کے لیے مردوں کے ساتھ خواتین بھی تعینات تھیں اور اس میں امراض اور اصناف کے مطابق شعبہ جات بنوائے' اس کی تفصیلات سے' جو المقریزی نے اپنی خطط کے چار صفحات میں رقم کی ہیں' پتہ چلتا ہے کہ یہ ہسپتال اپنے معیار اور سہولتوں کے اعتبار سے موجودہ ہسپتالوں کے مماثل تھا۔ (۶۳) اسی طرح المئوید شیخ نے بھی یہاں ۸۲۱ ھ میں ایک ہسپتال بنایا تھا' جس کے مصارف "جامع مئویدی" کے اوقاف سے پورے کیے جاتے تھے' مگر المئوید شیخ کی رحلت کے بعد اس ہسپتال کا نظام انتشار کا شکار ہو گیا۔ (۶۴)

ب۔ آب رسانی:

مختلف مسلم حکمرانوں نے دیگر امور کی طرح آب رسانی کے نظام پر بھی توجہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مبذول کی اور اس کے لیے بھی بے دریغ رقوم صرف کیں۔ مثال کے طور پر مصر میں سلطان محمد بن قلاوون نے ۷۱۲ھ میں دریائے نیل سے چار چھوٹی نہریں کھدوائیں، جو قلعہ تک آتی تھیں، اسی طرح دیگر امراء اور اہل ثروت نے بھی ان رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جیسا کہ **المقریزی** نے اپنی **خطط** میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ (۶۵)

اسی طرح قبرستان، کنویں، حوض اور دیگر رفاہی و فلاح عامہ کے لیے ضروری اشیاء بنا کر وقف کرنے کا بھی معمول تھا۔ (۶۶)

۴۔ خاندانی اوقاف:

خاندانی یا اہلی اوقاف کی تاریخ بھی اتنی ہی قدیم ہے۔ جتنی کہ مفاد عامہ کے "اوقاف و احباس" کی ہے۔ اس کی قدیم ترین مثال غالباً" وہ ہے، جو امام بخاریؒ نے اپنی جامع میں حضرت زبیرؓ بن العوام کی جانب سے اپنی گھروں سے نکال دی جانے والی بیٹیوں پر "مکانات" وقف کرنے کی صورت میں بیان فرمائی ہے۔ (۶۷) تاہم یہ بات انہی تک محدود نہ تھی امام شافعیؒ نے، جو خود بھی **الفسطاط** میں اپنے مکان کو مع اس کے ساز و سامان کے اپنی آل اولاد پر وقف کر کے ایک مثال فراہم کر چکے ہیں۔ (۶۸) متعدد ذاتی اسناد سے یہ ثابت کیا ہے کہ بہت سے صحابہ کرامؓ بشمول حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ نے بھی اپنی جائیدادیں اپنے اپنے خاندانوں کے لیے وقف فرمائی تھیں۔ (۶۹)

مصر و شام میں، جہاں متلون مزاج حکمرانوں اور سیاسی تبدیلیوں کے نتیجے میں ہمیشہ پکڑ دھکڑ اور داروگیر کا خدشہ رہتا تھا، بطور ایک فقہی حیلہ کے، یہ سلسلہ بہت مقبول ہوا، مزید براں اس کے نتیجے میں غیر اہل وارثوں کو وراثت سے محروم اور اہل رشتہ داروں کو وراثت کا مستحق کیا جاسکتا تھا، تاہم بعض اوقات اس کا غلط استعمال بھی ہوتا تھا، مثال کے طور پر بعض لوگ اپنی جائیداد اپنے قرض خواہوں سے بچانے کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیے اپنی آل اولاد پر "وقف" کر جاتے تھے، جسے ابوالسعود (م ۹۲۸ھ / ۱۴۷۴ء) نے ناجائز اور حرام قرار دیا تھا۔

وقت گزرنے کے ساتھ اوقاف کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ اور چونکہ "اراضی موقوفہ" ہر قسم کے محاصل سے محفوظ رہتی ہے۔ اسی لیے اس سے نقصان کی حد تک سرکاری محاصل میں کمی واقع ہونے لگی۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ ۹۲۸ھ میں فقط مصر میں ان اوقاف کی آمدنی باقی تمام اوقاف کی مجموعی آمدنی سے زیادہ تھی، یعنی دس لاکھ پونڈ سے زیادہ۔ (۷۰)

"خاندانی اوقاف" کے اس نظام میں اچھائیاں بھی تھیں اور بعض نقصانات بھی۔ اچھائیوں ہی کی بنا پر مولانا شبلی نعمانی نے برعظیم پاک و ہند میں ہندو ساہو کاروں سے زمینیں بچانے کے لیے "وقف علی الاولاد" کا قانون بنانا تجویز کیا تھا۔ مگر یہاں ایسا کوئی قانون نہ بن سکا۔

۵۔ نظم و نسق:

عام طور پر ان اوقاف (بشمول مدارس و مساجد) کا نظم و نسق ایک متولی (منتظم) کے سپرد ہوتا تھا، اکثر اوقات بانی وقف خود ہی اس کا متولی اور منتظم بھی ہوتا تھا۔ یا وہ کسی دوسرے شخص کو اس عہدے پر تعینات کر دیتا تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کی اولاد یا وقف نامے میں متعین کردہ شخص یا پھر قاضی اس کا منتظم ہوتا تھا۔

مملوک دور میں جو مساجد اور مدارس تعمیر ہوئے۔ ان کے اوقاف کے متعلق بالصراحت مذکور ہوتا تھا کہ ان کا نظم و نسق "بانی وقف" کی اولاد ہی میں رہے گا۔ (۷۱) مثال کے طور پر سلطان بیبرس کی تعمیر کردہ مسجد، جامع مقس (تعمیر کردہ وزیر اعظم المقسی)، صاحبیہ، قراسنقریہ اور القدس میں مسجد بدریہ وغیرہ۔ (۷۲) بعض اوقات کوئی امیر یا اہم عہدے دار اس کا منتظم ہوتا تھا۔ مثال کے طور پر جامع مئوید، طیبرسیہ، جامع ازہر اور مسجد ابن طولون وغیرہ بعض اوقات کوئی قاضی بھی وقف کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

متولی ہوتا تھا' مثلاً مسجد بیبرس' جس کے وقف نامے میں اولاد کے بعد حنفی قاضی کا متولی ہونا شرط تھا۔ (۷۳)

ناظر اوقاف' جو اوقاف کی نگرانی کرتا تھا' بعض اوقات ایک معین مشاہرے پر ملازم رکھا جاتا تھا۔ ناظر اوقاف "وقف شدہ شئی" کی نگرانی اور اس کے عملے کی تعیناتی اور ان کے مشاھروں کی تعیین کا ذمہ دار سمجھا جاتا تھا۔ جامع ازھر میں نواح ۱۱۰۰ھ کے بعد کوئی ناظر مقرر نہیں ہوا' لیکن کسی ایک عالم فاضل شخص کو شیخ الازھر یعنی رئیس الاساتذہ اور ناظم مسجد مقرر کر دیا جاتا ہے۔ (۷۴) یہی صورت حال مکہ مکرمہ میں بھی تھی۔

د۔ مسلم اوقاف : ترکی۔

اسلام کی تاریخ مں سلاطین عثمانیہ کا چھ سو سالہ دور ہر اعتبار سے ایک مثالی اور روشن دور تھا' اس دور میں بے شمار مساجد اور مدارس تعمیر ہوئے اور ان کے لیے "اوقاف" وقف کیے گئے' یوں تو سلاطین عثمانیہ میں سے کوئی سلطان بھی ایسا نہیں گزرا' جس نے مساجد اور مدارس بنانے اور ان کے لیے اوقاف قائم کرنے میں دلچسپی نہ لی' مگر خصوصی طور پر چند ایک حکمرانوں کا نام اس سلسلے میں زیادہ زندہ و جاوید حیثیت رکھتا ہے۔

ایسے فیاض حکمرانوں میں سلطان محمد فاتح (۱۴۵۱ء تا ۱۴۸۱ء) کا نام سرفہرست ہے۔ اس نیک دل حکمران نے ۸۶۵ھ / ۱۴۶۰ء میں ایک بہت بڑا مدرسہ قائم کیا' جس کے تحت آٹھ مدارس تھے اور ہر ایک کے طلبہ کی ضروریات کی کفالت کے لیے معقول آمدنی کا بندوبست کیا۔ (۷۵) اسی طرح سلطان بایزید خان' سلطان سلیمان وغیرہ نے اپنی پوری قلمرو۔ مثلاً مکہ معظمہ (چار بڑے مدرسے) اور قسطنطنیہ وغیرہ میں کئی مدارس بنائے اور ترکیہ کے بہت سے مقامات پر مساجد تعمیر کرائیں اور ان کے لیے اوقاف مخصوص کیے۔ اسی طرح سلطان سلیم نے۔ جو خادم الحرمین الشریفین کا اعزاز حاصل کرنے والا پہلا عثمانی سلطان تھا۔ بہت سے مقامات پر مساجد بنائیں اور مدرسے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعمیر کرائے۔ سلاطین کے علاوہ امراء وزراء امیر زادے اور امیر زادیاں بھی اس کار خیر میں پوری طرح شریک رہا کرتی تھیں۔ یہ لوگ مساجد و مدارس کی تعمیر کے علاوہ ان کے لیے اوقاف کی فراہمی میں سلاطین کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا' کہ ایک اندازے کے مطابق سابق ترکی کی سلطنت میں وقف شدہ اراضی۔ تمام قابل کاشت اراضی کا تین چوتھائی تھی اور جدید ترکی میں ۱۹۲۵ء کے قریب ان کی مجموعی قیمت کا تخمینہ چھ کروڑ ترکی پونڈ لگایا گیا تھا۔ (۷۶) اس سے پتہ چل سکتا ہے کہ ترکی میں کس قدر وسیع پیمانے پر "اوقاف" کا نظام قائم تھا۔

۵۔ اوقاف پاک و ہند:

ہندوستان بھی اوقاف کے قیام میں دوسرے اسلامی ممالک سے کسی طرح پیچھے نہیں۔ اوپر گزر چکا ہے کہ فاتح سومنات سلطان محمود غزنوی نے متھرا کی فتح کے بعد ۴۱۰ میں واپس غزنی جا کر' ایک بہت بڑا مدرسہ قائم کیا تھا' سلطان محمود چونکہ افغانستان کے بعض علاقوں سمیت ہندوستان کا فرمانروا تھا۔ اسی لیے اس کے اس واقعے کو یہاں کے مدارس و مساجد کے مستقبل کے لیے ایک سنگ میل سمجھنا چاہیئے' سلطان محمود غزنوی کے جانشینوں نے بھی مساجد اور مدارس کے قیام میں خصوصی دلچسپی لی۔ (۷۷) اسی طرح ان کے جانشینوں یعنی غوری خاندان (۵۴۴ھ / ۱۱۴۹ - ۱۱۵۰ تا ۶۰۲ھ / ۱۲۰۶ء) نے بھی اس سلسلے کو جاری و ساری رکھا۔ چنانچہ سلطان شہاب الدین غوری کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے ۵۸۷ ھ میں اجمیر فتح کیا اور وہاں مساجد اور مدارس تعمیر کرائے۔ (۷۸)

سلاطین دہلی میں سے سطان بختیار خلجی نے جب رنگ پور کا شہر آباد کیا' تو وہاں بے شمار مسجدیں' مدرسے اور خانقاہیں تعمیر کرائیں (۷۹) اور ان کے لیے اوقاف مخصوص کیے۔ اسی طرح شمس الدین التتمش نے بدایوں اور دہلی میں "معزیہ" کے نام سے مدرسے قائم کیے' اس عہد میں دہلی' ملتان اور جالندھر میں بعض مدارس کا ذکر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ملتا ہے۔

خلجی خاندان (۶۸۹ھ / ۱۲۹۰ء تا ۷۲۰ھ / ۱۳۲۱ء) میں سے سلطان علاؤالدین خلجی خصوصی طور پر علم پروری کا نشان تھا۔ اس نے بہت سی مساجد' مدارس' خانقاہیں' حمام اور مقبرے تعمیر کرائے (۸۰) اور ان کے لئے ضروری مصارف کا بندوبست کیا' خاندان تغلق (۷۲۰ھ / ۱۳۲۱ء تا ۸۱۷ھ / ۱۴۱۴ء) بھی مساجد و مدارس کی تعمیر میں خلجی خاندان سے پیچھے نہ تھا۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے' کہ فیروز شاہ تغلق (۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء تا ۷۹۰ھ / ۱۳۸۸ء) نے ۷۵۳ھ میں دہلی میں مدرسہ فیروز آباد تعمیر کیا' ضیاء برنی اس مدرسے کی بہت تعریف کرتا ہے' اس نیک دل حکمران نے اور بھی رفاہ عامہ کے بے شمار کام انجام دیے۔ (۸۱)

بہمنی سلطنت (۱۳۴۷ء تا ۱۵۲۶ء) کے حکمرانوں میں سے سلطان محمود شاہ بہمنی علم اور علماء کا خصوصی طور پر قدردان تھا۔ چنانچہ اس نے گلبرگہ' بیدر' قندھار (حیدر آباد دکن) دولت آباد اور بیجا پور میں بہت سے مدارس اور یتیم خانے قائم کیے' سلطان محمود شاہ بہمنی دوم کے نامور وزیراعظم محمود گاواں نے "بیدر" میں ایک بہت عظیم الشان دینی دارالعلوم قائم کیا جو ایک اونچے ٹیلے پر واقع تھا اور جس کے طلبہ کی ضروریات کے لیے' اس نے بہت بڑی جاگیر بھی وقف کی تھی۔ سلطان اورنگ زیب کے زمانے میں' ایک حادثے (بارود میں آگ لگ جانے کے باعث) یہ مدرسہ شہید ہو گیا۔ تاہم اس کے بعض حصے آج بھی قائم ہیں۔ علی ہذالقیاس عادل شاہیوں نے بیجا پور' قطب شاہیوں نے گولکنڈے' محمود خلجی نے مالوے اور نظام شاہیوں نے مالوے میں بے شمار مساجد بنائیں اور مدارس تعمیر کرائے اور ان کے لیے مستقل اوقاف قائم کیے۔

جونپور میں جسے کسی زمانے میں ہندوستان کا شیراز کہا جاتا تھا' بے شمار مساجد اور دارالعلوم قائم تھے' ابراہیم شرقی کے زمانے میں مسجد اٹالہ کا مدرسہ بہت معروف تھا' جس کی مسند صدارت شیخ شہاب الدین دولت آبادی کے لیے مخصوص تھی' ۷۶۱ھ /

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۴۵۶ء میں بی بی راجے بیگم نے یہاں ایک مدرسہ "مدرسۂ بی بی راجے بیگم" قائم کیا' جس کے ساتھ اوقاف بھی تھے۔ یہ سلسلہ بارھویں صدی ہجری / اٹھارھویں صدی عیسوی تک قائم رہا۔ ۱۱۴۷ھ / ۱۷۳۵ء میں نواب سعادت خان نیشا پوری' صوبیدار اودھ و بنارس نے کسی بات پر برافروختہ ہو کر ان مدارس کے اوقاف پر تحکمانہ قبضہ کر لیا۔ جس سے ان مدارس کی رونقیں اجڑ گئیں اور جونپور ویران ہو گیا۔ اب بھی اس کی مسجدیں عظمت رفتہ کی یاد دلاتی ہیں۔

گجرات میں بھی مختلف مقامات پر مساجد اور مدارس قائم تھے' مثال کے طور پر محمود شاہ اول نے حیدر آباد میں بے شمار مساجد' سرائیں اور مدارس تعمیر کرائے' احمد آباد میں مولانا وجیہہ الدین کا مدرسہ' جس میں طلبہ کو وظائف بھی ملتے تھے' بہت معروف تھا۔ (۸۲)

ہندوستان میں دور حاضر میں موجود مسلم اوقاف کا بیشتر سہرا "مغلیہ حکومت" کے سر ہے' مغلیہ دور حکومت میں علم اور علماء کی جو خصوصی سرپرستی کی گئی' اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے' کہ حکمرانوں نے ہندوستان کے اکثر مرکزی مقامات پر نئی اور عظیم الشان مساجد تعمیر کرائیں اور مدارس قائم کیے اور ان میں تعلیم و تعلم کا فریضہ انجام دینے والوں کے خزانہ شاہی سے وظائف مقرر کیے۔ ان وظائف کو اس دور میں "مدد معاش" کا نام دیا جاتا تھا۔ سلاطین کی اس فیاضی اور دریا دلی سے نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو فضلا بھی مستفید ہوتے تھے' بعض مقامات پر مدد معاش کے لیے گاؤں کے گاؤں وقف کر دیئے جاتے تھے۔ (۸۳) سلاطین کے علاوہ امراء' وزراء اور اہل ثروت بھی ان امور خیر میں ان کے ساتھ برابر کے شریک تھے اور مدارس کے قیام کے ساتھ ساتھ ان کے لیے اوقاف وقف کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے' سلطان اورنگ زیب عالمگیر (۱۰۶۹ھ / ۱۶۵۹ء تا ۱۱۱۹ھ / ۱۷۰۷ء) کے زمانے میں لکھنؤ' اودھ' دیوا' جائس' سہالی' گوپامئو اور بلگرام میں بہت بڑے بڑے مدارس قائم تھے' جن میں طلبہ کی ضروریات کی کفالت کے لیے مختلف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جاگیریں وقف تھیں۔

سلطان اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد جو طوائف الملوکی پھیلی۔ کچھ اس نے اور باقی کے اوقاف انگریزوں نے ضبط کر لیے۔ یوں قدیم مدراس کی رونقیں اجڑ گئیں تاہم ان مشکلات سے مسلمانوں نے اپنے آپ کو نئے حالات کا سامنا کرنے کے لیے تیار کیا اور آئیندہ صدیوں میں انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی لڑی۔

۶۔ غیر مسلموں کے اوقاف ریاست اسلامی میں:

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں ذکر کیا جاچکا ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم بھی اوقاف وقف کر سکتے تھے۔ ان کے لیے بھی وقف قائم کرنے کی وہی شرائط ہیں' جو مسلمانوں کی ہیں' مثال کے طور پر ان کے لیے بھی یہ بات لازمی ہے' کہ وہ کسی جائز اور نیک کام کے لیے وقف قائم کریں۔

اس پس منظر میں مصر و شام میں مسلم اوقاف کے ساتھ ساتھ بے شمار غیر مسلم اوقاف بھی قائم تھے۔ جن کی آمدن مخصوص شرائط کے تحت' رفاہی یا فلاحی کاموں کے لیے صرف ہوتی تھی۔

غیر مسلموں کے قائم کردہ رفاہی یا اہلی اوقاف کے وقوع میں تو کوئی شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ البتہ ان کے مذہبی اوقاف کا مسئلہ بحث طلب ہے' عام طور پر کتب فقہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی شخص مسلم یا غیر مسلم گرجا گھر' یا معبد کے لیے وقف قائم نہیں کرسکتا' (۸۴) جبکہ تاریخی صورت حال اس کے برعکس ہے' مثال کے طور پر مصر و شام اور ترکیہ میں غیر مسلموں کے معابد کے لیے بھی اوقاف مخصوص تھے' کیونکہ اسلام غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے احترام کا حکم دیتا ہے۔

المقریزی نے خطط میں یہودیوں اور عیسائیوں کے معابد کی ایک طویل فہرست دی ہے' مثال کے طور پر بقول المقریزی۔ مصر میں کنیسہ دموہ (۸۵)' کنیسہ جرجر (۸۶)' کنیسہ المصاصہ (۸۷)' کنیسہ الشامیین (۸۸)' کنیسہ العراقیین (۸۹)' کنیسہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بالجودریہ (۹۰)، کنسیہ القرائین (۹۱)، کنسیہ دارالحدرہ، کنسیہ الربانیین۔ کنسیہ ابن شمیح اور کنسیہ السمرہ (۹۲)، وغیرہ یہودیوں کے معابد تھے۔

جبکہ عیسائی گرجا گھروں میں القلابہ، دیر طرا، دیر شعران، دیرالرسل، دیر الجمیزہ، دیرالعزبہ، دیر انبابولا، دیر القصیر، دیر مرحنا، دیر ابی النعنلغ، دیر مغارۃ شقلقیل، دیر بقطر، دیر بقطر شق، دیر بوجرج، دیر حماس، دیر ابی ہرمینہ، دیر السبعہ جبال، دیر صبرہ، دیرابی بشادۃ الاسقف، دیر بوہورالراہب (۹۳) .... وغیرہ کا نام لیا جاسکتا ہے جو مصر میں قائم تھے اور ان میں سے بعض کے لیے باقاعدہ اوقاف مخصوص تھے۔

فی الوقت پاکستان سمیت متعدد اسلامی ممالک میں غیر مسلموں کے اوقاف موجود ہیں اور ان کے ان اوقاف کو انہی کی شرائط کے تحت، انہی کے متعین کردہ مقاصد کے لیے صرف کیا جاتا ہے۔ اور ان کا نظم و نسق ایک طے شدہ دستور کے مطابق انجام دیا جاتا ہے۔

جدید صورت حال:

سابق ترکی سلطنت میں "وقف شدہ" اراضی کی تشخیص تمام قابل کاشت آمدنی کی تین چوتھائی سے کی گئی تھی۔ جبکہ جدید ترکی میں ۱۹۲۵ء کے قریب ان کی مجموعی قیمت چھ کروڑ ترکی پونڈ کے قریب تھی۔

الجزائر میں، انیسویں صدی کے وسط میں "اوقاف" کی اراضی، قابل کاشت اراضی کے نصف کے قریب تھی۔ جبکہ مملکت مصر میں ۱۹۲۸ء میں ۸ واں حصہ، اور تیونس میں ۱۸۸۳ء میں ایک ثلث کے برابر تھی۔

اس قدر وسعت کے ساتھ اراضی کا "وقف ہو جانا یقیناً حکومت کے لیے "آمدنی" میں کمی کا باعث تھا، مگر "اسلامی حکومتیں" ان کے نظم و نسق یا ان کی حیثیت میں تبدیلی کی متحمل نہ ہوسکتی تھیں، کیونکہ اسلامی قانون میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں ہے، لیکن جب اسلامی ممالک پر یورپین ممالک کا تسلط قائم ہوا، تو رفتہ رفتہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قانون شریعت کا یہ احترام بھی باقی نہ رہا اور کھلم کھلا احکام شرع میں مداخلت کی جانے لگی، جس سے اسلامی اوقاف کا شعبہ خاص طور پر بہت متاثر ہوا، تفصیل حسب ذیل ہے:

الف۔ الجزائر:

"فرانس" سب سے پہلا یورپین ملک ہے، جس نے الجزائر میں اس مسئلے پر اپنا ذاتی اثر و نفوذ استعمال کیا فرانس نے الجزائر پر ۱۸۳۰ء سے قبضے کا آغاز کیا اور رفتہ رفتہ پورے علاقے پر تسلط جما لیا۔ اور اسی سال (۱۸۳۰ء میں) ایک حکم کے ذریعے حکومت فرانس نے الجزائر میں واقع تمام "اوقاف" کو اپنی تحویل میں لے کر ان کا نظم و نسق، متعلقہ افراد کے بجائے، حکومت کے اہلکاروں کے ہاتھوں میں دے دیا۔ حکومت فرانس کے اس اقدام پر مسلمان سخت مشتعل ہوئے، مگر انہیں جبراً" چپ کرا دیا گیا۔

اسلامی شریعت کے مطابق "اوقاف کی ملکیت ناقابل انتقال ہوتی ہے، مگر حکومت فرانس نے اس حکم میں بھی تبدیلی کر دی اور بالواسطہ طریقے سے اسے قابل انتقال بنا دیا: ۱۸۴۴ء کے ایک حکم کے ذریعے مستقل لگان کو قابل فک (تمنیخ) قرار دیا گیا۔ بعدازاں ۱۸۵۸ء میں معاہدہ عنا (Ana) معنیٰ" بیع و شراء کا معاملہ قرار پایا، جس کی رو سے متعلقہ شی کا کرایہ، قیمت خرید پر منافع سمجھا گیا۔ مزید براں یہ قانون وضع کر دیا گیا، کہ متعلقہ شی کے "عدم انتقال" کی دلیل فرانسیسیوں یا ملکیوں پر، مواجبات کی بنا کے طور پر استعمال نہ کی جائے گی۔ اس طرح حبس (اوقاف) کی فروخت روک دی گئی۔ بالاخر ۲۶ جولائی ۱۸۷۳ء کے قانون کی رو سے "نظام اراضی" کو مکمل طور پر فرانسیسی قانون کے ماتحت کر دیا گیا اور جتنی شرائط بھی اس کے خلاف یا اس سے متصادم تھیں، تمام کی تمام منسوخ قرار پائیں۔ اس طرح گویا عملاً اوقاف کی فروخت کو جائز تسلیم کر لیا گیا، مگر اس کے ساتھ، اسلام کے قانون وراثت کو غیر مؤثر بنانے کے لیے، "وقف" کی قانونی حیثیت برقرار رکھی گئی۔ چنانچہ ۱۸۷۳ء سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرانسیسی عدالتوں نے اسی طریقہ کار کو اپنا لیا' جو یقیناً اسلام کے قانون وقف کی کھلم کھلا خلاف ورزی کے مترادف تھا۔ بیسویں صدی میں الجزائر میں جو فرانسیسی استعمار کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکی' جس نے صدیوں سے قائم فرانسیسی انتداب کو یہاں سے بوریا بستر باندھ کر بھاگنے پر مجبور کر دیا' تو اس کے پس منظر میں یقیناً فرانسیسیوں کے مذکورہ قسم کے اقدامات کو بھی دخل تھا۔ (۹۴)

ب۔ تیونس:

تیونس پر فرانس نے ۱۸۸۱ء میں قبضہ کیا۔ تاہم فرانسیسی تیونس میں نسبتاً محتاط رہے' خیر الدین نے تیونس میں ۱۸۷۴ء میں اوقاف کے نظم و نسق کے لیے ایک مرکزی دفتر (جمعیتہ) قائم کر دیا تھا' بعدازاں ۱۸۸۵ء میں انزل معاہدے کو اس رواج کے مطابق جو پہلے سے چلا آتا تھا' اسے قانونی حیثیت دے دی گئی۔ ۱۸۹۸ء میں پھر حکم جاری کیا گیا' کہ اوقاف کا تبادلہ جنس یا زر نقد سے ہوسکتا ہے (شریعت کی رو سے' مؤخر الذکر صورت میں' اس کے بدلے میں متبادل جائیداد خرید کرنا ضروری تھا)۔ نیز اسے کچھ سالوں (مثلاً دس سال) ٹھیکے سالانہ پٹے پر دینا بھی جائز قرار دے دیا گیا' بعدازاں ۲۲ جنوری ۱۹۰۵ء کے قانون کے مطابق انزل (Enzal) کرایہ ۲۰ سالانہ قسطوں میں قابل وصولی قرار دیا گیا۔ پھر حکومت فرانس نے ایک اور حکم ۱۲ اپریل ۱۹۱۳ء کو جاری کیا' جس کی رو سے ملکی لوگوں کو انزل کے طور پر عام مقابلے کے بغیر اپنی زمینیں لینے کا حق مل گیا' بشرطیکہ وہ کافی عرصے ٹھیکے باپ سے بیٹے کی جانب منتقل ہوتی چلی آرہی ہوں۔

حکومت فرانس کے یہ سب اقدامات وقف کی شرعی حیثیت کے خلاف اور ان کا واحد مقصد یہ تھا کہ "موقوفہ اراضی" کو "قابل انتقال" قرار دے دیا جائے' چنانچہ بالآخر ۱۷ جولائی ۱۹۲۶ء کے قانون کی رو سے یہ حکم جاری کر دیا گیا' کہ جو شخص یا اس کے آباؤ اجداد گذشتہ ۳۳ سال سے' کسی زمین کو کاشت کرتے چلے آتے ہوں' انہیں سالانہ کرایہ ادا کرنے کی شرط پر' اس زمین پر مستقل طور پر قابض رہنے کا حق

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہوگا' اس طرح فرانس نے ۱۸۷۴ء سے جو پروگرام شروع کیا تھا' اسے ۱۹۲۷ء میں اختتام پر پہنچا دیا۔ حکومت فرانس کے اس اقدام کے خلاف مسلمان سخت مشتعل ہوئے۔ (۹۵)

جہاں تک ان کے انتظام و انصرام کا تعلق ہے' تو ۱۹۰۸ء سے "جمعیتہ" کے ساتھ "مجلس اعلی حبس" (Concil Superieur Des Habous) کو بھی شریک کر لیا گیا' خانقاہوں اور زاویوں کا انتظام بھی' جو عموماً ناظموں کے سپرد تھا' حکومت ہی کی نگرانی میں ہوتا تھا۔

ج۔ مراکش :

فرانس نے مراکش (مراکو) پر بھی بالکل اسی طرح قبضہ جمالیا جس طرح اس نے الجزائر پر ۱۸۳۰ء میں اور تیونس پر ۱۸۸۱ء میں قبضہ کیا تھا' یہاں اس کی افواج ۱۹۱۱ء میں سلطان مراکش کی امداد کے لیے وارد ہوئی تھیں۔ مگر انہیں اپنا رویہ بدلنے میں دیر نہ لگی اور ۳۰ مارچ ۱۹۱۲ء کے معاہدے کی رو سے یہاں انہوں نے مکمل طور پر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔

یہاں بھی انہوں نے قدم رکھتے ہی اصلاحات کا آغاز کر دیا اور اسی سال (۱۹۱۲ء) ایک محکمہ (Direction Des Habous) قائم کر دیا' جو "خاندانی اوقاف" کا نگران محکمہ تھا۔

اس سے اگلے سال نسبتاً زیادہ دور رس اقدامات کئے گئے اور ۱۹۱۳ء میں حسب ذیل قوانین وضع کئے گئے : (ا) غیر مزارعہ زمین کو پٹے پر دینے کی مدت کو دس سال تک محدود کر دیا گیا اور روپے کے ساتھ اس کا تبادلہ ممکن بنا دیا گیا' باین شرط کہ اس کی قیمت سے' دوسری متبادل زمین خریدی جائے گی۔ ۲۷ فروری ۱۹۱۴ء کے ایک قانون کی رو سے' اراضی کے کرایوں کو جائیدادوں کے مطابق بڑھانے کا حکم دے دیا گیا۔ جبکہ ۸ جولائی ۱۹۱۶ء کے قانون کے ذریعے' اراضی اور جائیدادوں کے حقوق منفعت (گزا' گوتلزہ) کے انفکاک کی اجازت دے دی گئی' اس حکم کا مقصد یہ تھا' کہ "موقوفہ"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اراضی قابض کی ملکیت قرار پا جائے' تاہم اس صورت میں حاصل ہونے والی رقم سے متبادل اراضی خریدنا بہر حال لازم رہا- یوں حکومت فرانس نے نہایت چالاکی سے "وقف" کا توڑ بھی مہیا کر دیا اور شرع اسلامی سے تصادم کی پالیسی بھی اختیار نہ کی- مگر فی الحقیقت یہ تمام اقدامات صریحاً" قوانین شرع کے منافی ہیں' اسی لیے مسلمانوں نے حکومت فرانس کے ان اقدامات پر کھلم کھلا تنقید کی- (۹۶)

د- شام:

شام میں فرانسیسی حکومت نے انگریز حلیفوں کی حمایت کے لیے کاروائی شروع کی' جس کے نتیجے میں شام پر اگست ۱۹۲۰ء میں ان کا اقتدار تسلیم کر لیا گیا' ان کا یہ اقتدار ۱۷ اپریل ۱۹۴۶ء تک برقرار رہا- اس اثناء میں اہل شام پر بے پناہ مظالم ڈھائے گئے' دو مرتبہ دمشق پر توپوں اور ہوائی جہازوں کے ذریعے بمباری کی گئی-

فرانس نے شام کا اقتدار سنبھالتے ہی' ہر شعبے میں اپنے قوانین کا نفاذ شروع کر دیا- ۲ مارچ ۱۹۲۱ء کے ایک حکم نامے کی رو سے' شام کے تمام زیر اقتدار مسلم علاقے میں اوقاف کی نگرانی اور نظم و نسق کے لیے تین ادارے (بورڈ) قائم کر دیئے گئے:

۱۔ مجلس اعلیٰ اوقاف (Council Superieur Des Waqfs)

۲ ۔ ہیئت عمومی برائے اوقاف مسلمانان (A Commission General Des Waqfs Musalmans)

۳ ۔ نگران عمومی اوقاف مسلمانان (A Controlour General Des Waqfs Musalmans) یہ آخری ادارہ ایک ایسے عہدے دار کی ماتحتی میں تھا' جو بیک وقت دوسرے دونوں اداروں کی نگرانی بھی کرتا تھا- اس عہدے دار کو کمشنر نامزد کرتا تھا اور وہ اسی کے سامنے جوابدہ تھا-

۱۹۲۶ء میں ہائی کمشنر نے مقاطعہ اور حکر (۹۷) کی طرح کے تمام معاہدات کو ممنوع قرار دے دیا' اور اس کی جگہ مبادلہ کا قانون جاری کر دیا گیا- (۹۸)

ھ- فلسطین:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ارض قدس اور وادی اردن (فلسطین) انیسویں صدی عیسوی ہی سے انگریزوں اور یہودیوں کی نظر میں تھا اور انہوں نے اسی وقت سے علاقے کی ہیئت میں مرکزی قسم کی تبدیلی کے اقدامات شروع کر دیئے تھے' لیکن چونکہ یہاں ترکوں کی مضبوط حکومت قائم تھی' اس لیے انہیں کسی بڑے اقدام کی ہمت نہ ہوئی۔ مگر پہلی جنگ عظیم میں ترکی کے جرمنی کے ساتھ اتحاد نے ان کے لیے راستہ ہموار کر دیا۔ انگریزوں نے یہاں ایک وسیع سازش کے ذریعے عربوں کو ترکوں سے باہم لڑا دیا اور پھر ۱۹۱۸ء میں ہندوستانی فوج کے ذریعے اس پر باقاعدہ حملہ کر کے اسے باسانی فتح کر لیا۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۲۱ء کے ایک حکم نامے کے ذریعے انگلستان ارض فلسطین پر محض نظری حیثیت سے اقتدار قائم رکھنے پر آمادہ ہو گیا اور اس نے زیادہ تر اقدامات کے لیے خود مسلمانوں سے کام لیا۔ ۱۹۴۸ء تک یہاں برطانوی استعمار برابر اسرائیل کے قیام کیلئے کوشاں رہا اور جب حالات سازگار ہو گئے' تو ۱۹۴۸ء میں اس علاقے سے اپنا اقتدار اٹھا لیا۔

یہاں انگریزوں نے ایک سپریم مسلم شریعت (مجلس عالیہ شرعیہ) قائم کی' جس کے طریق کار انتخاب اور دوسرے بہت سے امور میں ۱۹۲۶ء اور ۱۹۲۹ء میں تبدیلی کر دی گئی یہ مجلس پانچ ارکان پر مشتمل تھی' جو بالواسطہ انتخاب سے چنے جاتے۔ یہ مجلس دوسرے معاملات کے ساتھ ساتھ اوقاف کے معاملات کا بھی انتظام کرتی تھی۔ (۹۹)

و۔ عراق:

ارض فلسطین اور مملکت شام کے ساتھ "مملکت عراق" کی قسمت کا فیصلہ بھی پہلی جنگ عظیم کے بعد' انگلستان کے حق میں ہو گیا۔ یہاں بھی انگریز سامراج نے اہل عرب کی امداد کے بہانے قدم جمائے اور دوسری جنگ عظیم کے اختتام تک برابر اس پر اپنا قبضہ جمائے رکھا۔

گو فلسطین' شام اور عراق میں ۱۹۲۱ء کے ابتدائی منشور میں یہ صراحت کر دی گئی تھی۔ کہ ابتدائی حکومت اوقاف کا انتظام شریعت اور واقف کی مقرر کردہ شرائط

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق انجام دے گی' مگر ۱۰ جولائی ۱۹۲۴ء کے جاری کردہ آئین کے مطابق اوقاف کو وزارت اوقاف کے ماتحت کر دیا گیا اور ان کی امتیازی حیثیت کو ختم کرنے کے لیے رفتہ رفتہ اقدامات شروع کر دیئے گئے' قانونی قسم کے تنازعات کا فیصلہ شرعی عدالت واقف کے مذہب کی رو سے کرنے لگی۔ (۱۰۰)

ز۔ طرابلس و سائرنیکا (CYRENAICA)

طرابلس پر ۵ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو اٹلی نے حملہ کر کے' قبضہ کر لیا' بعدازاں ۱۹۱۲ء میں ترکوں نے بھی ان کے اقتدار کو تسلیم کر لیا۔ اس وقت سے لے کر ۱۹۴۲ء۔ ۱۹۴۳ء تک یہاں ان کا قبضہ رہا۔ ۱۹۴۲ء۔ ۱۹۴۳ء میں جرمنوں کے اخراج کے بعد یہاں انگریزوں نے اور فزان پر فرانسیسیوں نے اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ تاہم بعد میں ۱۹۵۱ء میں مملکت لیبیا وجود میں آگئی اور طرابلس اس کا صدر مقام بن گیا۔

یہاں اقتدار قائم ہوتے ہی حکومت اٹلی نے اوقاف کے مرکزی دفتر منتظمہ کو' جو ترکی عہد حکومت میں قائم تھا' اپنی تحویل میں لے لیا اور اس کی اصلاح کر دی۔ اور اس ادارے میں خفیف سا ردوبدل بھی نہیں کیا' تاہم اطالوی نظام عدل میں اوقاف کے تنازعات کا فیصلہ عام عدالتیں ہی کرتی تھیں' کیونکہ ان کے ہاں وقف عام زمینی قوانین ہی کے ذیل میں سمجھا جاتا تھا۔

۳ جولائی ۱۹۲۱ء کو اندراج اراضی کے نئے رجسٹر جاری کئے گئے' جن میں اوقاف کی اراضی کے لیے مخصوص رجسٹر تھا۔

حکومت اٹلی نے اوقاف میں پہلی مداخلت سیاسی وجوہ کی بنا پر کی اور ۲۲ دسمبر ۱۹۳۰ء کے جاری کردہ ایک حکم نامے کے ذریعے قائد جنگ آزادی شیخ السنوسی کی تمام جائیداد کو بحق سرکار ضبط کر لیا' جس میں ان کے خاندانی اوقاف بھی شامل تھے' صرف مساجد اور قبرستانوں کی "وقفی حیثیت برقرار رہی جنہیں" "محکمہ نظم و نسق عامہ" کی تحویل میں دے دیا گیا۔ (۱۰۱) مگر اس کے باوجود شیخ السنوسی اور ان کا خاندان "جنگ آزادی" کی قیادت سے دستکش نہ ہوئے' بلکہ اس جنگ میں اور بھی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شدت آگئی' جس کے نتیجے میں پہلے اطالویوں کو (۱۹۴۲ء) اور پھر اتحادیوں کو وہاں سے کوچ کرنا پڑا اور ۱۹۵۱ء میں سید محمد ادریس السنوسی کی قیادت میں آزاد مملکت لیبیا قائم ہو گئی۔

یہ سب ممالک فی الوقت ہر قسم کے استحصالی انتداب سے آزاد ہو چکے ہیں اور ان سب ممالک میں "اوقاف" کے مستقل محکمے کام کر رہے ہیں۔

ح۔ سلطنت عثمانیہ (ترکیہ)

سلطنت عثمانیہ کے جواں ہمت ترکوں نے کئی صدیوں تک' جس طرح تن تنہا یورپین ممالک کا مقابلہ کیا اور برعظم یورپ کے قلب میں پہنچ کر شجاعت و بسالت کی داستانیں رقم کیں' یہ سب کچھ تاریخ اسلام کا ایک سنہری باب ہے' تاہم ترک فکری محاذ پر یورپ کا مقابلہ نہ کر سکے' جس کی بنا پر سترھویں صدی سے لیکر بیسویں صدی تک بہت سے اسلامی ممالک یورپین استعمار کا شکار ہو گئے۔

سلطنت عثمانیہ میں اوقاف کی تاریخ بہت قدیم ہے' جیسا کہ سطور بالا میں اس کا مختصر ذکر آچکا ہے' یہاں جدید صورت حال پر گفتگو ہوگی۔

ترکیہ میں' انیسویں صدی کے آغاز میں اوقاف کا ایک صدر دفتر قائم کر دیا گیا تھا۔ جسے ۱۸۴۰ء میں باقاعدہ ایک وزارت کی شکل دے دی گئی۔ قانونی طور پر صحیح اوقاف اور غیر صحیح اوقاف میں فرق کیا جاتا تھا' اسی دور میں اوقاف کی تین اقسام کی گئی تھیں: یعنی "اوقاف" مضبوط' جن میں "وزارت اوقاف" قابض و متصرف تھی' (۲) "اوقاف ملحقہ" جن پر ان کے نجی منتظمین قابض ہوتے تھے اور وزارت اوقاف ان کی فقط نگرانی کرتی تھی۔ (۳) اوقاف مستثنیٰ۔ جو کلیتہً وزارت اوقاف کی ماتحتی سے آزاد اور خود مختار تھے۔ اس آخری قسم میں غیر مسلموں (مثلاً عیسائیوں) کے اوقاف شامل تھے۔

"سلطنت عثمانیہ" کے آخری وقت تک یہی نظم و نسق برقرار رہا۔ مگر ترکی کے دور جدید میں اس پر بھی نظر ثانی کی گئی اور ۳۰ مارچ ۱۹۲۴ء کے ایک سیکولر قانون

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(عدد ۴۳۹) کی رو سے وزارت اوقاف کو ختم کر دیا گیا اور اوقاف کے معاملات کو فائدہ مند طریقے سے حل کرنے کے لیے' انہیں وزیراعظم کی ماتحتی میں قائم' "مدیریہ عمومیہ" کی تحویل میں دے دیا گیا' ترقی پسند ترکوں کا یہ خیال تھا۔ کہ ان تمام اوقاف کو قومی تحویل میں لے لیا جائے اور ان کی امتیازی حیثیت ختم کر دی جائے' چنانچہ ۲۲ فروری ۱۹۲۶ء کے قانون (عدد ۷۴۸) کے مطابق "اوقاف" اور رفاہ عامہ کے دیگر اداروں کا ملکی پنچایتوں کے ہاتھوں فروخت کر دینا لازم قرار دے دیا گیا۔ لہٰذا ۱۹۳۰ء کے قانون کے ذریعے بے شمار عمارتیں' مثلاً مسجدیں قبرستان اور پانی کے ذخیرے مقامی پنچایتوں کو مل گئے اور یوں وقف کے محکمہ کے پاس بہت تھوڑا کام رہ گیا۔ (۱۰۴)

ی۔ مملکت مصر:

سلطنت عثمانیہ کے حالات نے دوسرے اسلامی ممالک کو بھی متاثر کیا جس کا اندازہ مصر میں اوقاف کی تاریخ کے مطالعے سے بخوبی ہوتا ہے۔

مصر نے "ترکوں" سے بتدریج آزادی اور خود مختاری حاصل کی اور پھر اپنی آزادی کا بھرپور دفاع بھی کیا تاہم یہاں بھی ۱۸۸۲ء سے ۱۹۲۲ء تک برطانوی انتداب قائم رہا۔ جس میں مصر کو داخلی معاملات میں نیم خود مختاری حاصل رہی۔ یہاں "اوقاف" کے نظم و نسق میں پہلی مداخلت فاطمیوں کے عہد میں ہوئی تھی' جس کا سطور بالا میں ذکر آچکا ہے' مگر ان کا زمانہ گزر جانے کے بعد یہاں اس شعبے نے بہت ترقی کی۔

اس سلسلے میں دوسری مداخلت کا سہرا محمد علی خدیو مصر کے سر ہے' جس نے تمام زرعی وقف اراضی (رزقہ) کو ضبط کر کے' موقوف علیھم کو' اس کا معاوضہ دے دیا تھا' البتہ اس نے مکان اور باغ بدستور وقف رہنے دیئے۔ (۱۰۵)

۱۸۵۱ء کے بعد ایک مرکزی محکمہ قائم کر دیا گیا' جسے ۱۹۱۳ء میں باقاعدہ ایک وزارت کی شکل دے دی گئی۔ ۱۸۹۵ء کے ایک حکم نامے کی رو سے تمام اوقاف کو عمومی فائدے کے لیے مرکزی نظام کے ماتحت کر دیا گیا' جس میں خاندانی اوقاف بھی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شامل تھے۔ ۱۹۲۴ء کے بعد وزارت اوقاف براہ راست پارلیمنٹ کے زیر اختیار آ گئی۔

بعدازاں ۱۹۲۶ء۔ ۱۹۲۷ء کے سالانہ بجٹ پر بحث کے دوران دو آراء سامنے آئیں' ایک یہ کہ خاندانی اوقاف کو ان کے بانیوں کی وفات کے تیس سال بعد تک برقرار رہنے دیا جائے اور بعدازاں انہیں موقوف علیہم کی ملکیت قرار دے دیا جائے۔ جبکہ دوسری تجویز یہ تھی کہ ان اوقاف کو سرے سے ختم کر دیا جائے' دونوں میں سے کوئی تجویز بھی پاس نہ ہوئی' بلکہ یہ دونوں تجاویز ایک کمیٹی کے سپرد کر دی گئیں' جو ۱۹۲۸ء میں پارلیمنٹ ٹوٹ جانے کے باعث کوئی فیصلہ نہ کر سکی۔

قدرتی طور پر ان تجاویز پر مذہبی حلقوں میں شدید ردعمل ہوا' اور علمائے کرام اور مذہبی لوگ حکومت کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ بعدازاں ۱۹۵۲ء کے انقلاب کے بعد اس مسئلے کا فیصلہ ہوا اور ایسی تمام اراضی کو سرکاری تحویل میں لے کر فلاحین (مزارعین) میں تقسیم کر دیا گیا۔ (۱۰۶)

روس سوویت یونین جس رقبے پر محیط تھا' اس میں بہت سا رقبہ اسلامی ریاستوں اور حکومتوں کا بھی شامل تھا' جنہیں یا تو زار روس نے اپنے قبضے میں لیا' یا پھر بالشویکیوں نے انہیں اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ بحمد اللہ اب یہ ریاستیں آزاد ہو چکی ہیں۔

زار روس نے پہلے ہی کریمیا میں اوقاف کا نظم و نسق روسی افسروں کے سپرد کر دیا تھا اور پھر ترکستان کے اوقاف کو روسی تارکین وطن میں تقسیم کر دیا تھا۔ بعدازاں بالشویکیوں نے تمام اوقاف کو سرکاری ملکیت میں لے لیا گیا اور ان پر نجی انتظام کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا گیا۔ فی الوقت بھی یہی حالات ہیں' تاہم افغانستان میں روس کے خلاف طاقتور ردعمل کے نتیجے میں وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں میں بھی ''احیائے مذہب'' کی تحریک شروع ہے' جس کا دنیا میں سنجیدگی سے نوٹس لیا جا رہا ہے' ہو سکتا ہے' اس کے نتیجے میں مسلمانوں کے اوقاف کا قدیم سلسلہ پھر جاری ہو جائے۔ (۱۰۷)

ک۔ برصغیر پاک و ہند (قیام پاکستان سے پہلے)

سترھویں صدی عیسوی تک ہندوستان پر ''خاندان مغلیہ'' کی حکومت کا عہد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شباب تھا' اس لیے اس وقت تک نہ تو کسی بیرونی حملہ آور کو اس پر حملہ کرنے کی جرات ہوئی اور نہ ہی کسی اندرونی طاقت کو سر اٹھانے کا موقعہ ملا۔ مگر اٹھارویں صدی عیسوی کے ابتدائی عشرے (۱۷۰۵ء ر ۱۱۱۹ھ) میں سلطان اورنگ زیب عالمگیر کی وفات اور اس پر طرہ یہ کہ ان کی اولاد کے حصول اقتدار کے لیے باہمی جنگ نے بیرونی اور اندرونی طاقتوں کو حملہ آور ہونے کی ترغیب دی۔ چنانچہ پون صدی کے اندر ہندوستان کا سیاسی نقشہ ہی بدل گیا اور برطانوی طالع آزماؤں نے' جو ایسٹ انڈیا کمپنی (East India Company) کے نام سے بغرض تجارت یہاں آئے تھے' اس صورت حال سے فائدہ اٹھایا اور مکر و فریب سے آہستہ آہستہ پورے ملک پر قبضہ جما لیا۔ ہندوستان کے دو حکمرانوں نے ان کے خلاف ثابت قدمی دکھائی' مگر ان میں سے ایک کو ۱۷۵۷ء میں پلاسی کے میدان میں (نواب سراج الدولہ) اور دوسرے کو جنگ سرنگا پٹم (۱۷۹۹ء) میں (سلطان ٹیپو) شہید کر کے ہندوستان پر راج کرنے کے اپنے خواب کو شرمندہ تعبیر کیا۔

انگریزوں نے شروع شروع میں مسلمانوں کے "مذہبی قوانین" کو قطعا نہ چھیڑا' البتہ جب سیاسی طور پر ہندوستان پر ان کی گرفت مضبوط ہو گئی' تو آہستہ آہستہ انکی دخل اندازی بڑھتی گئی اور اسلام کا قانون اوقاف بھی اس دخل اندازی سے محفوظ نہ رہ سکا۔ جیسا کہ سطور بالا میں گزر چکا ہے کہ اسلام میں اوقاف کی دو اقسام ہیں: "اوقاف خیری" اور "اوقاف اہلیہ"۔ مؤخر الذکر سے مراد اپنے اہل خاندان (اولاد) اور اپنے اعزہ کے لیے وقف قائم کرنا ہے۔ ہندوستان میں برطانوی حکومت نے "اول الذکر" کو تو بحالہ رہنے دیا' البتہ مؤخر الذکر کو خلاف قانون قرار دے دیا۔

بقول قائد اعظم محمد علی جناح اس دخل اندازی کی ابتداء ۱۸۳۸ء سے ہوتی ہے' اس سال ایک عدالت نے فیصلہ صادر کیا' کہ "خاندانی وقف" (وقف علی الاولاد) کا اسلامی قانون خلاف ضابطہ ہے' پھر ۱۸۷۳ء بمبئی ہائی کورٹ نے بھی اسی قسم کا فیصلہ صادر کیا' جس کے بعد تو اس قسم کے فیصلوں کا تانتا بندھ گیا۔ (۱۰۸) ایک مقدمہ میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو از طرف میر محمد اسماعیل خان بنام منشی چرن گوش تھا' مشہور مسلم سکالر سید امیر علی بھی شریک فیصلہ تھے۔ انہوں نے نہایت مستند حوالوں سے اس کے جواز کے حق میں دلائل لکھے' مگر حکام پریوی کونسل نے ان کے دلائل کو رد کر دیا۔ اسی طرح کے متعدد مقدمات پریوی کونسل کے پاس گئے۔ مگر حکام ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اس ضمن میں سب سے مشہور فیصلہ وہ ہے۔ جو حکام نے مقدمہ ابوالفتح محمد اسحاق بنام اسمیا چودھری ۲۳ نومبر ۱۸۹۴ء کو صادر کیا۔ (۱۰۹)

اس فیصلے کی بنیاد اس بات پر تھی' کہ چونکہ انگریزی میں لفظ خیرات (Charit) فقط فقراء اور بیگانوں کے لیے مخصوص ہے' اور اولاد اور اپنے خاندان کو کچھ دینا' ان کے ہاں لفظ خیرات میں شامل نہیں' لہٰذا اس سے انہوں نے اسلام کے "قانون وقف علی الاولاد" کو باطل قرار دیا۔ ہر چند وکلاء نے ان کے سامنے مستند روایات پیش کیں' لیکن انہوں نے اپنے ہی موقف پر اصرار کیا۔ چنانچہ جسٹس ٹریویلین نے ایک مقدمہ میں واضح طور پر لکھا' کہ:

"میں لفظ خیرات کو انگریزی لفظ (Charit) کے مطابق ہی سمجھتا ہوں اور اس مفہوم کے مطابق انگریزی عدالتوں میں اور انگریزی ترجموں میں اس کا استعمال ہوتا ہے' مجھ سے چاہا گیا' کہ لفظ خیرات کے مفہوم کو مسلمانوں کے مفہوم کے موافق سمجھوں' یعنی ایک دوسری زبان کا لفظ استعمال کروں' جس کا مفہوم اس زبان کے مفہوم کے خلاف ہو۔" (۱۱۰)

برطانوی حکومت کی جانب سے یہ اقدام صریحا مسلمانوں کے مذہبی قوانین کے خلاف تھا اور مذہبی آزادی کے صریحا منافی۔ اسی لیے اس اقدام کے خلاف پورے ہندوستان میں شدید ردعمل ہوا' اکثر اسلامی انجمنوں نے اس کے خلاف قراردادیں پاس کیں اور حکام بالا کو مسلمانوں کی ناراضگی اور بے چینی سے آگاہ کیا' مثال کے طور پر "آل انڈیا مسلم لیگ" نے متفقہ طور پر ایک قرارداد کے ذریعے حکومت ہند پر زور دیا کہ وہ مسلمانوں کے جذبات کا لحاظ کرے اور اس قانون کو منسوخ کر کے'

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے جذبات و احساسات کا آئینہ دار قانون وضع کرے آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ ۱۹۰۶ء میں قائداعظم کی اس موضوع پر تقریر کو بے حد سراہا گیا تھا' اسی طرح ندوۃ العلماء نے ہزاروں مسلمانوں سے دستخط لے کر حکومت ہند کو ایک میموریل (یادداشت) ارسال کی' جس میں حکومت کو مسلمانوں کی تشویش سے آگاہ کیا گیا تھا' اس یادداشت میں یہ مذکور تھا کہ:

"گذشتہ چند سالوں سے اس مسئلہ کے متعلق مسلمانوں میں سخت بے چینی پھیلی ہوئی ہے جو مختلف طریقوں سے ظاہر کی گئی ہے' مسلم سینوں اور شیعوں کے متعدد جلسوں میں ریزولیوشن پاس کر کے اس بارے میں گورنمنٹ سے قانون وضع کرنے کی استدعا کی گئی ہے' خان بہادر مولوی محمد یوسف نے جو کلکتہ ہائی کورٹ کے جید وکیل اور قانون اسلام کے بڑے ماہر ہیں' کچھ عرصہ ہوا' اس بارے میں ایک بسیط رسالہ (۱۱۱) لکھ کر گورنمنٹ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ رائٹ آنریبل سید امیر علی نے بھی اس مسئلے کے متعلق ایک واضح اور زبردست مضمون لکھا ہے اور سید حسین بلگرامی نے جو تھوڑا عرصہ ہوا' سیکرٹری آف سٹیٹ کی انڈیا کونسل کے ممبر تھے' اس مسئلے کے متعلق لارڈ مارلے سے بھی عرض معروض کی تھی۔" (۱۱۲)

اس میموریل کا حوالہ قائداعظم نے پریوی کونسل کے سامنے دیتے ہوئے' علامہ شبلی نعمانی کے متعلق جو ندوۃ العلماء کے مہتمم تھے' حسب ذیل تعریفی کلمات لکھے:

"اس کی ایک کاپی علامہ شبلی نعمانی نے میرے پاس بھی بھیجی ہے۔ علامہ شبلی ایک جید مولوی ہیں اور مسلمانوں میں ان کا رسوخ ہے اور مسلمان ان کی رائے کو نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس میموریل میں علامہ موصوف نے اس مسئلہ کے متعلق تمام اسناد کو درج کیا ہے اور اس معاملے کی نسبت مسلمانوں میں جو سخت بے چینی پھیلی ہوئی ہے' اس کو بھی ظاہر کر دیا ہے۔ (۱۱۳)

قائداعظم محمد علی جناح کی قابل قدر کاوش:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس ساری صورت حال کو دیکھتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے' جو اس وقت امپیریل لیجسلٹو کونسل کے منتخب شدہ رکن اور ایک فعال سیاسی کارکن تھے' ۱۷ مارچ ۱۹۱۱ء کو اپنا مشہور و معروف مسودہ قانون پیش کیا' جس کی تیاری میں انہوں نے مسلم فقہاء کی کتابوں کا بڑا گہرا مطالعہ کیا تھا۔

اس نامور بیرسٹر نے اپنے وزنی دلائل کے ذریعے نہ صرف حکام بالا کو متاثر کیا' بلکہ معاصر ہندو وکلاء بھی اس حد تک متاثر ہوئے' کہ وہ بھی اس کی حمایت پر مجبور ہو گئے۔ قائداعظم نے حکومت کے سامنے' نہ صرف دلائل پیش کیے' بلکہ اس کے ساتھ ساتھ قانون کا مسودہ بھی بنا کر پیش کیا' جس کے متعلق انہوں نے یہ صراحت کی کہ یہ مسودہ قانون کوئی نیا قانون نہیں ہے بلکہ یہ قدیم زمانے سے چلے آنے والے اسلامی قانون ہی کی بحالی ہے' اس طرح گویا انہوں نے اس مسودے کی تمام دفعات قرآن و سنت سے اخذ کی تھیں۔ (۱۱۴)

مسٹر جناح کی تجویز پر اس مسودہ قانون کو مشتہر کرنے اور اس پر عامتہ الناس کی رائے لینے کا فیصلہ ہوا' اور رائے عامہ معلوم کرنے کے بعد ۱۹۱۳ء میں باقاعدہ قانون بن گیا۔

قیام پاکستان کے بعد کی صورت حال:

تقسیم برصغیر پاک و ہند کے موقع پر جون ۱۹۴۷ء میں' آل انڈیا مسلم لیگ' آل انڈیا نیشنل کانگریس اور سکھوں کے نمائندوں کے مابین جو معاہدہ ہوا تھا' اس پر باشندگان ملک کے مذہبی اور شہری حقوق کی حفاظت کا واضح الفاظ میں اعلان کیا گیا تھا' چنانچہ تادم تحریر پاکستان میں غیر مسلم اوقاف کی حفاظت کی جا رہی ہے اور چونکہ یہ مسئلہ ایک دوسرے کے مذہبی معاملات سے متعلق ہے' اس لیے اس میں جوابی اقدام کی بھی گنجائش نہیں۔ (۱۱۵)

البتہ ہندوستان کے مسلمان حکومت کے بعض متعصبانہ اقدامات کے شاکی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں' مثال کے طور پر "بابری مسجد" کے معاملے میں' جسے ہندوؤں نے ۶ جنوری کو شہید کردیا۔اور اب اس پر رام مندر بنانے کے مدعی ہیں' سارے ہندوستان کے مسلمان مشتعل ہیں اور حکومت کے جبر و استبداد کے باوجود "مسجد" کے معاملے سے دستکش ہونے کے لیے تیار نہیں۔ اور یہ مسئلہ ابھی تک ایک نزاعی مسئلہ بنا ہوا ہے۔ اسی طرح کے اور تنازعات بھی پیدا ہوتے رہے ہیں۔

پاکستان میں "مسلم اوقاف" کے انتظام و انصرام کے لیے مرکزی اور صوبائی سطح پر وزارت اوقاف قائم ہے جو مسلم اور غیر مسلم اوقاف کی نگرانی اور ان کی دیکھ بھال کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ اس وزارت اور اس کے ذیلی شعبہ جات کو منظم کرنے کا زیادہ تر سہرا فیلڈ مارشل محمد ایوب خان (۱۹۵۸ء تا ۱۹۶۸ء) کے سر ہے' جس کے دور صدارت میں نہ صرف اس محکمہ کی تدوین ہوئی بلکہ اس کے اصول و ضوابط بھی وضع کیے گئے۔ ان اصول و ضوابط کے ذریعے یہ فیصلہ کیا گیا کہ :

۱ ۔ ایسے اوقاف' جن کے وقف کنندہ فوت ہو چکے ہیں اور ان کے نامزد کردہ نگران بھی باقی نہیں رہے' بشرطیکہ وہ اوقاف" وقف علی الاولاد" کے زمرے میں شامل نہ ہوں' تو ان سب کو محکمہ اوقاف اپنی تحویل میں لے گا۔

۲ ۔ محکمہ اوقاف زیر تولیت مساجد' مقابر اور دیگر اوقاف کی نہ صرف تمام آمدن کا نگران ہوگا' بلکہ ان کے انتظام و انصرام اور دیکھ بھال کرنے کی ذمہ داری بھی اسی کی ہوگی۔ محکمہ ایک چیف ایڈمنسٹر کے تحت کام کرے گا۔ (۱۱۶)

چنانچہ فی الوقت ہزاروں قدیم مساجد' مزارات اور دیگر رفاہی اداروں کی نگرانی اور دیکھ بھال اسی محکمہ کے سپرد ہے۔

مساجد اور مزارات کی دیکھ بھال کے علاوہ متعدد دینی و مذہبی و رفاہی ادارے بھی اس محکمہ کے ماتحت کام کر رہے ہیں' مثال کے طور پر علماء اکیڈمی اور مختلف مزارات پر قائم شفا خانے' کتاب خانے اور دیگر رفاہی ادارے وغیرہ۔ اس طرح اس محکمے کا سالانہ بجٹ فی الوقت کروڑوں روپوں پر محیط ہوتا ہے۔ (۱۱۷)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تتمہ (ا)

مسودہ قانون

جواز وقف علی الاولاد نمبر ۹، ۱۹۱۱ء

(مرتبہ قائداعظم محمد علی جناح بہ مشورہ علماء و فقہاء)

چونکہ ایسے اوقاف کے جواز کی نسبت جن کو اہل اسلام نے شرع محمدی اور رسم و رواج ملک کے مطابق اپنے اور اپنے اہل خاندان اور اولاد اور بالآخر غربا اور مساکین کے فائدہ یا دیگر مذہبی یا خیراتی اغراض کے واسطے قائم کیا تھا۔ بعض شکوک پیدا ہوئے ہیں۔ اور چونکہ قرین مصلحت ہے کہ یہ شکوک رفع کیے جائیں۔ اور وہ حدود مقرر کر دی جائیں۔ جن کے اندر ایسے وقف عمل میں آسکیں۔ لہٰذا احکام ذیل صادر ہوتے ہیں۔

دفعہ ۱ ۔ ۱۔ اس ایکٹ کا نام جواز وقف علی الاولاد ۱۹۱۱ء ہے۔

۲ ۔ یہ ایکٹ کل برٹش انڈیا میں نافذ ہو گا۔

دفعہ ۲: تاوقتیکہ مضمون یا سیاق عبارت سے اس کے خلاف نہ پایا جائے مندرجہ ذیل اصطلاحات سے حسب ذیل معنی مراد لیے جائیں گے۔

۱ ۔ "وصیت" سے موصی کے ارادہ کا اظہار قانونی مراد ہے۔ جس پر وہ چاہتا ہو۔ کہ اس کی وفات کے بعد عملدر آمد ہو۔

۲ ۔ "دستخط" میں نشان کرنا داخل ہے۔

۳ ۔ رجسٹری شدہ سے برٹش انڈیا میں قانون نافذالوقت دربارہ رجسٹری دستاویزات کے رو سے رجسٹری ہوا ہوا مراد ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴ - "رجسٹرار" سے وہ افسر مراد ہے۔ جو لوکل گورنمنٹ کی طرف سے دستاویزات کی رجسٹری کے واسطے مقرر ہو۔

۵ - "نابالغ" اس شخص کو کہیں گے۔ جو ایکٹ بلوغت مصدرہ ۱۸۷۵ء کی رو سے عمر بلوغت کو نہ پہنچا ہو۔

۶ - "جائیداد غیر منقولہ" میں ارضیات' عمارات' مؤاجب موروثی اور جملہ حقوق و مفاد داخل ہیں۔ جو اراضی سے حاصل ہوں۔

۷ - "جائیداد منقولہ" میں سرمایہ حصص' کفالت تامجات دعاوی قابل نالش' جس طرح کہ ایکٹ انتقال جائیداد مصدرہ ۱۸۸۲ء میں ان کی تعریف کی گئی ہے اور ہر نوعیت کی جائیداد سوائے جائیداد غیر منقولہ کے داخل ہے۔

۸ - "وقف" سے یہ مطلب ہے' کہ کوئی مسلمان اپنی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ کو کسی ایسی غرض کے واسطے مخصوص کر دے جو شرع اسلام کے بموجب مذہبی یا خیراتی کہی جاسکے۔ اور اس سے اس کے حقوق مالکانہ ہمیشہ کے لیے متروک سمجھے جائیں۔

۹ - "واقف" اس شخص کو کہیں گے جو وقف کرے۔

۱۰ - "وقف نامہ" سے ایسی دستاویز مراد ہے۔ جس کے ذریعہ وقف کیا جائے۔

۱۱ - "متولی" اس شخص کو کہیں گے جو جائیداد موقوفہ کے انتظام کے واسطے مقرر کیا جائے۔

۱۲ - "حنفی مسلمان" سے ایسا مسلمان مراد ہے۔ جو امام ابو حنیفہ کی رائے اور اقوال کا پیرو ہو۔

دفعہ ۳ : ہر مسلمان جو نابالغ یا فاتر العقل نہ ہو اس ایکٹ کے احکام کی پابندی کے ساتھ اپنی تمام جائیداد یا اس کا کوئی جزو اغراض ذیل کے واسطے وقف کرنے کا مجاز ہے۔

الف: کلاً" یا جزاً" اپنے اہل خاندان اور اولاد کی پرورش اور امداد کے واسطے۔

ب ۔ اگر واقف حنفی ہو تو حین حیات خود اپنی پرورش و امداد کے واسطے مگر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

شرط یہ ہے کہ اور جائیداد موقوفہ کے منافع و کرایہ سے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے۔ ہر ایسی صورت میں جائیداد موقوفہ صراحتاً" یا معناً" آخر میں ہمیشہ مساکین کے فائدہ یا کسی دائمی، مذہبی یا خیراتی غرض کے واسطے مستقل طور پر محفوظ کی گئی ہو۔

دفعہ ۴ : کوئی وقف جس کا نفاذ واقف کے حین حیات میں ہوتا ہو۔ اس وقت تک جائز نہ ہوگا۔ جب تک اس کی تکمیل تحریری وقف نامہ کے ذریعہ نہ ہو جائے۔ جس پر واقف کے دستخط اور کم سے کم دو آدمیوں کی گواہی ثبت ہو اور جس کی رجسٹری طریقہ ذیل کے بموجب کرائی جائے۔

دفعہ ۵ : وقف نامہ قانون رجسٹری نافذالوقت کے مطابق تاریخ تحریر سے چار مہینے کے اندر رجسٹری کے واسطے پیش ہونا چاہیے۔ اور اگر رجسٹرار کا اطمینان ہو جائے کہ اس کی تحریر میں احکام ایکٹ ہذا کی پوری پوری تعمیل کی گئی ہے۔ تو وہ اس کی رجسٹری کرا دے گا اور وقف تحریر دستاویز کی تاریخ سے موثر سمجھا جائے گا۔

دفعہ ۶ : ہر وقف نامہ کے ساتھ جو رجسٹری کے واسطے پیش کیا جائے۔ مندرجہ ذیل دستاویزات منسلک ہونی چاہئیں۔

الف: ایک مکمل تعلیقہ جس سے جائیداد موقوفہ کا پتہ یعنی حدود وغیرہ اور اس کی قیمت جو تکمیل کنندہ دستاویز کے علم و یقین میں صحیح ہو ظاہر ہو سکے۔

ب ۔ ایک تعلیقہ دیگر جائیداد واقف کا معہ ہر ایک کی قیمت کے جو کہ اس کے علم و یقین میں صحیح ہو۔

ج ۔ ایک تعلیقہ جس سے یہ ظاہر ہو کہ جائیداد موقوفہ پر رہن یا دیگر مواخذہ کس قدر ہے جو خود واقف نے یا اس شخص نے جس کے ذریعے سے واقف حق حاصل کرتا ہے جائیداد پر ڈالا ہے اور نیز آیا کوئی ڈگری یا ڈگریاں اس جائیداد پر واقف یا اس کے دوسرے شخص کے خلاف ہیں۔ جس کے یا جن کے اجرا میں جائیداد موقوفہ مستوجب نیلام ہو۔

دفعہ ۷ : ۱۔ اگر رجسٹرار کو دستاویزات مذکورہ بالا سے جن کی تصدیق قانون کے مطابق

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہونی چاہئے۔ یا شہادت مزید سے جس کو طلب کرنا وہ مناسب سمجھے ثابت ہو جائے کہ بار رہن یا دیگر مواخذہ یا ڈگریاں جن کا ذکر دفعہ ٦ میں ہے۔ اس کی پوری جائیداد پر حاوی نہیں ہیں۔ جس کو وقف کرنا منظور ہے۔ یا اس کی رائے میں واقف کی دیگر جائیداد اس قدر ہے۔ کہ اس سے وہ ادا ہوسکتی ہیں۔ تو وہ اس بارہ میں ایک تجویز تحریر کر کے وقف نامہ کی رجسٹری کر دیے گا۔

۲ ۔ اس تحقیقات میں جو اس دفعہ کے بموجب کی جائے رجسٹرار واقف اور گواہوں کا بیان حلفی لے سکتا ہے۔ اور ایکٹ رجسٹری ۱۹۰۸ء کی وہ دفعات جو گواہوں کے جبرا" حاضر کرانے کی نسبت ہیں۔ کاروائی مذکورہ سے بھی متعلق ہوں گی۔

دفعہ ۸ : اگر تحقیقات کے بعد رجسٹرار کو ثابت ہو جائے کہ بار رہن یا ڈگریاں اس جائیداد کی قیمت سے زیادہ ہیں۔ جس سے ان کا روپیہ ادا ہو سکے۔ تو وہ وقف نامہ کی رجسٹری کرنے سے انکار کرے گا۔ اس انکار کی وجہ تحریر کرے گا۔

دفعہ ۹ : ایسی صورت میں رجسٹرار کے حکم کی اپیل صدور حکم کی تاریخ سے تیس دن کے اندر افسر مقررہ کے پاس دائر ہوگی۔ جس کو اختیار ہے کہ رجسٹرار کے حکم کو منسوخ کرے یا ترمیم کر دے یا جو حکم مناسب سمجھے صادر کرے۔

دفعہ ۱۰ : اگر واقف کا یہ ارادہ ہو کہ وقف اس کی وفات کے بعد موثر ہو تو ایسا وقف ایک وصیت نامہ کے ذریعہ سے تکمیل پائے گا۔ جس پر واقف اور کم سے کم دو گواہوں کے دستخط ضروری ہیں۔

دفعہ ۱۱ : ایسے وصیت نامہ کی رجسٹری خود موصی یا کوئی شخص کرا سکتا ہے جو وصیت نامہ کے رو سے وصی یا متولی یا جائیداد سے متمتع ہونے کا دعوے کرے اور حصہ ۸ ایکٹ رجسٹری ۱۹۰۸ء اور نیز اس ایکٹ کی دفعات ٦ ۔ ۷ بھی وصیت نامہ کی رجسٹری سے متعلق ہوں گی۔

دفعہ ۱۲ : جرائم ایکٹ ہذا کے لیے وہی سزائیں ہیں جو ایکٹ رجسٹری ۱۹۰۸ء میں مقرر کر دی گئی ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اغراض و مقاصد مسودہ:

اس مسودہ کی غرض یہ ہے کہ وہ مجبوری اور دقت جو پریوی کونسل کے حال کے فیصلہ بمقدمہ ابوالفتح محمد اسحاق بنام اسمیا چودھری (لاء رپوٹ انڈین اپیل صفحہ ۷۶) اور نیز دیگر فیصلوں کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے۔ رفع ہو جائے۔ ان فیصلوں سے مسلمانوں کا اپنی جائیداد کو اپنے اہل خاندان اور اولاد پر وقف کرنے کا استحقاق جس کو شرع اسلام میں وقف علی الاولاد کہتے ہیں باطل کمزور ہو گیا ہے۔

مقدمہ مذکورہ بالا میں یہ اصول قرار پایا ہے کہ شرع اسلام کے مطابق ایک دائمی انتظام جائیداد جو ظاہرا بطور وقف کے کیا گیا ہے۔ محض اس وجہ سے جائز اور مستند نہیں ہوسکتا کہ بالاخر غربا اور مساکین اس سے متمتع ہوں گے۔ اور یہ فیصلہ ایک دوسرے فیصلہ کا موید ہے جو بمقدمہ احسن اللہ چودھری بنام امرچند کندو (لارپورٹ انڈین اپیل ۱۷ صفحہ ۳۷) صادر ہوا تھا۔ جس کے اصول کی تائید ایک بعد کے فیصلہ عبدالغفور بنام نظام الدین (لا رپورٹ انڈین اپیل ۱۹ صفحہ ۱۸۰) میں ہوئی۔ جس میں قرار پایا کہ یہ جائز وقف نہیں ہوسکتا۔ جب تک جائیداد کا ایک معقول حصہ اغراض خیراتی کے واسطے کسی وقت استعمال ہونے کے واسطے مخصوص نہ کر دیا جائے۔

مگر فیصلہ مذکورہ میں کوئی تعین وقت نہیں صرف ”کسی وقت“ لکھا ہے اور یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ ”جائیداد کا معقول حصہ مخصوص کر دینے“ سے کیا مطلب ہے۔ اس سے قانون میں ایک بہت بڑا شک پیدا ہو گیا ہے۔ علاوہ اس کے فیصلہ جات مذکورہ صحیح اصول فقہ کے بالکل خلاف ہیں۔ پس اس مسودہ کی غرض صرف اس قدر ہے کہ قانون وقف علی الاولاد کی تدوین کی جائے۔ مگر اس احتیاط کے ساتھ کہ وقف نامہ قانون کے مطابق تحریر پائے اور واقف اپنے قرض خواہوں وغیرہ کو فریب نہ دے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سکے۔ مسودہ کی یہ غرض نہیں کہ عام قانون وقف کی تدوین یا تعین کی جائے۔ بلکہ وقف پر تو ہر حال میں شرع اسلامی حاوی رہے گی۔ اس کا مضمون بہت سادہ ہے۔ مگر ضروری دفعات کی تشریح حسب ذیل ہے

دفعہ ۳ کا یہ منشاء ہے کہ ہر مسلمان اپنی جائیداد وقف کرنے کا مجاز ہے۔

دفعات ۴ - ۵ کی یہ غرض ہے کہ وقف نامہ باضابطہ طور پر تکمیل پائے اور واقف اپنے قرض خواہوں وغیرہ کو فریب نہ دے سکے۔

دفعہ ۱۰ وقف بالوصیت سے متعلق ہے۔

دفعہ ۱۱ وصیت نامہ کی رجسٹری سے متعلق ہے۔ اور یہ کہ کون لوگ رجسٹری کرانے کے مجاز ہیں۔

دستخط

(ایم۔ اے جناح)

مورخہ ۱۵ مارچ ۱۹۱۱ء

دستخط

ایم جے۔ ایم میکفوسن صاحب سیکرٹری گورنمنٹ ہند

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعلیقات و حواشی

۱۔ مسجد نبوی کے "وقف" پر امام بخاریؒ نے ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے: "باب وقف الارض للمسجد" اور اس میں یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ جب آنحضورؐ نے بنو نجار سے مسجد کے لیے جگہ خریدنا چاہی، تو انہوں نے کہا بخدا ہم اس کی قیمت وصول نہ کریں گے یہ زمین ہم اللہ کے لیے دیتے ہیں (۲: ۱۹۵)

۲۔ معین الدین ندوی: تاریخ اسلام، ۱: ۹۳

۳۔ عینی: شرح بخاری: کتاب الصلوۃ، نیز معین الدین ندوی: تاریخ اسلام

۴۔ البخاری: الجامع الصحیح، ۲: ۱۹۴ (۲۶٫۵۵)

۵۔ امام شافعی نے کتاب الام (۴: ۵۲) میں صراحت کی ہے۔ کہ حضرت عمر نے خیبر میں مختلف مجاہدین اسلام سے سو حصے خرید فرمائے تھے، یہ جائیداد انہی حصوں پر مشتمل تھی۔

۶۔ البخاری: ۲: ۱۹۵ (۲۸٫۵۵)

۷۔ ایضاً: ۲: ۱۹۶ (۳۳٫۵۵)

۸۔ ابوداؤد: الجامع السنن، باب فی فضل سعی الماء

۹۔ الترمذی: الجامع السنن، ۲: ۲۹۶

۱۰۔ الترمذی: الجامع السنن، ۲: ۲۹۵

۱۱۔ کتاب الام، ۴: ۵۳

۱۲۔ ایضاً" ۴: ۵۶

۱۳۔ ایضاً"

۱۴۔ کتاب الام، ۴: ۵۹

۱۵۔ البخاری، ۲: ۱۹۶ (۳۳٫۵۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۶ - کتاب الام ' ۴ : ۵۳-

۱۷ - ایضاً " ' ۴ : ۵۶-

۱۸ - مقریزی' الخطط' ۲ : ۲۴۶

۱۹ - البخاری' کتاب الصلوۃ

۲۰ - خلاصۃ الوفاء' : ۱۳۲' ۱۳۳

۲۱ - ابن الاثیر: تاریخ الکامل' ۲ : ۳۹

۲۲ - البخاری وغیرہ

۲۳ - اردو دائرہ معارف اسلامیہ' ۱۵ : ۲۱۰- ۲۱۴

۲۴ - شط العرب پر واقع عراق کا ایک مشہور شہر جس کی تاسیس عہد فاروقی ۱۶ھ/۶۳۸ء میں ہوئی-

۲۵ - المقریزی : الخطط و حسن المحاضرہ للسیوطی وغیرہ

۲۶ - دریائے فرات پر واقع عراق کا ایک بڑا شہر' اس کی تاسیس حضرت سعد بن ابی وقاص نے ۱۶ھ/۶۳۸ء میں فرمائی- اسے حضرت علی کا دارالخلافہ ہونے کا شرف حاصل ہے-

۲۷ - فتوح البلدان' بذیل مادہ کوفہ

۲۸ - حضرت علی کے بھائی (م ۶۰ھ / ۶۸۰ء)

۲۹ - الطبری' ۶ : ۲۸۴۲

۳۰ - نجد وسطی سعودی عرب کا ایک بڑا صوبہ' جس کا بڑا شہر الریاض ہے-

۳۱ - وفاء الوفا' ۲ : ۲۱۷' ۲۵۴

۳۲ - حسن المحاضرہ' ۱ : ۶۳

۳۳ - الطبری' ص ۲۴۷۰

۳۴ - ایضاً" ص ۲۴۷۰

۳۵ - وفاء الوفا' ۲ : ۲۵۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۶ ـ الوثائق السیاسیہ' عدد ۳۵۴ ـ ۳۵۵' ۳۶۵

۳۷ ـ ابن سعد : الطبقات' ا/ ۱۱ : ٦' ٦ : ٦)

۳۸ ـ البلاذری : فتوح البلدان' : ۳ : الطبری : تفسیر' ا : ۲۱

۳۹ ـ البخاری' کتاب الصلوٰۃ

۴۰ ـ ایضاً" : باب ۴٦

۴۱ ـ المقریزی : خطط' ۴ : ۳۲' ۱۳۷' ۱۳۸

۴۲ ـ ایضاً" ۴ : ۸۳

۴۳ ـ ایضاً" : ۳ : ۲۱۷ ـ ۲۲۳ (مطبوعہ دارالعرفان' لبنان)

۴۴ ـ ایضاً" : ۴ : ۵۰

۴۵ ـ ایضاً" : ۴ : ۵۰

۴٦ ـ Heefining' ور اردو دائرہ معارف اسلامیہ' بحوالہ T.A' ا شمارہ ۲۴۷' ۲۵۲'
۵۲۸

۴۷ ـ ایضاً" بحوالہ M.O' جلد ۱۲' ۱۹۱۸ء' : بیعد' AJ' سلسلہ ۹' ۲٦۴ تا ۲٦۷

۴۸ ـ دوا داراصل میں دوات دار ہے۔ جس سے مراد عہد ممالیک کا ایک اہم عہدیدار ہے۔ یہ عہدیدار چرکسی النسل مملوک سلاطین کے عہد میں سات اہم ترین عہدے داروں میں سے ایک سمجھا جاتا تھا۔

۴۹ ـ Heefining' ور اردو دائرہ معارف اسلامیہ' ۲۳ : ۷

۵۰ ـ البیان المغرب' بار اول' ۲ : ۲۵٦' ۲٦۵

۵۱ ـ المقریزی : الخطط' ۴ : ۴۹ تا ۹٦ (قاہرہ)

۵۲ ـ ایضاً" ' ۲ : ۳۳۴ بیعد

۵۳ ـ ایضاً" ' ۲ : ۳۳۳۔ ۳۳۴

۵۴ ـ السبکی : طبقات الشافعیہ' ۳ : ۵۲۔ قاہرہ ۱۳۲۴ ھ

۵۵ ـ ایضاً" ' ۳ : ۱۳۷' ۲۵۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵۶ – عبدالرزاق کان پوری : نظام الملک' کان پور ۱۹۱۱ء – : ۶۹۶

۵۷ – شبلی نعمانی : مقالات' اعظم گڑھ' ۱۹۳۶ء' ص ۴۶ بیعد

۵۸ – ابن الندیم : زبدۃ الحلب فی تاریخ حلب' طبع سامی الاھان' دمشق' ۲ : ۲۴۳ تا ۲۴۷

۵۹ – السیوطی : حسن المحاضرہ فی تاریخ مصر و القاہرہ' قاہرہ ۱۳۲۷ ھ ' ۲ : ۱۴' ۱۴۲

۶۰ – مقالات شبلی' ۳ : ۶۲ – ۶۵

۶۱ – المقریزی : خطط' ۳ : ۳۲۰' مطبوعہ لبنان

۶۲ – ایضاً" ' ۳ : ۳۲۰

۶۳ – ایضاً" ' ۳ : ۳۲۱– ۳۲۴۳

۶۴ – ایضاً" ' ۳ : ۳۲۴

۶۵ – ایضاً" ' ۳ : ۱۶۲ تا ۱۷۲

۶۶ – ایضاً" ' ۳ : ۳۴۶ تا ۳۵۲

۶۷ – البخاری' ۲ : ۱۹۶

۶۸ – کتاب الام' قاہرہ' ۳ : ۲۸۱ – ۱۸۳

۶۹ – ایضاً"

۷۰ – اردو دائرہ معارف اسلامیہ' ۲۳ : ۱۱

۷۱ – المقریزی' قاہرہ' ۴ : ۸۹

۷۲ – ایضاً' بمواضع عدیدہ

۷۳ – ایضاً' ۴ : ۸۹

۷۴ – سلیمان رصد الزیاتی : کنز الجوہر فی تاریخ الازہر' ص ۱۲۳

۷۵ – شبلی نعمانی : مقالات شبلی' ۳ : ۶۸' مطبوعہ اعظم گڑھ

۷۶ – Heefining' ور اردو دائرہ معارف اسلامیہ' ۲۳ : ۱۲

۷۷ – خلیق احمد نظامی : حیات شیخ عبدالحق دہلوی' دہلی ۱۹۵۳ء : ۱۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۷۸ - The History of India as told by its own Historians :
Elliot and Dowson ' کلکتہ ' ۲ : ۲۱۵-

۷۹ - منہاج سراج : طبقات ناصری مطبوعہ کلکتہ ترجمہ Reverty' : ۵۵۹

۸۰ - محمد ابراہیم فرشتہ : تاریخ فرشتہ' ۱ : ۳۷۶ -

۸۱ - Elliolendid' ۳ : ۳۸۲ تا ۳۸۴

۸۲ - مولانا عبدالحی : یاد ایام : نیز تاریخ گجرات

۸۳ - مولانا سید سلیمان ندوی : ہندوستان میں علم حدیث' در معارف اعظم گڑھ' ۲۲ر (۱۹۲۸ء) : ۳۵۷۱

۸۴ - فتاوی عالمگیری

۸۵ - المقریزی' ۳ : ۳۵۴

۸۶ - ایضاً" ' ۳ : ۳۶۲

۸۷ - ایضاً" ' : ۳۶۴

۸۸ - ایضاً" ' : ۳۶۴

۸۹ - ایضاً" ' : ۳۶۴

۹۰ - ایضاً" ' : ۳۶۴

۹۱ - ایضاً" ' : ۳۶۴

۹۲ - ایضاً" ' : ۳۶۴

۹۳ - ایضاً" ' : ۴۰۹ - ۴۱۵

۹۴ - Heefening : مقالہ وقف' در اردو دائرہ معارف اسلامیہ' ۲۳ : ۱۲ تا ۱۳

۹۵ - ایضاً' بہ محل مذکور' بحوالہ O.M' (۱۹۲۸ء) : ۳۲۲

۹۶ - ایضاً" ' بہ محل مذکور

۹۷ - حکو مصر و شام میں مروج معاہدے کی ایک خاص قسم تھی' جو تیونس میں رائج کردار سے ملتی جلتی تھی۔ اس کے ذریعے جو لگان طے ہوتا تھا' اس میں کمی بیشی کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گنجائش ہوتی تھی۔ تاہم لگان دار اس کو ہبہ کر سکتا تھا۔

۹۸ - دیکھئے Heefening' مقالہ وقف' بہ محل مذکور بحوالہ O.M' ا (۱۹۲۱ء) ۵۹۴ تا ۵۹۶ : ۳۱۱ - ۳۱۳

۹۹ - ایضاً" بہ محل مذکور

۱۰۰ - ایضاً" بہ محل مذکور

۱۰۱ - Heefening' بہ محل مذکور

۱۰۲ - ایضاً" بمحل مذکور

۱۰۳ - ایضاً" بمحل مذکور: حسن ابراہیم: تاریخ مصر السیاسی' قاہرہ

۱۰۴ - شیخ گلاب دین (پلیڈر چیف کورٹ لاہور): قانون وقف علی الاولاد' مطبوعہ حمیدیہ سٹیم پریس' لاہور ۷ : ۱

۱۰۵ - شبلی نعمانی: مقالات' ۱ : ۸۲ - ۸۳ مطبوعہ اعظم گڑھ باراول

۱۰۶ - انڈین لاء پورٹ' جلد ۲۲ : ۷۶

۱۰۷ - انڈین لاء رپورٹ' جلد ۲ ' کلکتہ' : ۲۰۷ و بیعد

۱۰۸ - اس رسالے کے متعلق علامہ شبلی نعمانی نے اپنے مضمون میں لکھا ہے۔ کہ اولا تو یہ رسالہ نہایت طول طویل اور حشو و زوائد سے پر تھا' ثانیا اس رسالے کی اطلاع بجز محدود ایسوسی ایشنوں کے' عام لوگوں کو نہیں ہوئی۔ اس لیے اس کا قرار واقعی اثر نہ ہوا۔ (مقالات شبلی - جلد اول)

۱۰۹ - قانون وقف علی الاولاد' مرتبہ شیخ گلاب دین' : ۲ - ۳

۱۱۰ - ایضاً" : ۳

۱۱۱ - ایضاً" : ۳

۱۱۲ - ایضاً"

۱۱۳ - مفتی محمد شفیع: اسلام کا نظام اراضی' : ۱۶۰ - ۱۶۵

۱۱۴ - ملاحظہ ہو نوٹیفکیشن مجریہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۶۱ء' دفعات' ۱ - ۲ بیعد

۱۱۵ - سالانہ بجٹ محکمہ اوقاف پنجاب ۱۹۸۸ء - ۱۹۸۹ء تمہید اور آگے کی تفصیل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تتمہ دوم

قائد اعظم محمد علی جناح نے وقف علی الاولاد کے قانون بنانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا تھا جس کا ذکر ان کی تمام سوانح ہائے حیات میں آتا ہے۔ اس موقع پر ہم ان کی وہ تقریر نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں' جو انہوں نے وضع قوانین کی کونسل میں ۱۹۱۱ء میں کی تھی۔

صیغہ وضع قوانین

کاروائی کونسل واضع قوانین منعقدہ ۱۷ر مارچ ۱۹۱۱ء

مسودہ جواز قانون وقف اسلامی

تقریر

آنریبل مسٹر جناح

جناب من!!!

میں یہ تحریک کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ کونسل کے روبرو مسودہ قانون جو ہز میجسٹی کی مسلمان رعایا کے حقوق متعلقہ تملیک جائیداد بصورت وقف بحق اپنے خاندان و اولاد کی تعیین کرے پیش کیا جائے۔ مضمون مسودہ کے متعلق چند باتیں عرض کرنے سے پیشتر میرے لیے نہایت ضروری ہے کہ میں نہ صرف اپنی طرف سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بلکہ کل اہل اسلام کی طرف سے ہز ایکسیلنسی وائسرائے کا شکریہ ادا کروں۔ جنہوں نے کمال مہربانی سے مجھے ایکٹ کونسل برائے ہند کی دفعہ ۱۹ کے مطابق اجازت مطلوبہ عطا فرمائی ہے۔

میں کونسل پر یہ امر بھی واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ جب سے پریوی کونسل کا مشہور فیصلہ ۱۸۹۴ء بمقدمہ ابوالفتح محمد اسحاق بنام اسماء چوہدری (لاء رپورٹ ۲۲۔ انڈین اپیل صفحہ ۷۶) صادر ہوا ہے مسلمانوں میں اس فیصلہ کے برخلاف بڑی تشویش اور بے چینی پھیلی ہوئی ہے اور انہوں نے مختلف طریقوں سے مختلف اوقات میں اس بے چینی کا اظہار بھی کیا ہے چنانچہ گورنمنٹ کو میموریل بھیجے گئے اور متعدد انجمنوں اور جلسوں میں اس کے برخلاف ریزولیوشن پاس کئے گئے۔ غرضیکہ گذشتہ پندرہ سال سے تمام ملک میں اس فیصلے کی وجہ سے ایک ہل چل مچی ہوئی ہے۔ مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر گذشتہ سال ہم نے گورنمنٹ سے چند سوالات کیئے تھے۔ جن کا جواب گورنمنٹ ہند کی طرف سے دیا گیا تھا۔ اگر مہربانی کر کے کونسل ان جوابات کو پڑھے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ گورنمنٹ نے اس وقت یہ تسلیم کر لیا تھا کہ پریوی کونسل کے اس فیصلہ کے برخلاف (ہندوستان کی مسلم آبادی میں) سخت اعتراضات پیدا ہوئے ہیں۔

میں وہ سوالات اور ان کے جواب یہاں بیان کرتا ہوں:

سوال: کیا گورنمنٹ آگاہ ہے کہ پریوی کونسل کی جوڈیشل کمیٹی کے تازہ فیصلہ میں جو قانون وقف ظاہر کیا گیا ہے اوس کے برخلاف مسلمانوں میں بڑی بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ کیا گورنمنٹ اس بات پر آمادہ ہے کہ ایسا قانون وضع کرنے کی تجویز کی جائے جو مسلمانوں کی منشا اور ان کی مستند کتابوں کے مطابق ہو اگر گورنمنٹ اس بات پر آمادہ ہے تو کب تک ایسی تجویز عمل میں لائی جائے گی۔

جواب: گورنمنٹ اس امر سے آگاہ ہے کہ پریوی کونسل کے جوڈیشل کمیٹی کے مختلف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فیصلہ جات میں جو قانون وقف ظاہر کیا گیا ہے۔ اس پر اعتراضات کئے گئے ہیں۔ لیکن فی الحال گورنمنٹ اس بات پر آمادہ نہیں ہے کہ کوئی ایسا قانون وضع کرے جس کا صریح منشا یہ ہو کہ ان جوڈیشل فیصلوں کو مسترد کر دے۔ البتہ گورنمنٹ اس بات پر ہر وقت آمادہ ہے کہ کسی ایسے قانون کے وضع کرنے کے لئے کسی خاص تجویز پر کامل غور کرے۔ جس کا یہ منشا ہو کہ محدود نوعیت کی تملیک بحق خاندان کی جائے بشرطیکہ ایسی تجویز کو بالعموم مسلمان پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھیں۔

گورنمنٹ کے اس جواب کے بعد میں نے ملک کے سرکردہ مسلمانوں سے اس امر میں مشورہ کیا اور بہت غور و خوض کے بعد میں نے یہ تصفیہ کیا کہ یہ مسئلہ جو مسلمانوں کے واسطے نہایت ضروری ہے کونسل میں وقف علی الاولاد کے متعلق ایک مسودہ قانون پیش کرنے سے طے ہو سکتا ہے۔ حال میں مسلم لیگ نے جو اس ملک کے مسلمانوں کی رائے کا آئینہ ہے یہ ریزولیوشن پاس کیا ہے کہ گورنمنٹ کو اس مسئلہ کے متعلق قانون وضع کرنا چاہئے۔ اگرچہ یہ مجھے معلوم نہیں کہ ندوۃ العلما کا میموریل اس بارہ میں گورنمنٹ کے پاس پہنچا ہے۔ یا نہیں لیکن یہ یقینی بات ہے کہ ندوۃ نے ہزاروں مسلمانوں کے دستخط لیکر یہ میموریل گورنمنٹ ہند کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اس میموریل کی ایک کاپی علامہ شبلی نعمانی نے میرے پاس بھی بھیجی ہے۔ علامہ شبلی ایک جید مولوی ہیں اور مسلمانوں میں ان کا بڑا رسوخ ہے اور مسلمان ان کی رائے کو نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس میموریل میں علامہ موصوف نے اس مسئلہ کے متعلق تمام اسناد کو درج کیا ہے اور اس معاملہ کی نسبت مسلمانوں میں جو سخت بے چینی پھیلی ہوئی ہے اس کو بھی ظاہر کر دیا ہے۔ اس میموریل کے چند فقرے حسب ذیل ہیں:

"گزشتہ سالوں سے اس مسئلہ کے متعلق مسلمانوں میں بڑی بے چینی پھیلی ہوئی ہے جو مختلف طریقوں سے ظاہر کی گئی ہے۔ مسلم لیگ اور سینوں اور شیعوں کے متعدد جلسوں میں ریزولیوشن پاس کر کے اس بارہ میں گورنمنٹ سے قانون وضع کرنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی استدعا کی گئی ہے۔ خان بہادر مولوی محمد یوسف نے جو کلکتہ ہائی کورٹ کے جید وکیل اور قانون اسلام کے بڑے ماہر ہیں کچھ عرصہ ہوا اس بارہ میں ایک بسیط رسالہ لکھ کر گورنمنٹ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ رائٹ آنریبل سید امیر علی نے بھی اس مسئلہ کے متعلق ایک واضح اور زبردست مضمون لکھا ہے اور سید حسین بلگرامی نے جو تھوڑا عرصہ ہوا سیکرٹری آف سٹیٹ کی انڈیا کونسل کے ممبر تھے اس مسئلہ کے متعلق لارڈ مارلے سے بھی عرض معروض کی تھی۔"

ان حالات سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس مسئلہ کے متعلق تمام ملک کے مسلمانوں میں بڑی بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کون سا مسئلہ ہے جس نے مسلمانوں کو ایسا بے چین کر رکھا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے وہ پریوی کونسل کا فیصلہ ۱۸۹۴ء ہے جس نے میری رائے میں مسلمانوں کے قانون وقف کو جس کے رو سے مسلمانوں کو اپنے خاندان اپنے بچوں اور اپنی اولاد کے حق میں امانت پیدا کرنے کا اختیار ہے بیکار کر دیا ہے۔ اس مسئلہ کی قانونی تاریخ گذشتہ پچاس برس سے بیشتر سے شروع ہوتی ہے۔ اس بارہ میں سب سے پہلا فیصلہ جو مجھے معلوم ہے ۱۹۳۸ء میں صادر ہوا تھا۔ البتہ ۱۸۷۳ء میں بمبئی ہائی کورٹ نے اس مسئلہ کے متعلق ایک فیصلہ صادر کیا۔ جس کے بعد قطعی طور پر مخالف فیصلہ جات کا تانتا بندھ گیا۔ ۱۸۹۴ء تک مختلف ہائی کورٹوں نے بہت سے فیصلہ جات جو ایک دوسرے سے کم و بیش متناقص تھے صادر کئے۔ لیکن اس سال کے پریوی کونسل کے فیصلہ نے قانون وقف علی الاولاد کو سخت صدمہ پہنچایا۔ اسلامی قانون میں ہبہ اور وقف قانون کی دو علیحدہ علیحدہ شقیں ہیں۔ ایک شق ہبہ ہے جس سے مراد بخشش ہے۔ اسلامی قانون کی رو سے ہر مسلمان کو اپنی کل جائیداد ہبہ کر دینے کی اجازت ہے اور قبضہ دے دینے سے ہبہ مکمل ہو جاتا ہے۔ انگریزی مقنن اس کو تملیک کہتے ہیں۔ قانون ہبہ کے رو سے مسلمان مختلف محالات مثلاً محال حین حیات و محال پس ماندگی و محال مفوضہ پس ماندگی اور محال متواتر پس ماندگی پیدا نہیں کر سکتا۔ اس لیے ایک مسلمان اپنے خاندان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یا بچوں کے لیے مستقل نوعیت کا کوئی انتظام نہیں کرسکتا۔ اس کو جائیداد دے دینے کے لیے ملتی ہے۔ شرع اسلامی کی دوسری شق قانون وقف ہے۔ میرے خیال میں وقف کسی قدر انگریزی قانون امانت ہائے کے مشابہ ہے اس کے بھی دو شعبے ہیں۔ یا تو یہ پرائیویٹ قسم کا ہوتا ہے۔ جس کا آخری مدعا خیرات ہوتی ہے۔ یا صاف اور صریح طور پر اس کا مدعا خیرائتی یا مذہبی ہوتا ہے کیونکہ اب تک شرع اسلامی اور دوسرے ملکوں کے قوانین کی رو سے جائیداد مدامی طور پر بغرض خیرات وقف ہوسکتی ہے اور ایسے وقف سے ان قواعد کا کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ جو قانون مداومت کے برخلاف ہے۔ لیکن ہمیں اس وقت ایسی امانت سے بحث ہے جس کو پرائیویٹ امانت کہنا چاہئے اور جس کا اخیری مدعا خیرات ہو۔ میں کونسل کو یہ بھی جتا دینا چاہتا ہوں کہ وصیت سے ایک مسلمان کو اپنی جائیداد کا صرف تیسرا حصہ منتقل کرنے کا اختیار ہے۔ لیکن اس پر بھی قواعد ہبہ حاوی ہیں۔ یعنی اس کو اختیار نہیں ہے کہ محال حین حیات یا دیگر محالات مروجہ قانون انگریزی یا دیگر قانون امانت پیدا کر سکے۔ جب تک کہ موصی کی وفات کے بعد تمام ورثاء رضا مند نہ ہوں وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں ہوتی جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے بمبئی ہائی کورٹ کا فیصلہ ۱۸۷۳ء شرع اسلامی کے برخلاف تھا۔ اس کے بعد ۸۴ ۔ ۱۸۸۳ء میں اور فیصلہ جات صادر ہوئے جنھوں نے ایک طرح پر پہلے فیصلہ کو منسوخ کر دیا۔ اسی طرح ہندوستان کی مختلف ہائی کورٹوں سے متناقص فیصلہ جات صادر ہوتے رہے۔ اور آخر ۱۸۹۴ء میں پریوی کونسل کا فیصلہ جس کا ماحصل حسب ذیل ہے صادر ہوا:

وقف علی الاولاد پر شرع محمدیؐ عائد ہوتی ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ہم شرع محمدی کے برخلاف بھی نہیں جاسکتے۔ لیکن تاہم جائیداد کا معقول حصہ خیرات کے واسطے مخصوص ہونا چاہئے۔ مگر اس امر کی کسی جگہ تشریح نہیں کی گئی کہ جائیداد کا معقول حصہ بغرض خیرات مخصوص کرنے سے کیا مراد ہے؟ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وقف بغرض خیرات کسی ایسے وقف پر ملتوی نہیں ہونا چاہئے جو بہت دور ہو۔ البتہ وقت کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کوئی تعین نہیں کی گئی۔ اس لیے اس قانون میں بہت سے شکوک پیدا ہو گئے ہیں جو مسلمان وقف علی الاولاد کرنا چاہے اوس کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ وقف نامہ کی رو سے خیرات کب شروع ہوگی اور نہ اس کو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ عدالت جائیداد کے معقول حصہ کو مخصوص کرنے سے کیا مراد لے گی۔ ایک عدالت یہ قرار دے سکتی ہے کہ خیرات ایک شخص واحد کی زندگی کے بعد شروع ہوگی کیونکہ لفظ یہ ہیں۔ "کسی نہ کسی وقت" دوسری عدالت یہ قرار دے سکتی ہے کہ دو آدمیوں کی زندگی کے بعد خیرات شروع ہوگی علی ہذالقیاس۔

"اب دیکھنا یہ ہے کہ جائیداد کا معقول حصہ مخصوص کرنے سے کیا مراد ہے؟ ایک عدالت کہہ سکتی ہے کہ ۱/۶ حصہ کافی ہے۔ دوسری عدالت کہتی ہے کم از کم ۱/۲ حصہ ہونا چاہئے علی ہذا القیاس۔ اس لیے پریوی کونسل کے ان دو اصولوں نے ہمارے قانون کو سخت مشکوک کر دیا ہے۔ لیکن سب سے بڑا اور ضروری سوال پریوی کونسل کی یہ قراداد وہ اصول ہے کہ جب تک جائیداد کا معقول حصہ بغرض خیرات مخصوص نہ کیا جائے وقف محض دھوکے کی ٹٹی ہے۔ پریوی کونسل کے ہر طرح کے ادب کو ملحوظ رکھ کر گزارش ہے کہ یہ فیصلہ اسلامی شرع کے صحیح اصولوں کے مطابق نہیں ہے اور یہ کہ پریوی کونسل کا قرارداد یہ قانون اسلامی فقہ کے بنیادی اصولوں کے بالکل مخالف ہے۔ اگر ایک شخص جس طرح پر کہ ہمارے قانون میں لکھا ہے وقف علی الاولاد نہیں کرسکتا۔ تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے اہل خاندان اور بچوں کی پرورش کے لیے کوئی انتظام نہیں کرسکتا اور اس طرح اس کا یہ نتیجہ ہے کہ گویا مسلمانوں کے خاندانوں کی جمعیت کو توڑ دیا جائے۔ البتہ اس فیصلے کا اول نتیجہ یہ ہے کہ پرانے وقف کالعدم کر دیئے گئے ہیں۔ جن پرانے اوقاف پر سالہا سال سے ہندوستان کے تمام حصص میں عمل درآمد ہو رہا تھا ناجائز قرار دیئے گئے ہیں اور اس کا دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ اپنے اہل خاندان اور بچوں کے حق میں وقف کرنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ اس لیے صاحبان جب کہ ہمارے ذاتی قانون کا یہ مفہوم لیا گیا ہے تو ہمارے پاس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ آپ سے جدید قانون وضع کرنے کی درخواست کریں۔ جس سے اس غلطی کی اصلاح ہو جائے۔ اس موقع پر حوالہ جات اور اسناد کے پیش کرنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ میرے خیال میں کونسل کے روبرو تمام امور واضح طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اس لیے میں کونسل کا زیادہ وقت لینا مناسب نہیں سمجھتا۔

بڑے بڑے مقننین کی رائیں وقف علی الاولاد کی تائید میں ہیں۔ مثلاً مشہور فاضل رائٹ آنریبل مسٹر امیر علی کی رائے ان کی کتاب میں جو شرع محمدی کی درسی کتاب ہے مفصل درج ہے اسی طرح شرع محمدی کے دوسرے فاضل اور قانون اسلامی کی مشہور کتاب کے مصنف سر رونالڈ ولسن صاحب کی رائے بھی یہی ہے۔ میں اس کتاب کے اس حصہ کا جس میں اس بارہ میں تمام مستند کتابوں کے ترجمے جمع کئے گئے ہیں اقتباس کرتا ہوں۔ ولسن صاحب ان تمام ترجموں کا اعادہ کرنے کے بعد مفصلہ ذیل نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔

(ملاحظہ ہو ولسن صاحب کی شرع محمدی طبع سوم صفحہ ۲۷۸)

"مسٹر جسٹس امیر علی نے اپنی کتاب میں اور اپنے دو مشہور فیصلوں میں غیر ترجمہ شدہ عربی کتابوں سے بہت سی شہادت بہم پہنچا کر وقف علی الاولاد کی تائید کی ہے۔ ایک مستند کتاب میں سے مندرجہ بالا اقتباسات صرف جو انگریزی زبان میں تمام طلبا کو مل سکتے ہیں سترھویں صدی کے ہندوستان کے حنفی مسلمانوں کے دستور العمل کی مثبت شہادت ہے اور ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بارھویں اور تیرھویں صدی میں وسط ایشیا میں بھی یہی دستور العمل تھا اور جیسا کہ دفعات ۴۶۰، ۴۸۴ میں ظاہر کیا گیا ہے۔ وقف علی الاولاد کے جواز کی نسبت شیعہ اور شافعی استناد حنفیوں کے بالکل مطابق ہیں۔

اس لیے صاحب موصوف اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ پریوی کونسل کا فیصلہ شرع

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی کے مطابق نہیں۔

"سر ڈبلیو سی پیتھرم سابق چیف جسٹس بنگال کی رائے کی طرف بھی میں کونسل کی توجہ مبذول کرنی چاہتا ہوں۔ پریوی کونسل کے فیصلہ کے بعد ۱۸۹۷ء کے لاء کوارٹلی ریویو میں سر پیتھرم نے ایک مضمون لکھا تھا جس میں انہوں نے شرع محمدی کے اصلی اسناد پر بحث اور غور خوض کیا ہے۔ اس مضمون کا عنوان اسلامی، قانون وقف ہے۔ سر پیتھرم مختلف جوڈیشنل فیصلہ جات کی تاریخ بیان کرنے کے بعد حسب ذیل نتیجہ پر پہنچے ہیں۔

جوڈیشنل کمیٹی کا فیصلہ مصدرہ لارڈ ہاب ہوس میں ایک عبارت ایسی ہے جس کے واسطے میں خیال کرتا ہوں کہ ہندوستان کے تمام بندے اہل ہنود و اہل اسلام اس کے مشکور ہوں گے۔ عبارت مذکورہ حسب ذیل ہے۔

"بیکالی میہ کے مقدمہ میں جن طویل ابحاث اور فیصلہ جات کا ذکر کیا گیا ہے اون میں بعض شکوک ظاہر کیئے گئے ہیں۔ یعنی آیا اس قسم کے مقدمات پر شرع محمدی حاوی ہے یا نہیں اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ فیصلہ مقدمہ احسن اللہ چودہری شرع محمدی کے بجائے انگریزی قانون کے مطابق ہوا ہے۔ مسلمانوں کے انتقال جائیداد پر بلا شک و شبہ شرع محمدی حاوی ہونی چاہئے۔ اجلاس کامل کے فیصلہ کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں نے اس مضمون پر کافی بحث مباحثہ کیا اور اس امر کا بڑا اثر ہوا کہ ہر ایک مسلمان نے جس نے میرے ساتھ اس مضمون کے متعلق تذکرہ کیا مسٹر جسٹس امیر علی کی رائے کے ساتھ اتفاق کیا اور مقنن اور غیر مقنن نے جن کو میرے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع ہوا بلا شک و شبہ تسلیم کیا کہ مسلمانوں کے نقطہ خیال سے فی الواقعہ قانون وقف وہی ہے جو سید امیر علی نے اپنے فیصلہ میں ظاہر کیا ہے۔ ان ہی دنوں میں مجھ کو اس مضمون پر ایک ایسے مسلمان سے گفتگو کرنے کا موقعہ ہوا جو گورنمنٹ ہند میں ایک وقیع عہدے پر ممتاز تھا اور جس نے اس حیثیت سے بلاد اسلامی میں بہت سے سال گزارے تھے۔ اس نے مجھے یقین دلایا کہ اجلاس کامل کے اکثر فیصلہ جات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں جو قانون وقف ظاہر کیا گیا ہے وہ شرع اسلامی کے مطابق نہیں۔ اس نے ذاتی علم کے وثوق سے بیان کیا کہ ترکی و مصر میں بہت سی ارضیات اسی طرح پر وقف ہوئی ہوئی ہیں جس طرح پر کہ سید امیر علی شرع اسلامی کی رو سے جائز سمجھتے ہیں۔ چونکہ یہ معاملہ نہایت ضروری تھا اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ اس امر کے دریافت کرنے کی کوشش کروں کہ اس زمانہ میں مسلمان جج وقف کے متعلق قانون کو بلاد اسلامیہ میں کس طرح سمجھتے ہیں اور اس پر کس طرح عمل درآمد کرتے ہیں۔ مجھے آسانی سے ایسی کتابوں کے دو فرانسیسی ترجمے دستیاب ہوئے جن میں اس تمام مضمون پر پوری بحث کی گئی ہے اور جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ترکی، عرب اور مصر میں قانون وقف کیا ہے۔"

"کسی زمانہ میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ شرع اسلامی وقف علی الاولاد پر حاوی نہیں اور یہ کہ اس پر انگریزی قانون جو مداومت کے مخالف ہے حاوی ہے۔ لیکن پرانے فیصلہ جات میں جو رائے ظاہر کی گئی تھی اس کو لارڈ ہاب ہوس نے اپنے مشہور فیصلہ ۲۲۔ انڈین اپیل صفحہ ۷۶ کے ذریعہ صاف طور پر مسترد کر دیا۔

"مسلمانوں کی جائیداد کا انتقال صریحا مسلمانوں کے قانون کے مطابق ہونا چاہئے اس لیے جب کہ پریوی کونسل کے فیصلہ نے مسلمانوں کی تمام راہیں بند کر دی ہیں اور دیگر ممالک مثلاً ترکی، عرب، مصر، بلکہ ہندوستان کی دیسی ریاستوں مثلاً مملکت نظام اور دوسری جگہوں میں بھی اس مسئلہ کے متعلق شرع اسلامی کے مطابق عمل درآمد ہوتا ہے۔ تو صاف ظاہر ہے کہ پریوی کونسل کا یہ فیصلہ شرع اسلامی کے مطابق نہیں ہے۔ پس اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسلمان اسی طرح چپ بیٹھے رہیں اور وہ اس حق سے محروم کئے جائیں جو ہر ایک جورس پروڈنس کے رو سے دنیا میں ہر شخص کو حاصل ہے کہ اپنے اہل خاندان اور اولاد کی پرورش کے لیے مناسب انتظام کرے۔ اس فیصلہ کی رو سے مسلمانوں سے یہ حق چھینا گیا ہے۔ برعکس اس کے شرع اسلامی میں ایسا کوئی اختیار مسلمانوں کو نہیں دیا گیا جو اس فیصلہ کی پیدا کردہ ناقابلیت کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسترد کر سکے۔ اسلامی قانون کے جورس پروڈنس (فقہ) کے ایک نہایت ضروری حصہ کو بیکار کر دیا گیا ہے اور اس کا کوئی بدل قائم نہیں کیا گیا اب سوال یہ ہے کہ آیا مسلمان اس بارہ میں اس کس مپرسی کی حالت میں پڑے رہیں۔ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں کے خاندانوں کی جمعیت پراگندہ ہو جائے گی کیونکہ وقف مسلمانوں کی مذہبی زندگی' تمدنی زندگی اور مسلمانوں کے اقتصادی اصولوں کے ساتھ خلط ملط ہے۔ اس کا ایک اور نتیجہ یہ بھی ہوگا کہ مسلمانوں کے اسلامی قانون جائیداد میں انقلاب عظیم پیدا ہوگا۔ محولہ بالا میموریل (عرض داشت) میں یہ عبارت بھی درج ہے۔

ہندوستان کے مسلمان مدت سے یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ان کے قانون وقف بحق اہل خاندان کے مقدمات میں جو فیصلے پریوی کونسل نے صادر کئے ہیں۔ ان کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ مسلمانوں کا یہ قانون جو مذہبی اور تمدنی تحریرات پر مبنی ہے اور جس نے سالہائے ماسبق میں کئی خاندانوں کو افلاس سے بچا لیا ہے اور جس کی وجہ سے نیک مسلمانوں کو دینداری کے کام سرانجام دینے کا حوصلہ ہوا ہے بالکل بیکار کر دیا گیا ہے۔

اگرچہ ایک انگریز مقنن جس نے انگریزی اصولوں کی تعلیم پائی ہو اس قانون کو اچھا نہیں سمجھتا۔ لیکن ایک روسی عالم پروفیسر اس قانون کو نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ روسی پروفیسر جس نے اس مضمون کو نہایت احتیاط سے مطالعہ کیا ہے اس طرح لکھتا ہے۔

"اس قانون نے اقتصادی سوالات کو جو ہمیشہ والدین کو اپنی اولاد کی آئندہ بہتری کے لیے متردد رکھتے تھے نہایت خوش اسلوبی اور عاقلانہ طریقہ سے حل کر دیا ہے۔"

اس لیے اس کی رائے ہے کہ اقتصادی اصولوں کے لحاظ سے یہ سوال صرف اسی طریقہ سے حل ہو سکتا ہے۔ جب یہ حالت ہے تو ہمارے پاس سوائے اس کے کوئی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور چارہ نہیں کہ گورنمنٹ کا دروازہ کھٹکھٹائیں اور اس سے استدعا کریں۔ اس لیے میں آج گورنمنٹ کی خدمت میں گزارش کرنے کے لیے کھڑا ہوا ہوں اور تمام مسلمانوں کی طرف سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ اس مسودہ کی ہر طرح سے تائید کرے' اس مسودہ کا یہ منشا ہرگز نہیں کہ کوئی جدید قانون یا اصول قائم کیا جائے بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ مسلمانوں کے اصلی قانون کو جو پریوی کونسل کے فیصلہ جات کی وجہ سے بیکار ہو گیا ہے ازسرنو قائم کیا جائے۔ وقف کے عام قانون کے تعین کی ضرورت ہی نہیں ہے بلکہ اس پر تو شرع محمدی حاوی ہو گی۔

"مسودہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے فقرات نمبر ۱ اور ۲ صرف تمہید اور تعریفیں وغیرہ ہیں۔ فقرہ نمبر ۳ جو مسودہ کا نہایت ضروری حصہ ہے یوں ہے۔

"ب۔ تبعیت دیگر احکام ایکٹ ہذا جائز ہو گا کہ کوئی مسلمان جو نابالغ یا فاتر العقل نہ ہو منجملہ دیگر اغراض کے ذیل کے لیے وقف کرے۔"

(الف) کلا یا جزا اپنے اہل خاندان اپنے بچوں اور اولاد کی پرورش اور امداد کے لیے۔

(ب) جب کہ واقف حنفی مسلمان ہو تو حین حیات خود اپنی پرورش و امداد کے واسطے اور جائیداد موقوفہ کے منافعہ اور کرایہ سے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے مگر شرط یہ ہے۔ کہ ہر ایسی صورت میں جائیداد موقوفہ صراحتا یا معنا آخر میں ہمیشہ مساکین کے فائدہ یا کسی دائمی غرض مذہبی یا خیراتی کے واسطے مستقل طور پر محفوظ کی گئی ہے۔

"اب صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ بعینہ مسلمانوں کا قانون ہے۔ اور کوئی نئی بات نہیں ہے۔

فقرہ نمبر ۴ مسودہ کا یہ منشا ہے کہ وقف تحریری ہونا چاہئے اور اس پر دو یا زیادہ گواہوں کی گواہی ہو اور اس کی رجسٹری کرائی جائے۔ یہ فقرہ متعلق ضابطہ ہے نہ متعلق اصول اور اس کی منشا صرف یہ ہے کہ دستاویز مستند ہو جائے۔ فقرات نمبر ۴' ۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۶' رجسٹری کے متعلق ہیں اور ان کا منشا یہ ہے کہ قرض خواہوں کو فریب سے محفوظ رکھا جائے کیونکہ ہندوستان کے ہائی کورٹوں کے فیصلوں بلکہ پریوی کونسل میں بھی اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ موجودہ حالات میں قرض خواہوں کو آسانی سے فریب دیا جاسکتا ہے۔

"اس لیے حقیقت میں جائیداد کی قیمت بالعموم گھٹ جائے گی۔ لہٰذا مالک اور منتقل الیہ دونوں کے فائدہ کے لیے یہ مناسب ہے کہ ایسے قواعد مقرر کیے جائیں جن سے جائیداد غیر منقولہ کی قابل بیع و شرعی قیمت صریحا اور واضح طور پر جس قدر کہ ہے اسی قدر بحال رہے۔

"جب کہ خیال کیا جاتا ہے کہ ترقی تہذیب اور شائستگی کی وجہ سے حالات تبدیل ہو گئے ہیں تو اس اعتراض میں بڑا زور معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص اپنی اولاد اور اس کی اولاد (علی ہذاالقیاس) کے حق میں وقف کرتا ہے اور بالآخر جائیداد کو اغراض خیرات کے لیے مخصوص کرتا ہے۔ پس اگر وصیت نامہ کی رجسٹری نہ کرائی جائے تو یہ وقف نامہ بمنزلہ وصیت ہے۔ اگر یہ دستاویز مدت تک اولاد کے صندوقوں میں پڑی رہے اور وہ جائیداد کو رہن کر دیں تو ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ دستاویز کے محض صندوقوں میں پڑے رہنے سے اولاد کا فائدہ ہے۔ دوسری نسل یہ کہہ سکتی ہے کہ پہلی نسل کا صرف حق حین حیات تھا اور وہ صرف آمدنی کی مستحق تھی اس لیے رہن ناجائز ہے۔ قرض خواہ جس نے اس وقت روپیہ دیا تھا بڑی مشکل میں پھنس جائے گا۔ اس لیے قرض خواہوں کو فریب سے محفوظ رکھنے کے لیے یہ تجویز کی گئی ہے کہ دستاویز کی رجسٹری لازمی ہو ایسی حالت میں تمام دنیا کو خبر ہو جائے گی کیونکہ رجسٹری اطلاع عام ہے۔ اگر کوئی شخص باوجود اس کے جائیداد مذکورہ میں کوئی حق حاصل کرے گا تو وہ اپنے نقصان کا خود ذمہ دار ہے۔ فقرہ نمبر۱۰ صرف وقف بالوصیت کے متعلق ہے اور کسی طرح سے قانون اسلامی کو تبدیل نہیں کرتا اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص وقف بالوصیت کرے تو دستاویز کی رجسٹری ہونی چاہیے یہ شرط

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی قرض خواہوں کو فریب سے محفوظ رکھنے کے لیے ایزاد کی گئی ہے۔ فقرہ نمبر ۱۱ کا یہ منشا ہے کہ اشخاص مندرجہ فقرہ مذکورہ کس معیاد کے اندر وصیت نامہ کی رجسٹری کرا سکتے ہیں۔

''اس لیے اس مسودہ کے دیکھنے سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ اس کی یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ قانون جائیداد یا عام طور پر قانون وقف کی تدوین و تعین کی جائے کیونکہ وقف پر تو بہرحال اسلامی قانون حاوی ہوگا۔ یہ مسودہ کسی طرح پر بھی قانون اسلامی کے متناقص نہیں بلکہ برعکس اس کے اس کا اصل واہم مدعا یہ ہے کہ قانون اسلامی کو مستند کتابوں اور مسلمانوں کے جذبات کے مطابق از سر نو قائم کیا جائے۔ جب کہ ان نتائج کا خیال کیا جاتا ہے جو پریوی کونسل کے فیصلہ کے بعد پیدا ہوئے ہیں تو مسلمانوں کا یہ خیال بالکل حق بجانب ہے۔ اس لیے میں کونسل سے درخواست کرتا ہوں کہ مسودہ ہذا پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس کے بعد تمام ملک کو اس پر اعتراض کرنے کا موقع ملے گا اور مسودہ کی جزئیات کے متعلق لوگوں کے اور بھی خیالات ہم کو معلوم ہوسکیں گے۔ ان سب اعتراضات اور خیالات پر مناسب وقتوں پر غور کیا جائے گا اور اس لیے گورنمنٹ اور کونسل سے میری درخواست ہے کہ اس مسودہ کی تائید کریں اور اس کے پیش کرنے کی اجازت دیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محکمہ اوقاف پاکستان کے قوانین و ضوابط

LAW DEPARTMENT
NOTIFICATION
23rd October, 1961

No. Leg. 3 (28) - 61-- The following Ordinance by the Governor of West Pakistan is hereby published for general information:

THE WEST PAKISTAN WAQF PROPERTIES ORDINENCE, 1961

WEST PAKISTAN ORDINANCE NO. XXVIII OF 1961
AN ORDINANCE

to sonsolidate and amend the law relating to management of Waqf Properties in the Province of West Pakistan.

WHEREAS it is expedient to consolidate and amend the law relating to management of Waqf Properties in the Province of West Pakistan:

NOW, THEREFORE, in pursuance of the Presidential Proclamation of the seventh day of October, 1958 and having received the previous instruction of the President, the Governor of West Pakistan is pleased, in exercise of all powers enabling him in that behalf, to make and promulgate the following Ordinance:-

(1) This Ordinance may be called the West Pakistan Waqf Properties Ordinace, 1961.

It extends to the whole of the Province of West Pakistan except the Special Areas.

(3) It shall--

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(*a*) come into force in the District of Karachi at once; and

(*b*) be deemed to have come into force in the remaining areas of the Province, with effect from seventeenth April, 1959. Provided that nothing in this sections shall be deemed to have or ever have had the effect of retrospectively creating any offence.

Definitions. (2) In this Ordinance unless the context otherwise requires, the following expressions shall have the meanings hereby respectively assigned to them, that is to say:-

(a) "Administrator" means an administrator of Auqaf appointed under the provisions of section 4;

(a a) "Chief Administrator" means the Chif Administrator of Auqaf, West Pakistan.

(b) "Government" means the Government of West Pakistan;

(c) "Prescribed" means Prescribed by rules made under this Ordinance;

(d) "Waqf property" means property of any kind permanently dedicated by a person professing Islam for any purpose recognised by Islam as religious, pious or charitable, but does not include property of any waqf such as is described in section 3 of the Musalman Waqf Validating Act, under which any benefit is for the time being claimable for himself by the person by whom the waqf was created or by any member of his family or descendants.

Explanation 1– If a property has been used from time immemorial for any purpose recognized by Islam as religious, pious or charitable, then in spite of

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

there being no evidence of express dedication, such property shall be deemed to be waqf property.

Explanation 2-- Poperty allotted in lieu of or in exchange of waqf property left in India shall be deemed to be waqf property.

Explanation 3. --Property of any kind acquired with the sale proceeds or in exchange of or from the income arising out of waqf property or from subscriptions raised for any purpose recognized by Islam as religious, pious or charitable shall be deemed to be waqf property.

**Explanation* 4. --The income from boxes placed at a shrine and offerings, subscriptions or article of any kind, description or use presented to a shrine or to any person at the premises of a shrine shall be deemed to be waqf property.

Explanation 5. --Relief of the poor, education, work shop, medical relief, maintenance of shrines of the advancement of any other object of charitable. Religions or pious nature or of general public utility shall be deemed to be charitable purposes.

Explanation 6. --Property permanently dedicated for the purposes of a mosque, takia, khnkah, dargah, or other shrine shall be deemed to be waqf property.

3. (1) Government shall appoint a Chief Administrator of Augaf for the Province of West Pakistan. (2) No person shall be appointed as Chief Administrator unless he is a Muslim and posses such qualifications as may be prescribed by Government.

Appointment of Chief Administrator of Auqaf

* Substituted by Notification No.3, 16,71 dated 19-7-71

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(3) The Chief Administrator shall be a corporation sole by the name of the Chief Administrator of Waqfs, West Pakistan and shall have prepetual succession and an official seal, and may sue and be sued in his corporate name.

(4) The Chief Administrator shall be subject to the general control of Government.

4. Government may appoint an Administrator or Administrators for such area or areas and Deputy Administrators for such districts as may be specified in the notification to assist the Chief Administrator and any Administrator or Deputy Administrator so appointed shall, subject to tne general or special orders of the Chief Administrator, be competant to discharge such duties and exercise such powers of the Chief Administrator as may be assigned to him and when discharging such duties or exercising such powers shall have the same privileges and be subject to the same liabilities as the Chief Administrator.

5. (1) The Chief Administrator with the previous sanction of Government may, from time to time, determine the number, designation and grade of the officers and servants, whom he considers necessary to employ for the purpose of this ordinance and amount and nature of salary, fees and allowances to be paid to each such officer and servant.

(2) All persons employed for the purposes of this Ordinance shall be deemed to be public servants within the meaning of section 21 of the Pakistan Penal Code.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

*6. (1) Notwithstanding anything to the contrary contained in Section 22 of the Religious Endowments Act, 1863, or any other law for the time being in force or in any custom or usage, of in any decree judgement or order of any court or other authority or in any proceeding pending before any court or other authority, the Chief Administrator may, by notification, take over and assume the administration, control, management and maintenance of a waqf property;

Provided that during the life-time of a person dedicating a waqf property, the Chief Administrator shall not take over and assume the administration, control, management and maintenance of such waqf property, except with the consent of such person and on such terms and conditions as may be agreed to between such person and the Chief Administrator.

Explanation. --For the purpose of this section, "control" and "management" shall include control over the performance and management of religous, spirituai, cultural and other services and ceremonies (Rasoomat) at or in a waqf property.

(2) No person shall perform services or ceremonies (Rasoomat) referred to in sub-section I except with the prior permission of the Chief Administrator and in accordance with such directions as may be given by him. Appointment of Administrator and Deputy Administrator.

6 - A. Any person unauthorisedly entering upon occupation of any immovable waqf property of using such property to the use of occupation whereof, by reason of any provisions of this Ordinance or any

---

Substituted by Notification Legs. 3 (16) 71 dated 19-7-71

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

rule made thereunder, he is not entitled or has ceased to be entitled may, after being given a reasonable opportunity of showing cause against such action be summarily evicted by the Administrator, with the use of such force as may be necessary and any crop raised in such property shall be liable to forefeiture and any building or other construction erected thereon shall also, if not removed by such person after service on him of a notice by the Administrator requiring him to remove such building or construction within a period of not less than thirty days of the service on him of such notice, be liable to summary removal after the expiry of the period specified in the notice.

6 - B. If the Administrator is satified that a lessee or tenant of any immovable waqf property has committed a breach of the conditions of the lease or tenancy the Adminstrator may, after giving such lessee or tenant an opportunity to appear and state his objections, order the termination of tenancy;

Provided that if the breach is capable of rectification the Administrator shall not order the termination of the lease or resumption of the tenancy unless he has issued a written notice requiring the lessee or tenant to rectify the breach within a reasonable time, not being less than thirty days, to be stated in the notice, and the lessee or tenant has failed to comply with such notice.

(2) Where an order terminating the lease or resuming the tenancy has been passed under the provisions of sub-section (1), the Administrator may forthwith re-enter upon the waqf property and resume possession of it, subject to the payment of compensateon to be fixed by the Administrator for un-cut and ungathered crops or for the improvements, if

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

any that may have been made by the lessee or tenant under the terms of the lease or tenancy or with the permission of the Chief Administrator;

Provided that if the lease or tenancy be allotted to any other person, the amount of the compensation, if any, paid to the outgoing lessee or tenant may be recovered from the new lessee or tenancy.

6 - C (1) Any person evicted under the provisions of section 6-A, or aggrieved by an order or termination of lease or resumption of tenancy made under section 6-B may, within sixty days of such eviction or within thirty days of the order of termination of the lease or resumption of tenancy, prefer an appeal to the Chief Administrator, and the Chief Administrator, after giving such person an opportunity of being heard, confirm, modify or vacate the order made by the Administrator under section 6 - A or 6 - B.

(2) If there is no appeal against an eviction under section 6-A, or an order of termination of lease or resumption of tenancy made by the Administrator under section 6-B, the eviction, termination of lease or resumption of tenancy, as the case may be, shall be final, and when there is an appeal, the decision of the Chief Administrator in appeal shall be final.

Explanation. --For the purposes of this section "control and management" include control over the performance and management of religious, spiritual, cultural and other services and ceremonies at or in a waqf property.

7. (1) Any person claiming any interest, in any waqf property in respect of which a notification has been issued under the last preceding section may, within thirty days of the publication of such

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

notification, petition to the District Court within whose jurisdiction a part of the waqf property is situated for declaration:-

(a) that the property is not waqf property;

(b) that the property is waqf property within the limits stated in the petition,

*"Provided that not withstanding anything contained in any law for the time being in force, or in any custom or usage or in any decree judgement or order of any court or other authority, or in any proceeding pending before any court or other authority no such petition shall lie in respect of any interest in the income, offerings, subscriptions or articles referred to in Explanation 4 to clause (d) of section 2, or the services or ceremonies (*Rasoomat*) mentioned in section 6."

(2) The District Court may, for reasons to be recorded, refuse to issue any process for compelling the attendance of any witness for the purpose of examination or the production of any document or other thing if it considers that it has been made for the purpose of vexation or delay.

8. Any person aggrieved by a decision of the District Court under sub-section 1 of section 7 may, within sixty days of the order, appeal to the High Court of West Pakistan.

9. Notwithstanding anything to the contrary contained in any other enactment for the time being in force, the District Court or the High Court shall not, pending disposal of a petition filed under section 7 or an apeal filed under section 8, have the

* Notification No. Legis. 3 (16) 71 dated 18-7-71

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

power to issue a temporary injunction or order restraining the Chief Administrator from taking over or assuming the administration, control, management and maintenance of property in respect of which a notification has been issued under section 6.

10. If there is no appeal, the decision of the District Court, or when there is an appeal, the decision in appeal shall be final.

11. (1) The Chief Administrator shall as respects the waqf property in respect of which a notification under section 6 has been issued and the gross annual income from which exceeds rupees five thousand and in other cases may settle a scheme for the administration of such waqf property.

(2) In the settlement of a scheme the Chief Administrator shall give effect to such wishes of the person dedicating as can be ascertained, and to which effect can be reasonably given.

12. Government may permit the Chief Administrator to sell or otherwise dispose of any waqf property and invest the proceeds in accordance with its directions.

13. Subject to the provision of this Ordinance, a waqf property shall be used for the purpose for which it was dedicated or has been used or for any purpose re-cognised by Islam as religious, pious or charitable, as Chif Administrator may deem fit.

14. (1) The Chief Administrator shall maintain a complete record of all properties under his control and management, and shall keep accounts of income and expenditure of such properties, including expenditure on the Chief Administrator and his establishment, in such manner as may be prescribed.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(2) All moneys received or realised by the Chief Administrator in respect of properties under his control and management shall form and be credited to a fund to be called Auqaf Fund which shall be under the control of and operated upon by the Chief Administrator subject to general supervision of Government, and shall be kept in such custody as may be prescribed.

(3) At the end of each financial year the accounts maintained by the Chief Administrator shall be audited by such authority as may be prescribed and the Audit Report with the comments of the Chief Administrator shall be laid before Government.

15. Any sum due as rent or lease money in respect of waqf property, the administration whereof has been taken over and assumed by the Chief Administrator, if not paid within thirty days of its having become due, may be recovered as arrears of land-revenue.

16. (1) The Chief Administrator may require any person incharge of or exercising control over the management of any waqf property the administration whereof has not been taken over or assumed by him under section, 6, to furnish him with any return, statement, statistics other information regarding such waqf property, or a copy of any document relating to such property, and such person shall comply with such order or direction without any delay.

(2) The Chief Administrator may issue to any person incharge of or exercising control over the management or any waqf property, the administration where of has not been taken over or assumed by the Chief Administrator under section 6, such instructions or directions for the proper administration, control,

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

management and maintenance of such waqf property as he may deem necessary, and the person having charge or exercising control over the management of such property shall comply with such instructions and directions.

17. Save as expressly provided in this Ordinance no civil or revenue court or any other authority, shall have jurisdiction:

(a) to question the legality of anything done under this Ordinance by or at the instance of the Chief Administrator; or

(b) in respect of any matter which the Chief Administrator is empowered by or under the Ordinance to determine or settle; or

(c) to grant an injunction or other order in relation to any proceeding before the Chief Administrator under this Ordinance or anything done or intended to be done by or at the instance of the Chief Administrator under this Ordinance.

18. Every order made and every action taken under this Ordinance shall have effect notwithstanding anything inconsistent therewith condtained in any document, decree or order of any Court, deed, enactment or any instrument having effect by virtue of any such enactment other than this Ordinance.

19. No suit, prosecution or other legal proceedings shall be instituted against any person for anything which is in good faith done or intended to be done under this Ordinance or the rules made thereunder.

20. (1) Whoever obstructs or offers any resistance to, or impedes or otherwise interferes with;

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(a) any authority, officer or person exercising any power or performing any duty conferred or impossed upon it or him by or in pursuance of this Ordinance or otherwise discharging any lawful function under this ordinance; or

(b) any person who is carrying out the orders of any such authority, officer or person as aforesaid or who is otherwise acting in accordance with his duty in pursuance of this Ordinance; shall be punished with imprisonment for a term which may extend to five years or with fine or with both.

(2) Whoever disobeys or wilfully fails to comply with *any requisition or direction issued by the Chief Administrator* under section 16 shall be punished with fine which may extend to five hundred rupees, and with further fine which may extend to fifty rupees for every day on which the said disobedience or failure continues after the date of the first conviction.

21. (1) Government may frame rules for the purpose of carrying into effect the provisions of this Ordinance.

(2) In particular and without prejudice to the generality of the foregoing power, Government may frame rules for all or any of the following purposes, namely:-

(a) prescribing the powers and duties of the officers appointed under this Ordinance;

(b) regulating the delegation of any powers by the Chief Administrator to an Administrator or a Deputy Administrator;

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(bb) prescribing the terms and conditions on which waqf property may be leased or let out.

(c) regulating the manner in which schemes for Administration of waqf properties shall be prepared;

(d) regulating the conditions of service of the persons employed under this Ordinance;

(e) regulating the conduct of litigation by or against the Chief Administrator;

(f) prescribing the manner in which the accounts shall be kept; and

(g) prescribing the authority for auditing the accounts maintained by the Chief Administrator.

22. (1) The following enactments are hereby repealed.

(a) The Mussalman Waqf (Sind Amendment) Act, 1935;

(b) The Mussalman Waqf (Bombay Amendment) Act, 1935, as applicable in the District of Karachi;

(c) The Qanoon-i-Auqaf islami, 1949, of the former Bahawalpur State.

(d) The North-West Frontier Province Charitable Institutions Act, 1949.

(e) The Punjab Muslim Auqaf Act, 1951; and

(f) The West Pakistan Waqf Properties Ordinance 1959.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(2) Everything done or purported to have been done, action taken liablity or penalty incurred or proceeding commenced, officer appointed or person authorised, jurisdiction or power conferred, rule made or order issued under any of the provisions of the enactments repealed under sub-section (1), shall be deemed to have been validly done, taken, incurred, commenced, appointed authorised, conferred, made or issued, and shall if not inconsistent with the provisions of this Ordinance, be continued, and so far as may be, be deemed to have been done, taken, incurred, commenced, appointed, authorised, conferred, made or issued under this Ordinance.

MALIK AMIR MUHAMMAD KHAN
Governor of West Pakistan.

BASHIR-UD-DIN AHMED
Secretary to Government,
West Pakistan, Law Department.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

GOVERNMENT OF THE PUNJAB
AUQAF DEPARTMENT
LAW DEPARTMENT
NOTIFICATION
Lahore, the 19th July 1971.

No. Legis. 3 (16) 71-The following Ordinance by the Governor of the Punjab is hereby published for general information:

THE WEST PAKISTAN WAQF PROPERTIES (PUNJAB AMENDMENT) ORDINANCE, 1971.

PUNJAB ORDINANCE NO. XVI OF 1971.
AN ORDINANCE

further to amend the West Pakistan Waqf Properties Ordinance, 1961, in its application to the Province of the Punjab.

WHEREAS it is expedient further to amend the West Pakistan Waqf Properties Ordinance, 1961, in its application to the Province of the Punjab, in the manner hereinafter appearing;

NOW, THEREFORE, in pursuance of the Martial Law Proclamation of 25th March, 1969, read with the Provisional Constitution Order, and in exercise of all powers enabling him in that behalf the Governor of the Punjab is pleased to make and promulgate the following Ordinance;

1. (1) This Ordinance may be called the West Pakistan Waqf properties (Punjab Amendment) Ordinance 1971.

(2) It shall come into force at once.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

2. In the West Pakistan Waqf Properties Ordinance, 1961, in its application to the Province of the Punjab, hereinafter referred to as the principle Ordinance, for explanation 4 to clause (*d*) of section 2, the following Explanation shall be substituted, namely:-

Explanation 4— "The income from boxes placed at a shrine and offerings subscriptions or article of any kind, description or use, presented to a shrine or to any person at the premises of a shrine shall be deemed to be waqf property"

3. For section 6 of the principal Ordinance, the following section shall be substituted, namely:-

6. (1) Notwithstanding anything to the contrary contained in section 22 of the Religious Endowments Act, 1863, or any other law for the time being in force, or in any custom or usage, or in any decree, judgement or order of any court or other authority, or in any proceeding pending before any court or other authority, the Chief Administrator may, by notification, take over and assume the administration, control, management and maintenance of a waqf property:

Provided that during the life-time of a person dedicating a waqf property, the Chief Administrator shall not take over and assume the administration, control, management and maintenance of such waqf property, except with the consent of such person and on such terms and conditions as may be agreed to between such person and the Chief Administrator.

Explanation - For the purpose of this section "control" and "management" shall include control over the performance and management of religious, spiritual, cultural and other services and ceremonies (*Rasoomat*) at or in a waqf property.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(2) No person shall perform services or ceremonies (Rasoomat) referred to in sub-section (1) except with the prior permission of the Chief Administrator and in accordance such directions as may be given by him.

4. In section 7 of the prinicipal Ordinance, the ful stop occurring at the end of sub-section (1) shall be replaced by a colon, and thereafter the following proviso shall be added namely:

"Provided that notwithstanding anything contained in any law for the time being in force, or in any custom or usage, or in any decree, judgement or order of any court or other authority, or in any proceeding pending before any court or other authoirty, no such petition shall lie in respect of any interest in the income, offerings, subscriptions or articles referred to in explanation 4 to clause (d) of section 2, or the services, or ceremonies (Rasoomat) mentioned in section 6."

LAHORE;
Dated the 17th
July, 1971.

Lieut - General M. Attiqur Rahman
H.Q.A., S.PK., M.C.
Government of Punjab

MAZHAR-UL-HAQ
Secretary to Government of the Punjab
Law Department.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

GOVERNMENT OF THE WEST PAKISTAN
AUQAF DEPARTMENT
NOTIFICATION
The 14th March, 1960.

No. 1(6) - Auqaf - 60___ In exercise of the powers conferred upon him by section 19 of the West Pakistan Waqf Properties Ordinance, 1959, the Governor of the West Pakistan is pleased to make the following rules:-

1. (1) These rules may be called the West Pakistan Waqf Properties (Litigation) Rules. 1960.

(2) They shall come into force at one.

2. Where the Administrator, after taking into consideration the facts of a case and after obtaining such legal advice as may be considered necessary, is of the opinion that a suit, application or other legal proceedings should be instituted, made or taken, he shall take steps accordingly.

3. (1) Where a suit is instituted or a petition under section 7 or an appeal under section 8 of the West Pakistan Waqf Properties Ordinance, 1959, or any other application for revision or review is filed against the Administrator, he shall call for a copy of the plaint, petition, memorandum of appeal or application as the case may be, unless he has received such copy alongwith the summons or notice in that case.

(2) After examining the copy of such plaint, petition, memorandum of appeal or application and any relevant material before him, and after obtaining such legal opinion as he considers necessary,

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

the Administrator shall decide whether the suit, petition, appeal or application, as the case may be, should be admitted, compromised or defended.

4. Where any suit, petition, appeal or application instituted or made or defended has been decided wholly or partly against the Administrator and the Administrator, after obtaining such legal opinion, as may be necessary, is of the opinion that an appeal or in non-appealable cases an application for revision or review of judgment, if competent, should be filed he shall take steps accordingly.

5. The Administrator may engage a counsel to conduct or defend a suit, petition, appeal or application filed by or against him in a court of law on payment of such fee as he may think fit in each case.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

GOVERNMENT OF WEST PAKISTAN
AUQAF DEPARTMENT
NOTIFICATION
The 30th May, 1960.

No. 5293-Auqaf-60---In exercise of the powers conferred on him by section 19 of the West Pakistan Waqf Properties Ordinance, 1959, the Governor of West Pakistan is pleased to make the following rules, namely:-

(1) These rules may be called the West Pakistan Waqf Properties (Administration) Rules, 1960.

(2) They shall come into force atonce.

2. *Definitions*--In these rules, unless the context otherwise requires, the following expressions shall have the meanings hereby respectively assigned to them, that is to say:

(i) "Manager" means any person appointed by the Chief Administrator for the administration, control, management and maintenance of a waqf property and includes a Deputy or Assistant Manager who holds independent charge of a waqf property;

(ii) "Ordinance" means the West Pakistan Waqf Properties Ordinance, 1959.

3. *Appointment of Managers* --- The Chief Administrator, after taking over and assuming the administration of a waqf property, may appoint a Manager to administer, control, manage and maintain the waqf property on behalf of and subject to the orders of the Chief Administrator.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

4. *Scheme for the management of Waqf Property.*

(1) The Manager shall prepare, for settlement by the Chief Administrator, a scheme for the administration of the waqf property in his charge. The scheme shall be designed to give effect to such wishes of the person dedicating as can be ascertained and to which effect can reasonably be given. In the absence of evidence of express dedication, the waqf property shall be required to be used for the purpose for which it has been used or for any purpose recognised by Islam as religious, pious or charitable.

(2) Where the waqf property is a mosque, the scheme shall ensure that the religious services and other functions performed therein are continued.

(3) Where the waqf property is a shrine, or other religious Institution, the scheme shall make provision for:

(a) the conduct and regulation of the established rites and ceremonies in accordance with the tenets of the saint or sect concerned; and

(b) the proper custody of cash box placed at the shrine or other religious institutions and the income there from.

5. *Submission of scheme to the Chief Administrator.*

(1) The Manager shall submit the scheme prepared by him to the Administrator who shall forward it with his recommendations to the Chief Administrator.

(2) The Chief Administrator may settle or may refuse to settled or may return for re-consideration any scheme submitted to him under sub-rule (1) or may call for such further details or information about the scheme or may direct such further examination of the scheme as he may consider necessary.

*6. (1) "Where a waqf property is a shrine, the Chief Administrator or an officer authorised by him in this behalf may, whenever he considers it necessary, appoint a Religious Purposes

---

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

* Substituted by Notification No. 4(1) A/O.S D/66, dated 3rd July, 1969

www.KitaboSunnat.com

Committee consisting of not less than five and not more than seven members for ensuring the performance of religious services and other functions or rites and ceremonies at the shrine. Manager/Assistant Manager in charge of the mosque, the Khateeb/Imam of the mosque, an Amin and a fourth member, the last two of whom shall be appointed from among the regular Namazis in the mosques, by the Manager/Assistant Manager and the Imam/Khateeb, after ascertaining the wishes of the Namazis in an open meeting after Maghrib prayers.

Provided that if there by any difference of opinion between the Manager/Assistant Manager and the Imam/Khateeb as to the choice of the Amin or the fourth member the decision of the Khateeb/Imam shall prevail.

(3) One of the members of the Committee shall be appointed by the Chief Administrator as Chairman of the Committee.

*[The Chairman shall be given a certificate under the signature of the appropriate Administrator of Auqaf, in the following from:-

"This is to certify that ____________________, son of ____________________ has been appointed as Chairman of the Religious Purposes Committee of ____________________ mosque/ Shrine ____________________ situated at (name of road, mohallah or village) District ____________________ for the period from ____________________ to ____________________

Administrator of Auqaf, Central Zone.
Southern Zone.
Northern Zone."]*

(4) A member of the Committee shall hold office for one year from the date of his appointment.

(5) The Committee shall have such powers as may be delegated to it by the Chief Administrator.

7. *Lease of Waqf Properties*

* (Insertion by Notification No. 1(II) Auqaf/62, dated 19th May, 1961 Extraordinary)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(1) Unless otherwise specifically provided in the scheme settled under rule 5, the following directions with regard to the lease of waqf property shall be deemed to form part of such scheme:-

*(a) where the lease relates to land--

(*i*) the lease shall be in writing;

(*ii*) the period of lease shall not exceed three years. Provided that the Chief Administrator may grant a lease for any longer period if in his opinion such action is necessary in the best interests of the waqf property:

(*iii*) as far as possible the lease shall be made through auction, in favour of the highest bidder, auction being held on the spot or at such other place close to it as may be easily accessible to the intending bidders;

(*iv*) the successful bidder shall deposit one year's rent in advance at the time of auction and this amount shall be adjusted towards the rent of the final year.

(*b*) where the lease relates to a house or shop---

(*i*) the lease shall be in writing;

(*ii*) period of lease shall not exceed two years;

(*iii*) the rent reserved shall be at the best available market rate;

(*iv*) other things being equal preference shall be given to the old lessee whose lease is due to expire and who agrees to the renewal thereof;

(*v*) the lessee shall deposit two month's rent in advance and the same shall be adjusted toward the rent of the last two months of the period of lease;

(*vi*) if the tenant fails to pay rent for two months, he shall be liable to ejectment on one week's notice.

* Inserted by Notification No. (79) Auqaf 65, dated 8th December 1965.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

[1][(2) The Chief Administrator may, if in his opinion the continuance of any lease of waqf property, made after the 4th November 1961, is not in the interests of the waqf property, cancel the lease:

(*i*) by giving on month's notice to the lessee and the lease shall stand terminated on the expiry of such period; or

(*ii*) by tendering one month's rent to the lessee and the lease shall stand terminated forth-with on such tender."].

*(3) (1) After the publication of the notification under section 6 of the Ordinance, the Manager may issue a notice requiring the occupant of the waqf property within 7 days of the receipt of the notice, to deliver vacant possession thereof to him or to execute a lea. e deed in respect thereof in favour of the Chief Administrator;

(2) If the occupant fails to comply with the notice issued under above sub-rule (1), the Manager may eject him with the use of such force as may be necessary.

*(4) If a lessee of a waqf property, sublets or in any way transfers the waqf property;

(i) the lease in his favour shall stand terminated;

(ii) the rent, if any, paid in advance shall stand forfeited; and

(iii) the lessee, sub-lessee or transferee shall be liable to be ejected therefrom frothwith, with the use of such force as may be necessary").

---

(1) [Added by Notification No. 1 (II) Auqaf/181, dated 31st October, 1961 (Extraordinary)

(2) Inserted by Notification No. 1 (II) Auqaf/60, dated 2-5-1951___.

* Amended by Notification No. 4 (4) A/O.S.D./67, dated 24-12-1969.

* Deleted under Notification 4 (4) A/OSD/67, dated 24-12-1969.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

GOVERNMENT OF WEST PAKISTAN
AUQAF DEPARTMENT
NOTIFICATION
The 20th April, 1960.

No. 1(3) - Auqaf - 60---In exercise of the powers conferred by section 19 of the West Pakistan Waqf Properties Ordinance, 1959, the Governor of West Pakistan is pleased to make the following rules:-

Short title and commencenert.

(1) These rules may be called the West Pakistan Waqf Properties (Accounts) Rules, 1960.

(2) They shall come into force atonce.

2. *Definition.* -- In these rules unless the context otherwise requires, the following expressions shall have the meaning hereby respectively assigned to them, namely:

(i) "Bank" means the National Bank of Pakistan established under the National Bank of Pakistan Ordinance, 1949.

(ii) "Chief Administrator" means the "Chief Administrator of Auqaf, West Pakistan."

(iii) "Administrator and Deputy Administrator" means the "Administrator and Deputy Administrator" appointed by Government under section 4 of the West Pakistan *Waqf* Properties Ordinance, 1959.

(iv) "Fund" means the Auqaq Fund.

(v) "Government" means Government of West Pakistan.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(vi) "Manager" means the person appointed by the Chief Administrator for the Administration control, management and maintenance of a *Waqf* Property and include Department Assistant Manager in independent charge of a waqf property.

(vii) "Ordinance" means the West Pakistan Waqf Properties Ordinance, 1959, as admended from time to time

(viii) "Treasury" means a Government Treasury or Sub-Treasury.

(ix) "Year" means the year commencing from 1st July and ending on 30th June.

3. Maintenance of Registers of Waqf Properties.-

(a) The [1][Administrator] shall maintain a Register of immovable waqf properties in form 1 in which the details of such properties shall be entered. Separate pages shall be set aside for various categories, e.g. (a) agricultural property; (b) gardens; (c) building property; (d) land property, etc. A similar register shall be maintained by the Manager of a waqf property.

(b) A register of movable waqf property shall also be maintained by the [2][Maganger] in Form 2 to record the receipt and issue of valuables other than cash. In this register separate pages shall be setaside for the various categories of valuables.

*(c) The cash boxes placed at shrine shall be opened by the Manager daily, or at such intervals as

. [Added by Notification No. 1(II) Auqaf/181, dated 31st October, 1964.]

.. [Amended by Notification No. 1(3) Auqaf/16, dated the 7th June, 1972.]

Inserted by Notification No. 1 (II) Auqaf/20, dated 2nd March 1964 (Extraordinary).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

may be fixed by the Administrator, in the presence of such person or persons as may be approved by the Administrator. The money found in the boxes shall be counted by the manager in the presence of the said person or persons and brought to account in the cash book in Form3.

(d) A separate register in From 4 shall be maintained by the Manager in respect of the contents of boxes placed at the shrine and a detailed account submitted to the [1][Administrator] at the end of each month. The Administrator shall send a consolidated statement to the Chief Administrator by the 7th day of the succeeding month.

(e) A consolidated account of such income from the boxes placed at various shrines or other valuables received there shall be maintained in the office of the [2][Administrator] in Form 5.

4. *Receipt of money.* -- When any money is received by any authorised person he shall issue a receipt for it in Form 6 and the receipt be in duplicate. The receipt shall be given to the person making the payment and carbon copy retained for record.

5. *Deposit of receipts in Bank/Treasury.*- (a) All receipts shall be credited to the Auqaf Fund Account in the Bank and where there is no branch of the Bank, these shall be credited into the Treasury in a personal ledger account *["At the end of each month, the Manager shall submit duplicate copy of Bank Challan to the Administrator, who will compare those challans with Bank's statements received at the end of

---

1. [Amended by Notification No. 1(II) Auqaf/181, dated 31st October, 1961.]
2. [Amended by Notification No. 1(II) Auqaf/181, dated 31st October, 1961.]

* Amended by Notification No. 6802 - Auqaf/60, dated the 26th June, 1962

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

the month. The Administrator, will maintain separate account for each waqf property on the basis of the information received from the Manager in Form No.11']

(b) If the amount in the Bank exceeds Rs.20 Lakh at the end of year, the excess may be kept in the Treasury.

6. *Payment.*__(*i*) No paymment shall be made from the Auqaf Fund except under the orders of the Chif Administrator or by any officer to whom the powers in this behalf have been delegated by the Chief Administrator. No payment shall, however be made directly out of the cash received for credit to the said fund.

(*ii*) Ordinarily payment shall be made by cheques but sums of less than Rs.20 (Twenty) may be paid from the permanent advance as may be sanctioned. Cheques shall not be drawn except when required for immediate disbursement.

7. *Expenditure on Establishment.*___ (a) Expenditure on account of pay of establishment and contingencies shall be billed for in Forms 7 and 8, respectively before it can be drawn from the Bank or Treasury, as the case may be.

(b) The Travelling Allowance shall be drawn in the form prescribed by Government for its own officers and staff. It will be treated as contingent charge and regulated under the T.A. rules of Government as in force from time to time.

8. *Cash Book.*____ (a) All receipts and payments relating to the fund shall be daily registered under the appropriate columns in the cash book to be maintained in Form 3.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(b) At the end of each day, the total of the amount received during the day shall be entered in column 5 of the cash book the total amount remitted to the Bank in the case may be. The receipt issued by the Bank or the Treasury shall be kept in a guard file for audit purposes.

(c) All cash transactions entered in the cash book shall be attested in token of check by the Manager. The cash book shall be closed and balanced daily and signed by him. On the last day of the month, after the cash books have been closed, the cash balance in hand shall be physically verified by the Manager and a certificate to that effect showing discrepancy, if any, recorded therein.

(d) At the end of each month the receipts and expenditure entered in the cash book shall be compared item by item with the Bank or Treasury pass book and the balance agreed, the difference, if any, due to moneys pending remittance to Bak or Treasury or to uncashed cheques of which detailed particulars shall be given, being explained in a foot not in the cash book.

9. *Permanent Advance.*____ (i) The permanent advance required for each office subordinate to him shall be sanctioned by the Chief Administrator.

(*ii*) The permanent advance account shall be kept in Form 10 in which shall be entered the items of expenditure from the advance as they occur. All sub-vouchers shall be preserved and assigned a serial number to be entered in the permanent advance account.

(*iii*) When the balance of the permanent advance is running low and in any case on the last working day of each month all the coulmns on the expenditure side of the permanent advance account (Form 10) shall be totalled and totals posted into a bill

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

in Form 8 for drawal from the Treasury or the Bank. A line shall then be ruled across both sides of the account and the Accountant or other officer, authorised in this behalf after comparing the entries in the bill with the account, shall initial the grand total in the latter and having stamped the sub-vouchers as "Cancelled" sign the bill and recoup the amount. The number, date and amount of the cheque shall be noted in columns 7 and 8 on the recoupment side of the account (Form 10).

10. *Monthly and Annual Account*---(1) The Manager will submit through the proper channel a monthly account to the Chief Administrator in Form 11.

(2) At the end of each month a monthly account in Form 11 and at the end of each year an annual account in form 12 shall be drawn up and signed by the Chief Administrator.

(3) A certificate shall accompany the annual account to the effect that the closing balance as shown in the account has been compared with the aggregate of the balances shown in the account in Bank/Treasury pass book and found correct.

11. *Budget* ____ The Chief Administrator shall prepare a budget estimate in respect of the waqf properties taken over by him for the ensuing year in Form 13. It shall be submitted to Government for approval by the 1st day of May each year.

12. *Cheque Book:*----(a) Cheque Books shall be kept under lock and key in the personal custody of the Chief Administrator or a person authorised by him, who shall notify to the Bank or Treasury, upon which he or any other officer authorised by him will

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

draw the number of the cheque books which from time to time is brought into use.

(b) A certificate of account of cheques in the book shall be recorded by the said officer on the covering page of the book.

(c) Cheques issued and not cashed within three months shall not be cashed without being re-dated.

13. *Security from the Treasury Cashier* --- Each employee entrusted with the custody of cash or movable waqf property shall furnish a security commensurate with the cash or property normally held in his custody. The amount of the security shall be fixed by the Chief Administrator and may comprise both cash and surety.

14. *Receipts from immovable properties* --- A register shall be maintained in Form 14 for recoveries of rent, etc., of waqf lands and buildings.

15. *Disposal of movable properties* --- No articles borne on the register of movable properties shall be issued, disposed off or written off except under the orders of the Chief Administrator or any other officer subordinate to him to whom powers in this behalf have been delegated by the Chief Administrator.

16. *Verification of property* --- The movable and immovable properties shall be verified physically at least once in a year by an officer deputed by the Chief Administrator for the purpose.

17. *Postage Stamps* --- The record of the postage stamps shall be maintained in a register in Form 15. The revenue stamps will not appear in this register but shall be treated as cash.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

18. *Record of periodical charges* --- The periodical charges payable to Government and others in the form of taxes, water charges, etc., shall be noted in a register in Form 16. Separate pages shall be allotted for each item and property.

19. *Payments to destitute persons* --- The payment to destitute persons by way of allowance shall be noted in a register in Form 17.

20. *Audit*---(*i*) The account of the fund shall be audited once a year by the Local Audit Department of the Government.

(*ii*) The Chief Administrator shall produce, at the time of audit, all account register, documents and papers as may be required by the auditor for the purpose of audit.

(*iii*) After the audit of the accounts, the Chief Administrator shall deal promptly with the objection statement and the audit note and shall, as soon as possible, decide upon action to be taken on the objection and the suggestions of the Auditor. The action so taken shall be indicated on an inter-leaved copy of the audit note and one copy of such annotated audit note shall be produced for verification.

21. *Embezzlement*---Whenever an embezzlement of fund occurs, it shall be reported promptly by the Manager concerned to the *[Administrator who will forward the report to the Chief Administrator] even though the loss may have been made good. On receipt of such a report an enquiry shall at once be instituted by the Administrator and the matter also reported immediately to the Chief Auditor, Local Funds, West Pakistan and Government for such further necessary action as deemed fit in the case.

Amended by Notification No. 1(3) Auqaf/60, dated the 27th June, 1962.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

22. *Forms, Books and Registers*---Books of account, forms and registers shall be bound and a certificate to the effect that each book contains so many pages shall be recorded on the covering page before a book is brought into use.

11931

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فہرست مطبوعات مرکز تحقیق

بدائع الصنائع جلد اول	ترجمہ:	ڈاکٹر محمود الحسن عارف	400/-
بدائع الصنائع جلد دوم	ترجمہ:	مولانا ظفر اللہ شفیق	375/-
بدائع الصنائع جلد چہارم	ترجمہ:	حافظ محمد سعد اللہ	275/-
بدائع الصنائع جلد ششم	ترجمہ:	ڈاکٹر عبد الواحد	280/-
بدائع الصنائع جلد ہفتم	ترجمہ:	پروفیسر خان محمد چاولہ	220/-
الموافقات للشاطبی جلد اول، دوم	ترجمہ:	مولانا عبد الرحمن کیلانی	500/-
اسلام کا قانون شہادت	تالیف:	مولانا سید محمد متین ہاشمی	55/-
اسلامی حدود اور انکا فلسفہ	تالیف:	مولانا سید محمد متین ہاشمی	24/-
القصاص فی الفقہ الاسلامی	ترجمہ:	سید عبد الرحمن بخاری	100/-
اسلام کا قانون تجارت	تالیف:	پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری	50/-
اسلام کا قانون محاصل	تالیف:	پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری	48/-
نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی	تالیف:	پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری	100/-
سرمایہ دارانہ نظام انشورنس اور اسلام کا نظام کفالت عامہ	تالیف:	پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری	65/-
حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کمزوروں اور غریبوں کے وکیل	تالیف	پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری	60/-
اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام	تالیف:	ڈاکٹر ساجد الرحمن صدیقی	45/-
اجتہاد اور تبدیلی احکام	تالیف:	مولانا مجیب اللہ ندوی	50/-
اسلام کے بین الاقوامی اصول و تصورات	تالیف:	مولانا مجیب اللہ ندوی	65/-
فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین	تالیف:	مولانا مجیب اللہ ندوی	36/-
اسلامی قانون محنت و اجرت	تالیف:	مولانا مجیب اللہ ندوی	65/-
اسلام کا معاشی نظام	تالیف:	پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری	140/-
غریبوں کا والی ﷺ	تالیف:	حافظ محمد سعد اللہ	120/-
اسلام کا قانون وقف	تالیف:	ڈاکٹر محمود الحسن عارف	110/-
مریض ومعالج کے اسلامی احکام	تالیف:	ڈاکٹر عبد الواحد	110/-
اسلام کا قانون اراضی	تالیف:	نصرت علی اثیر	50/-
Islamic Law Of Tort	تالیف:	ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی	150/-
Islamic Law Of Contract	تالیف:	ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی	200/-
Institution of Muhtasib	تالیف:	ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی	200/-
Socio Economic Dimension Of Fiqh	تالیف:	ڈاکٹر ظفر الاسلام انصاری	90/-
Islamic Law of Evidence	تالیف:	ڈاکٹر انوار اللہ	110/-
Dyal Singh Majeethia Life and Achivement	تالیف:	مدن گوپال ، انڈیا	150/-
فہرست مخطوطات دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری جلد اول، دوم، سوم، چہارم، پنجم			280/-

منہاج کے خصوصی شمارے (۱) اجتہاد نمبر -/80 (2) عشر نمبر حصہ اول دوم (مجلد) -/100

(3) اسلامی نظام عدل نمبر حصہ اول دوم -/72 (4) حیثیت نسواں نمبر حصہ اول دوم سوم -/108

(5) [illegible] (6) 108/- عظمت محنت نمبر (مجلد) -/100